وَقَالَ الَّذِیۡۤ اٰمَنَ یٰقَوۡمِ اتَّبِعُوۡنِ اَهۡدِكُمۡ سَبِیۡلَ الرَّشَادِ ۝ (المؤمن/۳۸)

خطباتِ رشادی

مولانا غیاث احمد رشادی

تقدیم

فقیہ ملت، محدث جلیل، امیر شریعت، خطیب العصر، ادیبِ شہیر

حضرت مولانا مفتی محمد اشرف علی صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث ومہتمم دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور

ناشر

دار الفرقان وجے واڑہ، شاخ حیدرآباد

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	**خطبات رشادی حصہ اوّل**
مؤلف	**مولانا غیاث احمد رشادی**
تقدیم	فقیہ ملت محدث جلیل، امیر شریعت، خطیب بے مثال حضرت مولانا مفتی **محمد اشرف علی** صاحب دامت برکاتہم
کمپیوٹر پروسس	**محمد مجاہد خان**
بمعرفت	**رشادی کمپیوٹر سنٹر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد- فون:30909889**
صفحات	...... ۴۹۶ ......
سن اشاعت	اپریل ۲۰۰۵ء ربیع اوّل ۱۴۲۶ھ
تعداد اشاعت	گیارہ سو
قیمت	Rs.

ناشر

دارالفرقان وجے واڑہ، شاخ حیدرآباد

ملنے کے پتے

- دارالفرقان وجے واڑہ، شاخ حیدرآباد- فون:9391302349،9440151430
- مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر اسوسی ایشن، رجسٹرڈ نمبر-۶۷۵، متصل مسجد الفلاح، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد- فون:30909889
- ہندوستان پیپر ایمپوریم مچھلی کمان، حیدرآباد-
- حسامی بک ڈپو، مچھلی کمان، حیدرآباد-
- کلاسیکل آٹو موٹیو، 324 C.M.H. Road، اندرانگر، بنگلور-
- ھدیٰ ڈسٹری بیوٹرس، پرانی حویلی روڈ، حیدرآباد-
- کمرشیل بک ڈپو، چارمینار، حیدرآباد-

فہرستِ خطبات

- توحید انبیاء کرام علیہم السلام کا پیغامِ اولین ۱۴
- موت، عذابِ قبر اور میدانِ محشر ۲۷
- اسلام فولاد کی تلوار سے نہیں اخلاق کی تلوار سے پھیلا ہے ۴۲
- دعوتِ دین میں اخلاق کی اہمیت ۶۱
- والدین کی اطاعت اور خدمت کے ثمرات ۷۶
- رزق کے شرعی اسباب ۹۶
- دل ہو تو ایسا ہو ۱۱۹
- مصیبتوں میں دین پر قائم رہیں ۱۳۷
- داڑھی فطرتِ انسانی میں داخل ہے ۱۵۹
- خدمتِ خلق بھی عبادت ہے ۱۸۰
- نبی رحمت ﷺ کی اطاعت ۱۹۸
- نماز کی فضیلت، اہمیت اور فرضیت ۲۱۵
- وضو کی فضیلت اور طریقہ ۲۳۲
- تقویٰ کی اہمیت اور متقیوں کی فضیلت ۲۴۵
- توکل علی اللہ کا معنی کیا ہے؟ ۲۶۹
- صبر کی اہمیت وفضیلت ۲۹۲
- شکر خداوندی ۳۱۱
- ذکر خداوندی ۳۲۵
- غرور کی حقیقت ۳۴۳
- اعمالِ صالحہ ۳۶۶
- صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بچئے ۳۸۸
- توبہ کی حقیقت ۴۰۴
- تعمیر بیت اللہ اور فرضیت حج ۴۲۲
- نصیحت کی اہمیت ۴۴۳
- امر بالمعروف ونہی عن المنکر ۴۵۹
- اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ۴۷۷

حرفِ اوّل

''خطباتِ رشادی'' حصہ اوّل آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ میں اپنے پروردگار کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے یہ توفیق بخشی فللّٰہ الحمد ۔ مادرِ علمی دارالعلوم سبیل الرشاد سے فراغت کے ایک سال بعد سے اولاً شہر گلبرگہ اور ثانیاً شہر حیدرآباد میں جمعہ کے موقع پر خطبہ دینے کا سلسلہ الحمدللہ تقریباً بیس سال سے تادمِ تحریر جاری ہے۔ عرصہ سے چند مخلص ساتھیوں کا اصرار رہا کہ خطبات مرتب کئے جائیں تاہم دیگر تصنیفی و تالیفی مصروفیات کی وجہ سے اس کام میں تاخیر ہوتی رہی، پھر تقاضے بڑھنے لگے تو اِرادہ نے عزم کی راہ لی اور چند خطبات تیار ہوگئے، یہ خطبات رشادی ہیں جوان شاءاللہ کئی حصوں میں شائع ہوتے رہیں گے، انکے علاوہ ''رشادی خطباتِ جمعہ'' کے نام سے ایک جلد الگ سے شائع ہوگی جس میں بارہ مہینوں کے منتخب خطبات مہینوں کی مناسبت سے ہونگے اور یہ ''رشادی خطبات جمعہ'' بہ نسبت ''خطبات رشادی'' کے مختصر ہونگے جس سے ان خطیبوں کو آسانی ہوگی جو جمعہ کے موقع پر خطبات پڑھ کر سناتے ہیں۔ ''خطبات رشادی'' کی نسبت دارالعلوم سبیل الرشاد کی طرف اسلئے کی ہیکہ احقر نے ناظرہ قرآن مجید سے لیکر بخاری شریف تک کی تعلیم اسی مادرِ علمی کے آغوش میں رہکر حاصل کی ہے۔ ''خطبات رشادی'' کی اشاعت سے زیادہ مجھے اس بات پر قلبی مسرت وخوشی ہے کہ میرے مربی و رہنما، محسن و مشفق، استاذ الاساتذہ، حضرت فقیہ ملت، ادیب شہیر، امیر شریعت دامت برکاتہم کے شاہکار قلم سے تحریر کردہ حوصلہ بخش، ہمت افزاء اور پُر مغز مقدمہ ''خطبات رشادی'' کی زینت بن گیا ہے اور ان خطبات کیلئے سند شہادت نصیب ہوئی ہے۔ اس شکستہ اندازِ خطابت پر حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کے شاہکار مقدمہ نے چار چاند لگادیئے ہیں، اردو ادب کے جس بلند معیار پر یہ مقدمہ لکھا گیا ہے اس معیار کو دیکھنے کے بعد ''حرف اوّل'' میں مزید کلمات لکھتے ہوئے احقر کے قلم نے یہ کہتے ہوئے بطورِ ندامت تحریر روک لی کہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

میں حضرت فقیہ ملت دامت برکاتہم کا عمیق قلب سے شکر گزار ہوں کہ حضرت والا نے گوناگوں مصروفیات اور طویل ترین اسفار کے باوجود اپنا قیمتی وقت عنایت فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنی شایانِ شان اس کا اجر عطا فرمائے اور ان خطبات کو میری مغفرت کا ذریعہ بنادے۔ آمین۔

غیاث احمد رشادی

عرض ناشر

مولانا غیاث احمد رشادی جنوبی ہند کی معروف وممتاز علمی درسگاہ دارالعلوم سبیل الرشاد کے ممتاز فارغ التحصیل ہیں، جنھوں نے اس درسگاہ سے رئیس العلماء امیر شریعت کرناٹک حضرت العلامہ شاہ ابوالسعود احمد صاحب علیہ الرحمتہ بانی دارالعلوم سبیل الرشاد ● فقیہ ملت ،محدث جلیل ،ادیب شہیر حضرت مولانا مفتی محمد اشرف علی صاحب دامت برکاتہم شیخ الحدیث ومہتمم دارالعلوم سبیل الرشاد ● شیخ المعقولات حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب بلنجپوری علیہ الرحمتہ ● افضل العلماء افصح الشعراء حضرت مولانا محمد اسماعیل نیر ربانی صاحب علیہ الرحمتہ ● تاج الشعراء حضرت مولانا عبدالسلام کمالی ویلوری علیہ الرحمتہ ● مدرس ہردلعزیز حضرت مولانا محمد میران صاحب باقوی علیہ الرحمتہ ● حضرت العلامہ قاضی محمد یوسف صاحب علیہ الرحمتہ ● رئیس القراء حضرت مولانا قاری محمد امداداللہ صاحب انجم رشادی علیہ الرحمہ ● مقرر بیمثال حضرت مولانا صغیراحمد خان صاحب مدظلہ العالیٰ ● خطیب کرناٹک حضرت مولانا ریاض الرحمان صاحب رشادی ● مدرس بےنظیر حضرت مولانا محمد سیف الدین صاحب رشادی مدظلہ العالی ● سراج القراء حضرت مولانا قاری سراج الدین صاحب رشادی مدظلہ العالیٰ ● حضرت مولانا محمد سلیم رشادی صاحب شولاپوری جیسے مشفق و ماہرفن اساتذہ کرام سے علمی فیض حاصل کیا جن میں سے ہرایک اس مصرع کے مصداق ہے کہ

● ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است ●

یہی وہ مولانا غیاث احمد رشادی ہیں جنھوں نے مختصر عرصہ میں علمی اور تاریخی شہر حیدرآباد کے علمی حلقوں میں بزورقلم اورعوام الناس میں بزور خطابت ممتاز ونمایاں مقام پایا ہے۔ میرے لئے یہ بے حد مسرت کی بات ہیکہ مولانا غیاث احمد رشادی کے خطبات ''خطباتِ رشادی'' حصہ اوّل دارالفرقان سے شائع کررہاہوں ان شاءاللہ باقی حصوں کی اشاعت کا سلسلہ بھی جاری رہے گا۔

تلگو کتابوں کی اشاعت کے بعد دارالفرقان نے اردو کتابوں کی اشاعت کی طرف اپنا قدم بڑھایا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے ۔ آمین۔

حافظ عبدالرحمان حامد

پروپرائٹر دارالفرقان، وجے واڑہ، شاخ حیدرآباد

انتساب

جنوبی ہند

کی بیمثال دینی، علمی وتربیتی عظیم الشان درسگاہ

مادرعلمی

دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور

کے نام

جسکی علمی وروحانی فضاوں نے

کچھ بولنے اور قلم پکڑنے کا سلیقہ وطریقہ سکھایا

یکے از ابناء سبیل

غیاث احمد رشادی

مقدمہ

خطیب العصر، فقیہِ ملت، محدثِ جلیل، ادیبِ شہیر، استاذ الاساتذہ

حضرت مولانا مفتی محمد اشرف علی صاحب دامت برکاتہم

امیرِ شریعت کرناٹک، شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم سبیل الرشاد، بنگلور

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم نَحۡمَدُهٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡم

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے اسی نے بولنا بھی سکھایا اور قلم پکڑنا بھی۔ سرکارِ دو عالم، فخرِ بنی آدم، سید المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ گوہر بار میں عاجزانہ، مؤدبانہ، غلامانہ ہدیۂ درود وسلام......

حضراتِ صحابہ، تابعین و تبع تابعین، ائمۂ مجتہدین، مفسرین ومحدثین ومتکلمین، علماءِ کرام، اولیاءِ عظام، مجاہدینِ ذوالاحترام اور مبلغینِ اسلام کی خدماتِ سیمیں ومجاہداتِ زرّیں کے لئے جذباتِ سپاس اور دعواتِ اخلاص اساس۔

عزیز محترم مولانا غیاث احمد رشادی زیدت معالیہم دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور کے ممتاز فضلاء میں سے ہیں، عالی حوصلہ، وسیع النظر، پرعزم، پرجوش، فعّال اور سرگرم، پھر شیریں بیاں خطیب اور سبک قلم ادیب، حسنِ گفتار بھی رکھتے ہیں اور جمالِ نگارش بھی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں بڑی خوبیوں سے نوازا اور حیدرآباد فرخندہ بنیاد کی علمی ودینی فضاؤں میں مختلف الانواع کارہائے نمایاں کی توفیق بخشی، اب تک موصوف کی ساٹھ سے زیادہ تصنیفات منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوکر مقبولیتِ عامّہ کی سند حاصل کرچکی ہیں جس سے عنداللہ قبولیت کا بھی اِشارہ ملتا ہے۔ دورِ شباب اور گیارہ سالہ مختصر مدت میں یہ ایسا کارنامہ ہے جو حیرت انگیز بھی ہے، قابلِ رشک وغبطہ بھی اور اسلافِ ذی اوصاف کی یاد دلانے والا بھی......

عزیزِ موصوف کی ایک خوبی قابلِ تعریف و توصیف ہے کہ انہیں اپنے اساتذہ خصوصاً امیرِ شریعت، شیخِ طریقت، رئیس العلماء، استاذ الاساتذہ، حضرت علامہ مولانا شاہ ابوالسعود رحمۃ اللہ علیہ بانی دار العلوم سبیل الرشاد بنگلور سے بے پناہ عقیدت و محبت اور مادرِ علمی دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور سے گہرا لگاؤ اور مستحکم وابستگی ہے، اسی کے زیرِ اثر موصوف نے اپنے مدرسے کو ''دارالسعود'' سے موسوم کیا، اپنے مکتبے کو'' سبیل الفلاح'' کا نام دیا اور اپنی اس تازہ ضخیم تصنیف کو'' خطباتِ رشادی'' سے معنون کرتے ہوئے فرح وسرور کا احساس کیا، ناسپاسی، احسان ناشناسی اور زود فراموشی کے مارے ہوئے افراد ایسی مثالوں سے سبق لیں گے۔مگر امید پر دنیا قائم ہے۔

مولانا غیاث احمد رشادی نے'' خطباتِ رشادی'' میں حاضرینِ جمعہ کی رعایت سے تقریر و خطابت کا اسلوب اختیار کیا ہے، ہر خطبہ تعاملِ خطباء کے مطابق حمد وصلوۃ اور موضوع سے متعلقہ آیات واحادیث سے شروع ہوتا ہے اور اسی کے مناسب گفتگو کا سلسلہ سبک رفتاری کے ساتھ دور تک اور دیر تک جاری رہتا ہے اور سامعین کے قلوب میں تأثر وانفعال کی پاکیزہ کیفیات راسخ کرتا چلا جاتا ہے۔

بطور نمونہ دو ایک خطبات کے بعض حصے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ ''بزرگانِ محترم! آج ہماری حالت یہ ہے کہ راستہ گذرتے ہوئے کوئی ہمیں لفٹ دیتا ہے اور ایک دو کلومیٹر کا فاصلہ اپنی سواری پر بٹھا کر طے کرا دیتا ہے تو ہم پوری بشاشت اور مسکراہٹ کے ساتھ اس شخص کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اگر دورانِ سفر کوئی شخص بس میں یا ٹرین میں تھوڑی سی جگہ بیٹھنے کے لئے دے تو دل کی گہرائی سے خوش ہوتے ہیں اور پورے جذبہ کے ساتھ اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اگر کوئی دوست چائے پلا دیتا ہے تو پانچ چھ مرتبہ لفظ شکریہ زبان سے نکل جاتا ہے مگر وہ ماں باپ جو اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت، کھلانے پلانے اور پہنانے میں خون پسینہ کی کمائی خرچ کر دیتے ہیں اور اولاد کی محبت کے لئے راتوں کی نیند قربان کر دیتے ہیں ان ماں باپ کا شکریہ ادا کرنے میں آج

اولاد کو شرم اور جھجک محسوس ہوتی ہے، آج کی نافرمان اور احسان فراموش اولاد کی بداخلاقی کی حالت یہ ہے کہ جب ماں باپ ان کو دینے دلانے میں کچھ کمی بیشی کرتے ہیں یا اپنے احسانات یاد دلاتے ہیں تو یوں کہتے ہیں کہ تم نے ہمیں پال کر اور تعلیم دے کر کونسا کمال کر دیا یہ تو تمام ماں باپ کرتے ہیں، کیا یہی شکر گزاری کے الفاظ ہیں؟'' (خطبہ۔ والدین حسن سلوک، اطاعت اور خدمت کے ثمرات رصفحہ۸۳)

۲۔ ''اے وہ لوگو! جو زمین کی وسعت کا گہرا مطالعہ کرنے میں مصروف ہو اور خشکی میں آباد ممالک اور ان کی آبادی پر تبصرے کرنے میں اپنا وقت ضائع کر رہے ہو اور آسمان میں تیرنے والے ستاروں کی تفصیلات سے آگاہی حاصل کرنے میں برسوں سے ریسرچ کر رہے ہو کب تک آسمان کی بلندی کے بارے میں غور کرتے رہو گے اور کب تک سورج کی حرارت کے بارے میں سوچتے رہو گے؟ اور کب تک چاند اور ستاروں کی پیمائش کے بارے میں جائزے لیتے رہو گے؟ آخر وہ وقت کب آئے گا جب تمہیں زمین و آسمان، چاند و سورج اور ستاروں اور سیاروں کا حقیقی خالق و مالک یاد آئے گا؟ کس نے تمہیں یہ جملہ کہنے سے روک رکھا ہے کہ:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ O

میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

اے وہ بدنصیب لوگو! کب تک چڑھتے اور ڈوبتے سورج کی پوجا کرو گے؟ کب تک اس زمین کی پوجا کرو گے جس کو روندتے ہوئے چلتے ہو؟ کب تک غائب ہونے والے چاند کی اور ٹمٹماتے ستاروں کی پوجا کرو گے؟ کب تک جل کر ماند پڑنے والی آگ کی پوجا کرو گے؟ کب تک اس گائے کی پوجا کرو گے جس کا پیٹ فضلہ سے بھرا ہوا ہے؟ کب تک ایسے سانپ کی پوجا کرو گے جس میں زہر بھرا ہوا ہے؟ کب تک اس پتھر کی پوجا کرو گے جس میں نہ نفع کی قوت ہے نہ نقصان

کی؟ آؤ اس مقدس مذہب اور پاکیزہ دین کی طرف جو ایک ایسے رب کی نشاندہی کرتا ہے جس کے قبضہ میں سورج اور چاند بھی ہیں، زمین وآسمان بھی ہیں، سانپ اور بچھو بھی ہیں، گائے اور بیل بھی ہیں، پتھر اور درخت بھی ہیں''۔ (خطبہ۔توحید، انبیاء کرام کا پیغامِ اولین۔صفحہ ۱۴)

ایک خطبے کا عنوان ہے ''رزق کے دروازے کب کھلتے ہیں؟'' یہ خطبہ نہایت جامع و مانع اور موضوع کے تمام گوشوں کو محیط ہے۔ بے حد دلچسپ اور حد درجہ مؤثر، لفظ لفظ معلومات افزا اور سطر سطر قوتِ دلائل سے لیس۔

ملاحظہ فرمایئے کشادگی رزق کے اسباب کی فہرست، سچی توبہ، رضائے الٰہی کا حصول، صراطِ مستقیم پر ثابت قدمی، شکرِ نعمت، تقویٰ و پرہیزگاری، توکل علی اللہ، حج وعمرہ، تلاوتِ سورۂ واقعہ، رشتہ داروں سے میل جول، تحصیلِ علم وغیرہ اور اندازہ کیجئے کہ اس فہرست کو مرتب کرنے میں عزیز موصوف نے کتنی عرق ریزی و جاں فشانی سے کام لیا ہوگا اور ان اسباب کو آیاتِ قرآنیہ سے ثابت کرنے میں کتنی کدوکاوش کی ہوگی، ایسی عالمانہ فاضلانہ، محققانہ اور مفسرانہ گفتگو اور ایسا دلکش انداز کہ پڑھنا شروع کیجئے گا تو پڑھتے چلے جایئے گا اور اختتام سے پہلے رکنے کا نام نہ لیجیے گا۔

عزیز مکرم کو ''خطبات رشادی'' کی تالیف وترتیب پر بصمیمِ قلب مبارکباد دیتا ہوں۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

دعاء ہے کہ خالقِ لوح وقلم اس مجموعے کو قبولیت ومقبولیت عطا فرمائے اور عامۃ المسلمین کو اس سے مستفید و مستفیض ہونے کی توفیق بخشے۔آمین۔

یہ چند سطریں عزیز موصوف کے اصرار پر بنگلور سے حیدرآباد سفر کے دوران لکھی گئیں ورنہ یہ شاہکار اس شکستہ تحریر سے بالاتر ہے۔

اشرف سعوددی

۱۴۲۶/۱/۱۲

۲۰۰۵/۲/۲۲ء

تاثرات

خطیب کرناٹک،شیریں بیان مقرر حضرت مولانا حافظ **ریاض الرحمٰن رشادی** صاحب عمت فیوضہم
خطیب وامام جامع مسجد، بانی ومہتمم اعلیٰ جمیع ادارہ جات جامع العلوم، بنگلور سٹی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد کو جو اہمیت و جامعیت اور مسلمانوں کے لئے مرکز کی جو حیثیت عطا کی ہے وہ اُمت مسلمہ کے لئے ایک عظیم الشان نعمت ہے چنانچہ اس کا سب سے بہترین کامل ومکمل نمونہ مسجد نبوی ہے، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ المکرّمہ میں ستائے ہوئے ہجرت فرمانے پر مجبور ہو گئے اور مدینۃ المنورہ رونق افروز ہوئے تو مدینۃ المنورہ کو ایک اسلامی اسٹیٹ کی حیثیت دی اور اس کا مرکز مسجد نبوی کو قرار دیا۔ جہاں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رشد وہدایت کے لئے ایک طرف خطبات کا سلسلہ تھا تو دوسری طرف صفہ نامی درسگاہ قائم تھی جہاں قرآن حکیم کی تلاوت، تعلیمِ کتاب وحکمت کا فریضہ انجام دیا جاتا تھا، اسی مسجد نبوی ﷺ میں مقدمات بھی فیصل ہوتے تھے اور مسجد کے باہر تیر افگنی گھوڑ سواری وغیرہ کے مقابلے کرائے جاتے تھے الغرض مسجد نبوی کو رسول اللہ ﷺ نے ایک دینی، سیاسی اور سماجی ضرورت کے تحت مرکز کی حیثیت عطا کی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عملی تعلیم کے ذریعہ اُمت کے سامنے یہ جتا دیا ہے کہ مسجدیں اجتماعیت، اخوت و مساوات کے مراکز ہیں خاص طور پر جمعہ کے دن ظہر کی چار رکعت کے بجائے دو خطبے اور دو رکعت فرض نماز مقرر کی گئی، یہ دونوں خطبے اُمت مسلمہ کے دین کے احکام سیکھنے مسائل وفضائل معلوم کرنے کے لئے بہت ہی مؤثر ذریعہ ہیں، امام اگر چاہے تو جمعہ کے ان خطبوں کے ذریعہ پوری قوم کی کایا پلٹ سکتا ہے، ہدایت دینا، دلوں میں بات کا اتارنا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے لیکن خطیبِ مسجد اگر قرآن وحدیث کی باتوں کو سنائے تو یقیناً ان میں اتنا اثر ہے کہ خطبہ میں اگر دس باتیں بیان کی جاتی ہیں ایک دو باتیں ضرور دل میں اتر سکتی ہیں

اور کوئی بعید نہیں کہ اس سے زندگی میں انقلاب برپا ہو جائے۔

ہر دور میں اُمت کے لئے یہ ضرورت رہی ہے کہ ایک مکمل معاشرہ، ایک ملت اور عالمگیر دعوت کی سطح پر اسلامی زندگی پائی جائے اس کے لئے جمعہ کے خطبے بے حد مؤثر ہو سکتے ہیں، آج جب کہ دنیا کا انسان بے حد مصروف ہو چکا ہے، دنیوی مصروفیتیں دینی کتب کے مطالعہ اور دینی باتوں کو سیکھنے کے لئے موقعہ اور وقت نہیں چھوڑتیں اور یہ معلوم کرنے کے لئے آج انسان کے پاس فرصت نہیں کہ اسلامی اخلاق کیسے ہوتے ہیں ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ نماز کیسے پڑھی جاتی ہے، زکوۃ کیسے ادا کی جاتی ہے، اس کے مسائل کیا ہیں اور حج کے ارکان و اعمال کی ترتیب کیا ہے؟ حقوق اللہ و حقوق العباد کی تفصیل کیا ہے؟ گناہ کبیرہ کی فہرست کیا ہے، گناہ صغیرہ کن کن اعمال سے معاف ہوتے ہیں اچھے اعمال کی تاثیر کیا ہے؟ غلط اعمال کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ یہ اور ایسی بہت سی تعلیمات دینے کے لئے خطبۂ جمعہ ایک بے حد مؤثر ذریعہ ہے، مگر افسوس کہ آج ملت اسلامیہ ہند کی یہ بدقسمتی ہے کہ خطبات جمعہ الا ماشاء اللہ ایسی باتوں سے خالی اور تفرقہ والی باتوں کا شکار ہیں، آپس میں اتحاد و اتفاق کے درس کے بجائے انتشار و تفرقہ کی تعلیم پر مشتمل ہوتے ہیں ان کی وجوہات پر غور کیا جانا چاہئے اور خطیب جمعہ کو پابند کیا جانا چاہئے کہ وہ صرف قرآن و حدیث کے دائرے میں رہ کر مسلمہ تعلیمات پیش کرے، اخلاق و اعمال کی تعلیم دے، مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق پر زور دے اور اختلافی باتوں سے پرہیز کرے اور خاص طور پر مکمل ومستند و معتبر دار العلوم سے فارغ شدہ صحیح اخلاق و کردار کے حامل عالم کو منبر رسول اللہ ﷺ پر کھڑا کرے تاکہ اس مقامِ رفیع کی عظمت بھی رہ جائے اور جو اس کی زبان سے نکلے وہ افراد اُمت کے لئے ایک صحیح پیغام ہو اور ایسی تعلیمات ہوں جن سے مردہ دلوں کی مسیحائی ہو سکے اور نہ جاننے والے عام مسلمانوں کے لئے کچھ نہ کچھ اچھی باتیں سن کر لے جانے کو مل سکیں۔

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلامؒ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ مساجد کے جمعہ کے خطبے اگر صحیح نہج پر ہوں سنتِ رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہوں یعنی رسول اللہ ﷺ کے خطبوں کے جس طرح

مضامین ہوتے تھے ایسے ہوں تو اُمت میں رشد وہدایت کا کام آسان ہوجائے گا۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے مولانا غیاث احمد رشادی صاحب نے خطبات جمعہ کی ترتیب دے کر بڑا کارنامہ انجام دیا ہے، ان خطبات کے ذریعہ خطبہ دینے والوں کیلئے آسانی فراہم ہوجائے گی اورکسی بھی مضمون پرقرآن وحدیث کی روشنی میں خطبہ تیارشدہ خطیب کے سامنے ہوگا تواس سے خطباء حضرات فائدہ اٹھاسکتے ہیں اورزبان کی لغزشوں سے بچ سکتے ہیں ویسے مولانا رشادی تصنیف وتالیف کےمیدان میں پرانے ہیں اوراسلامی مضامین پران کی کافی گہری نظر ہے، لہذا یہ خطبات ان کے تجربات کی روشنی میں گہرے مطالعہ کے بعد لکھے گئے ہیں لہذا اہل علم کے لئے بھی قابل توجہ ثابت ہونگے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ عوام الناس جن کے سامنے یہ خطبات پیش کئے جائیں گے یا جومطالعہ فرمائیں گےسب کیلئے یہ خطبات باعث رشدو ہدایت بن جائیں۔ ’’ وما ذالک علی اللّٰہ بعزیز‘‘

ریاض الرحمن رشادی

۱۶ ۔ ۱ ۔۱۴۲۶ھ

۲۶ ۔۲ ۔۲۰۰۵ء

توحید

انبیاء کرام علیہم السلام کا پیغام اولین

- نظام کائنات کی پیچھے رب ذوالجلال کی طاقت
- اللہ ایک ہی ہے
- پیغمبروں کا پہلا پیغام
- ہم اپنے دین پر راضی ہے
- اللہ غالب ہے
- ایمان کی مٹھاس

■ ■ ■

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی ھدانا لھٰذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھٰدانا اللّٰہ واشھدان لا الہ الا اللّٰہ واشھدان محمداً عبدہ ورسولہ . اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم . قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العالمین لاشریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین قل اغیر اللّٰہ ابغی ربا وھو رب کل شیئ ولا تکسب کل نفس الا علیھا ولا تزروا زرۃ وزر اخری ثم الی ربکم مرجعکم فینبئکم بما کنتم فیہ تختلفونO (الانعام/۱۶۴)

وقال تعالیٰ واقیموا وجوھکم عند کل مسجد وادعوہ مخلصین لہ الدینO(الاعراف/۲۹)

وقال تعالیٰ فمن کان یرجوالقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احداًO (الکھف/۱۱۰)

عن عبادۃ بن الصامتؓ قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول من شھدان لا الہ الا اللّٰہ وان محمداً رسول اللّٰہ حرم اللّٰہ علیہ النارO(رواہ مسلم)

وعن معاذ بن جبلؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ مفاتیح الجنۃ شھادۃ ان لا الہ الا اللّٰہO(راوہ احمد)

قال رسول اللّٰہ ﷺ ذاق طعم الایمان من رضی باللّٰہ ربا وبالاسلام دینا و بمحمد رسولاً O (مسلم)

برادرانِ اسلام : اللہ تعالیٰ جہاں رحمٰن ورحیم ہیں، ستار وغفار ہیں وہیں وہ خالق و فاطر بھی

ہیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ اس کے پیچھے قدرت کا وہ بے مثال ہاتھ ہے جس کے قبضہ میں کل کائنات ہے، زمین، آسمان، چاند، ستارے، سورج، سیارے، جمادات، نباتات، حیوانات ومعدنیات، انس وجن، چرند وپرند سارے کے سارے اللہ تعالیٰ کی قدرت وطاقت سے وجود میں آئی ہیں، کائنات کی چھوٹی بڑی ساری چیزیں انسان کی ضرورت کی چیزیں ہیں اور یہ سب انسانوں کے لئے پیدا کی گئی ہیں تاکہ انسان آگ سے گرمی حاصل کرے، ہوا سے زندگی کی سانسیں پائے، پانی سے پیاس بجھائے، زمین سے اپنی غذا حاصل کرے، سورج سے حرارت اور چاند سے نورانیت پائے، ستاروں سے رہبری حاصل کرے، سونے اور چاندی سے رونق و زینت پائے، پٹرول کے ذریعہ اپنی سواریاں چلائے، اناج ترکاری اور میووں سے پیٹ بھرے اور پھولوں سے دل بہلائے ،غرض کائنات کی ساری چیزیں انسان کی خدمت میں لگی ہوئی ہیں، اسی لئے حدیث میں کہا گیا:

خلق لکم ما فی الارض جمیعاً O (البقرة)

زمین میں موجود ساری چیزوں کو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ پوری دنیا کو جب ہم کمزور انسانوں کے لئے پیدا کیا گیا تو پھر ہم انسانوں کو کس کے لئے پیدا کیا گیا اور یہ بات تو ہم جانتے ہیں کہ دنیا کی ساری چیزیں ہمارے فائدے اور کام کی ہیں مگر ہم انسان کسی کے کام اور کسی کے فائدے کے لئے نہیں ہیں تو پھر اس سے ثابت ہوا کہ ہم مخلوق کے لئے تو پیدا نہیں کئے گئے ہیں اور دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو بے کار بھی پیدا نہیں کیا ہے، اس لئے کہ قرآن مجید میں بتلایا گیا:

ربنا ما خلقت هذا باطلاً O (آل عمران)

اے ہمارے رب! آپ نے یہ سب بے کار پیدا نہیں کیا۔

جب ہر چیز کسی نہ کسی مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہے گھوڑے اور گدھے کا وجود بھی بغیر مقصد کے نہیں تو پھر اس قدر عمدہ مخلوق جس کے بارے میں یہ کہا گیا کہ:

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم O

ہم نے انسان کوعمدہ انداز میں پیدا کیا۔

اس قدر حسین انسان کوقدرت نے بے کارتو پیدانہیں کیا،اگرہم پیدا کرنے والے کے کلام میں اس مقصدکوتلاش کریں کہ انسان کی پیدائش کا مقصد کیا ہے؟ کس لئے اس قدر محیر العقول مخلوق کو پیدا کیا گیا جودوسروں کے مقابلہ میں کمزور، قدوقامت میں دیگرمخلوقات سے چھوٹااورکم قامت لیکن اس کے باوجود بلند قامت اور طاقتور دیگرمخلوقات کوبھی اپنے پنجہ اور قبضہ میں رکھے ہوئے ہے،تو قرآن مجیداس سوال کا جواب یوں دیتا ہے کہ اس انسان کومخلوق کے لئے نہیں بلکہ خالق کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون O (الذاریات/٥٦)

میں نے جن وانس کوعبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

اوریہی وہ عبادت ہے جو دنیوی زندگی میں آخرت کی کامیابی کا سامان پیدا کرتی ہے،اسی حقیقت کونبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشادفرمایا:

وانکم خلقتم للآخرۃ . اورتم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔

نظامِ کائنات کے پیچھے ربِ ذوالجلال ﷻ کی طاقت ہے

کائنات کی ہر چیز انسان کی افادیت کے لئے ہے تاکہ انسان کے تقاضے پورے ہوں اور انسان ایک ایسی مخلوق ہے جس کوخالق کی رضا کے لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ کائنات کی ان چیزوں کو استعمال کرے اوراپنے خالق حقیقی کوراضی کرے اوراس کے پاس جانے سے پہلے اپنے آپ کواس قابل بنالے تاکہ اس کے پاس عزت اورکامیابی کے ساتھ جاسکے،اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ھوالذی جعل لکم الارض ذلولاً فامشوا فی مناکبھا وکلوا من رزقه والیه النشور O (الملک/١٥)

وہی وہ اللہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کونرم بنادیا پس تم اس زمین کے راستوں پر چلواور اس سے ملنے والے رزق کوکھاؤاور یہ بات یادرکھوکہ تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اس آیت کا آخری جملہ پورے انسانوں کو اس حقیقت سے باخبر کررہا ہے کہ دنیا کی دولت کے استعمال کی پوری اجازت ہے، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں سے استفادہ کا پورا اختیار ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی اس دنیا کی رونق میں اس قدر منہمک نہ ہوجاؤ کہ اس کو ہی بھول جاؤ جس نے یہ نعمت دی ہے بلکہ ان نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس بات کو ضرور یاد رکھو کہ اس کے دربار میں تم کو جمع ہونا اور کھڑے ہونا ہے۔

برادرانِ اسلام : ایک عام انسان کی نظر جب زمین پر پڑتی ہے تو اسے صرف زمین نظر آتی ہے، مگر ایک مومن جب بچھی ہوئی اس وسیع وعریض زمین اور اس کی زرخیزی کو دیکھتا ہے تو اسے اس زمین کا خالق یاد آتا ہے، جس نے اس زمین کو بچھا دیا ہے، ایک عام انسان جب بلند آسمان اور اس سے متعلقہ سورج و چاند اور ستاروں کو دیکھتا ہے تو وہ ان آسمانی خوبصورت نظاروں میں گم ہوجاتا ہے، وہ کبھی سمندر کے ساحل پر بیٹھے سورج کے طلوع کے وقت اس خوشنما منظر کو دیکھ کر اپنا دل بہلاتا ہے تو کبھی سورج کے غروب کے وقت اس کے دلفریب منظر سے لطف اندوز ہوتا ہے، مگر اس کو اس منظر کا پس منظر دکھائی نہیں دیتا کہ اس منظر کو وجود میں لانے والا کون ہے؟ مگر ایک مومن و مسلمان جب ایسے مناظر کو دیکھتا ہے تو اس کا دل خالق حقیقی کی قدرت کی طرف مائل ہوجاتا ہے اور وہ ان عقلمندوں میں شمار ہوجاتا ہے جن کے بارے میں قرآن مجید نے کہا:

ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الیل والنهار لآیٰت لاولی الالباب o الذین یذکرون اللّٰه قیاماً وقعوداً وعلی جنوبهم و یتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض ربنا ما خلقت هٰذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار O(آل عمران/ ۱۹۰،۱۹۱)

آسمان وزمین کی پیدائش میں اور دن کے رات میں اور رات کے دن میں بدلنے میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں وہ عقلمند جو کھڑے بیٹھے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمان وزمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اے ہمارے رب! آپ نے یہ سب

کچھ بے کار پیدا نہیں کیا ہے، پھرانہیں کائنات کی ان تمام چیزوں میں رب ذوالجلال ﷻ کی پاکی وکبریائی یاد آتی ہے اوروہ اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ آپ پاک ہیں، اس دنیا کے ساتھ انہیں آخرت کا وہ منظر یاد آجاتا ہے جہاں جنت بھی ہوگی اور دوزخ بھی، پھر دوزخ کی ہولناکی کا احساس انہیں یہ جملہ کہنے پر مجبور کردیتا ہے کہ:

فقنا عذاب النار . اے اللہ آپ ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچادیجئے۔

اے وہ لوگو! جو زمین کی وسعت کا گہرا مطالعہ کرنے میں مصروف ہواور خشکی میں آباد مما لک اوران کی آبادی پر تبصرے کرنے میں اپنا وقت ضائع کررہے ہواور آسمان میں تیرنے والے ستاروں کی تفصیلات سے آگاہی حاصل کرنے میں برسوں سے ریسرچ کررہے ہو کب تک آسمان کی بلندی کے بارے میں غور کرتے رہوگے اور کب تک سورج کی حرارت کے بارے میں سونچتے رہوگے، اور کب تک چاند اور ستاروں کی پیمائش کے بارے میں جائزہ لیتے رہوگے؟ آخر وہ وقت کب آئے گا جب تمہیں زمین وآسمان چاند وسورج اور ستاروں اور سیاروں کا حقیقی خالق ومالک یاد آئے؟ کس نے تمہیں یہ جملہ کہنے سے روک رکھا ہے کہ:

انی وجهت وجهی للذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین O (الانعام/ ۷۹)

میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں کواور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

اے وہ بدنصیب لوگو! کب تک چڑھتے اور ڈوبتے سورج کی پوجا کروگے؟ کب تک اس زمین کی پوجا کروگے؟ جس کو روندتے ہوئے چلتے ہو، کب تک غائب ہونے والے چاندکی اور ٹمٹماتے ستاروں کی پوجا کروگے؟ کب تک جل کر ماند پڑنے والی آگ کی پوجا کروگے؟ کب تک اس گائے کی پوجا کروگے جس کا پیٹ فضلہ سے بھرا ہوا ہے؟ کب تک سانپ کی پوجا کروگے جس میں زہر بھرا ہوا ہے؟ کب تک اس پتھر کی پوجا کروگے جس میں نہ نفع کی قوت ہے نہ نقصان کی؟ آؤ اس مقدس مذہب اور پاکیزہ دین کی طرف جو ایک ایسے رب کی نشاندہی کرتا ہے جس

کے قبضہ میں سورج اور چاند بھی ہیں، زمین و آسمان بھی ہیں، سانپ اور بچھو بھی ہیں، گائے اور بیل بھی ہیں، پتھر اور درخت بھی ہیں۔

اللہ ایک ہی ہے

جب ایک بچہ کے کئی باپ نہیں ہوسکتے تو ایک انسان کے کئی خدا کیسے ہوسکتے ہیں؟ تم اپنی بیوی کے حق میں تمہارے علاوہ کسی دوسرے شوہر کا تصور نہیں کرسکتے تو تمہارا خدا کیسے اس بات کو برداشت کرے گا کہ اس کے سوا تم کسی اور کو بھی خدا بنالو، اسی لئے تو تمہارا پروردگار ایسا پاکیزہ اور غیور رب ہے کہ زانی کے زِنا کو معاف کردے گا، راشی کی رشوت کو، سود خور کی سود خوری کو، قاتل کے قتل کو، ظالم کے ظلم کو اور جھوٹے کے جھوٹ کو، اگر چاہے تو معاف کردے، لیکن وہ کسی مشرک کے شرک کو معاف نہیں کرے گا، اگر شرک کی حالت میں موت آگئی تو پھر نجات کی ساری راہیں ختم ہوگئیں اس کے حق میں **فی نار جھنم** کے سوا اور کوئی فیصلہ نہیں ہوگا۔

تم کمزور مخلوق اور محتاج ہونے کے باوجود اس بات کو برداشت نہیں کرسکتے کہ ایک عورت کے شوہر ہونے میں تمہارا کوئی شریک بن جائے تو وہ خدا جو زبردست ہے خالق و مالک ہے، بے نیاز طاقتور اور غالب ہے وہ کیسے برداشت کرسکے گا کہ اس کا کوئی شریک ہو؟

اگر اللہ تعالیٰ نے عقل کی تقسیم کے وقت تمہارا بھی نام فہرست میں رکھا ہے تو پھر تو تمہیں اپنے دل و دماغ کے دوارزوں کو کھول دینا ہے اور یہ کہہ دینا ہے کہ:

وما من اله الا اللّٰه O(آل عمران/٦٢) سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی معبود نہیں۔

اے انسان! تیرے رب نے تجھے جس عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے اس پر غور کر کہ پیدا کرنے والے نے تیرے چہرے کو دوسرے اعضاء کے مقابلہ میں سب سے اوپر رکھا ہے، پھر تیری پیشانی اور ناک کو سب سے اوپر رکھا ہے اور یاد رکھ یہ ناک اور یہ پیشانی تیری عزت کی ترازو ہیں، اگر تیری بے عزتی ہوتی ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں کی ناک کٹ گئی، اگر تو ناراض ہوتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں کی پیشانی پر بل آگئے، یہی ناک اور پیشانی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے پیدا کیا ہے کہ تو اس عزت کی پیشانی اور ناک کو اسی خالق و مالک رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے

رگڑے اور عاجزی کرے، جس نے اس پیشانی اور ناک کو پیدا کیا، یہ پیشانی صرف اس لئے پیدا کی گئی ہے کہ تو اپنے حقیقی خالق و مالک کا سجدہ کرے اور اس کے سامنے اس بات کا اعتراف کرے کہ میں تیرا بندہ ہوں اور تو میرا رب ہے، میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں، **ایاک نعبد و ایاک نستعین** .

پیغمبروں کا پہلا پیغام

برادرانِ اسلام : دنیا کے سارے انسانوں کی ہدایت کے لئے جن انبیاء کرام علیہم السلام کو مختلف قوموں کی طرف بھیجا گیا، ان انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی قوموں کو سب سے پہلے پیغام دیا کہ وہ ایک اللہ کی عبادت کریں، قرآن مجید ان انبیاء کرام علیہم السلام کی اس پکار کی گواہی دیتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید کہتا ہے:

لقد ارسلنا نوحاً الی قومه فقال یقوم اعبدوا اللّٰه مالکم من اله غیره○(الاعراف: ۵۹)

ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم! تم صرف اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے لائق نہیں۔

والیٰ عاد اخاهم هوداً قال یقوم اعبدوا اللّٰه مالکم من اله غیره○(الاعراف: ۶۵)

اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ھود علیہ السلام کو بھیجا انہوں نے فرمایا، اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔

والیٰ ثمود اخاهم صلحا فقال یقوم اعبدوا اللّٰه مالکم من اله غیره○(الاعراف: ۷۳)

اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا انہوں نے فرمایا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔

والی مدین اخاھم شعیبا قال یقوم اعبدوا اللّٰہ مالکم من الہ غیرہO(الاعراف/۸۵)

اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا انہوں نے فرمایا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ کے اپنے ساتھیوں سے خطاب کرتے ہوئے توحید کی دعوت دی

یصاحبی السجن ءارباب متفرقون خیر ام اللّٰہ الواحد القھارO(یوسف/۳۹)

اے قید خانے کے رفیقو! متفرق معبود اچھے یا ایک معبود برحق جو سب سے زبردست ہے اکیلا ہے وہ اچھا ہے، آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ:

قل انما امرت ان اعبداللّٰہ ولا اشرک بہ الیہ ادعوا والیہ مآبO(الرعد:۳۶)

آپ فرمادیجئے کہ مجھ کو صرف یہ حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور کسی کو شریک نہ ٹھہراؤں میں اللہ ہی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھ کو جانا ہے۔

برادرانِ اسلام : کائنات کا یہ نظام منظّم انداز میں صرف اسی لئے چل رہا ہے کہ اس کی باگ دوڑ صرف ایک ہی ذات کے ہاتھ میں ہے، سورج کا وقت پر طلوع ہونا اور وقت پر غروب ہونا، دن کا رات میں اور رات کا دن میں حساب سے بدلنا، آسمان کا بغیر ستون کے اور بغیر کسی شگاف و پھٹن کے ہزاروں برس سے برابر ٹھہرا رہنا، زمین کا اپنے خزانوں کو اُگلنا اور مختلف قسم کے نباتات کے ذریعہ سارے جانداروں کے پیٹ بھرنا، سمندروں کا قائم رہنا، پہاڑوں کا اپنی جگہ برقرار رہنا، بارش کا برسنا، ہر درخت کا منظّم انداز میں پھل دینا، آگ، مٹی، ہوا اور پانی کا اپنے اپنے انداز میں کام میں مصروف رہنا، یہ سب متعین مقدار میں مقررہ اصولوں کے ساتھ ہونا اور اس نظام میں بال برابر فرق نہ آنا خود اس بات کی علامت ہے کہ اس کائنات کا نظام صرف ایک

ذات کے ہاتھ میں ہے،اوراسی کے ہاتھ میں کائنات کی کنجیاں ہیں۔

له مقاليد السمٰوٰت والارض O (الشوریٰ/ ۱۲)

اسی کے ہاتھ میں ہیں آسمان وزمین کی کنجیاں

وعنده مفاتيح الغيب O (الانعام/ ۵۹)

اسی کے ہاتھ میں ہیں غیب کی کنجیاں

اگر دنیا کے اس نظام میں ذاتِ واحد کے ساتھ اس کا کوئی پارٹنر یا شریک ہوتا تو دنیا کے اس منظّم نظام میں فساد اور بگاڑ آچکا ہوتا۔

لو كان فيهما اٰلهة الا اللّٰه لفسدتا O

اگرزمین وآسمان میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا توزمین وآسمان میں فساد و بگاڑ آچکا ہوتا۔

ایک سالن دوعورتوں کی شراکت سے تیار ہوتا ہے تو سالن کا مزہ بگڑ جاتا ہے تو کیا کائنات کا یہ پورا نظام ایک خدا کے ساتھ دوسرے خدا کی شراکت سے نہیں بگڑے گا؟

اے عقلمند انسانو! آؤ صرف اور صرف اسی ایک خدا کی طرف آؤ اسی ایک رب کی طرف رجوع کرو، **وانيبوا الى ربكم** تم اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو، **ففروا الى الله** تم اللہ کی طرف بھاگو، ہر چیز کا پیدا کرنے والا وہی ایک اللہ ہے۔تم کو اور تمہارے باپ دادا کو اسی نے پیدا کیا اوراگر تمہارے ہاں اولاد ہوگی تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرنے والا ہے۔

اللّٰه ربكم خالق كل شى لا اله الا هو فانى توفكون O (المومن/ ۶۲)

اللہ تمہارا رب ہے وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے،اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تم لوگ شرک کر کے کہاں اُلٹے چلے جا رہے ہو؟

جن خوش نصیب بندوں کو ایمان،توحیداوراسلام کی دولت نصیب ہوگئی وہ ایسے عقلمند،خوش نصیب اورسعادتمند بندے ہیں جو صراطِ مستقیم پر قائم ہیں اور جن بدنصیب بندوں کو توحید،ایمان اوراسلام کی روشنی نہ مل سکی وہ ایسے نادان، بےوقوف اور بدبخت ہیں جو سیدھے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

ہم اپنے دین پر راضی ہیں

اے مسلمانو! دل کی گہرائی سے تم اس دولت کے ملنے پر شکرادا کرو کہ اللہ نے تمہیں اسلام کی دولت عطا کی اور توحید کے راستہ پر ڈال دیا، دعاء کرو کہ اسی دولت ایمان پر ہم سب کا خاتمہ ہو، جس رب نے تمہیں یہ دولت دی ہے اس کے رب ہونے پر رضا مندی کا اعلان کردو اور یوں کہو کہ **رضیت باللّٰہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد نبیاً** میں اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی اور خوش ہو گیا۔

سچ کہا محمد عربی ﷺ نے کہ اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو اللہ کو اپنا رب، اسلام کو اپنا دین اور محمد ﷺ کو اپنا رسول ماننے پر دل سے راضی ہو گیا ہم کو خوشی ہے اس بات پر کہ ہم ایسے رب کی عبادت کرتے ہیں جو اپنے وجود میں تنہا اور اکیلا ہے ساری دنیا سے بے نیاز ہے، نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور نظام کائنات کے چلانے میں اس کا کوئی نہ ساتھی ہے اور نہ کوئی مددگار۔

قل هو اللّٰه احد اللّٰه الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفواً احد

اے مسلمانو! تم ڈنکے کی چوٹ یہ کہدو کہ ہماری یہ نمازیں، ہماری یہ عبادتیں، ہمارا یہ جینا اور ہمارا یہ مرنا سب کچھ صرف اور صرف اللہ کے لئے ہے، جو سارے جہاں کا رب اور پالنہار ہے۔

ہم اس رب کے ہوتے ہوئے کسی اور رب کی تلاش کی جرأت نہیں کر سکتے، ہم اپنے اس رب پر مطمئن ہیں اور شکرگزار ہیں ہم ایک ایسے رب کی عبادت کرتے ہیں جو دنیا کی تمام چیزوں کا رب ہے، ہم ایسی لچر اور کمزور چیزوں کی پوجا پاٹ نہیں کرتے جن کو اپنے اوپر بیٹھی مکھی کو اُڑانے کی طاقت تک نہیں، ہم اس رب کی عبادت کرتے ہیں جس کے ہاتھ میں ہماری زندگی اور ہماری موت ہے، ہماری صحت اور ہماری تندرستی ہے، ہمارا نفع اور ہمارا نقصان ہے، ہماری ترقی اور ہمارا زوال ہے، ہماری کامیابی اور ہماری ناکامی ہے، ہماری حفاظت اور ہماری ہلاکت ہے۔

وہی محی زندہ کرنے والا ہے، وہی ممیت موت دینے والا ہے، وہی نافع نفع دینے والا ہے، وہی ضار نقصان دینے والا ہے، وہی غفار بخشنے والا ہے، وہی ستار عیبوں کی پردہ پوشی کرنے والا ہے۔

لوگ مال و دولت کے ملنے پر مطمئن اور خوش ہوتے ہیں، بنگلوں اور محلات کی تعمیر سے مطمئن اور مسرور ہوتے ہیں، ڈالر وپونڈ، دینارو درہم روپۓ اور پیسے کے ملنے پر شاداں وفرحاں نظر آتے ہیں، ہمیں بھی ان چیزوں کے ملنے پر فطری طور پر خوشی ہوتی ہے، مگر اے مسلمانو! ہمارے لئے سب سے بڑی خوشی اس بات پر ہے کہ ہم کو اسلام وایمان کی دولت نصیب ہوئی ہے، ہم کو اس نے مندروں کی پوجا پاٹ سے نکال کر مسجدوں کے رکوع وسجدہ میں لا بسایا ہے جس رکوع اور سجدہ میں اور قیام قعدہ میں سرور ہے، طمانیت ہے، سکون ہے، چین ہے اور کامیابی اور نجات ہے، دنیا اور آخرت کی فلاح وکامرانی ہے۔

اللہ غالب ہے

ہم طاقتور اور غالب رب ذوالجلال کے کمزور اور محتاج بندے ہیں ہم اپنا رُخ صرف اسی رب کی طرف کرتے ہیں جس کے ہاتھ میں ہماری دنیوی اور اخروی زندگی کی تقدیر ہے۔

واقیموا وجوھکم عند کل مسجدو ادعوہ مخلصین له الدین (الاعراف/ ۲۹)

اورتم سجدہ کے وقت اپنا رُخ سیدھا رکھا کرو اور اللہ کی عبادت اس طور پر کرو کہ اس عبادت کو خاص اللہ ہی کے واسطے رکھا کرو۔

اے مسلمانو! دنیا کی اکثریت اگر ایک اللہ سے منہ موڑ کر پتھروں، دیواروں، جانوروں اور سانپوں کی پوجا کرتی ہے اور ان کمزور چیزوں پر بھروسہ اور یقین رکھتی ہے تو تم صاف طور پر یہ کہہ دو کہ ہمارا رب ہمارے لئے کافی ہے۔

فان تولوا فقل حسبی اللّٰہ لا الہ الاھو علیه توکلت وھو رب العرش العظیم(التوبة/ ۱۲۹)

پھر اگر یہ لوگ منہ موڑ لیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کرلیا وہ بڑے بھاری عرش کا مالک ہے۔

ایمان کی مٹھاس

اسلام کا مقدس کلمہ پڑھنے والوں کے دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے بڑھ کر ہونی چاہئے اور اسلام کے دائرہ سے نکل کر کفر کی گندگی میں جانے کو وہ ایسے

ہی سمجھے جیسے ٹھنڈک میں بیٹھا ہوا آدمی آگ میں ڈالے جانے سے نفرت کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا، جس میں تین باتیں پائی جائیں گی اس کو ایمان کی مٹھاس نصیب ہوگی، ایک یہ کہ اللہ اور رسول اس کو تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوں، دوسرے یہ کہ جس آدمی سے بھی اس کو محبت ہو صرف اللہ ہی کے لئے ہو اور تیسرے یہ کہ ایمان کے بعد کفر کی طرف پلٹنے سے اس کو اتنی نفرت اور ایسی اذیت ہو جیسی کہ آگ میں ڈالے جانے سے ہوتی ہے۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیثِ رسول کو سننے کے بعد ہمیں اپنا اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ ہم نے دسترخوان پر سبزی اور گوشت کی لذت تو محسوس کی، لیکن کیا ہمیں ایمان کی لذت اور مٹھاس بھی کبھی محسوس ہوئی، اور آپ ﷺ نے ایمان کی اس حلاوت اور مٹھاس کو پانے کے لئے گویا تین شرطیں بیان کی ہیں، ایک تو یہ کہ ہمارے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہو جائے اب ہمیں اپنے دل کا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا ہمارے دلوں میں مال و دولت، سونے اور چاندی، اہل و عیال، دوست واحباب رشتہ دار اور پڑوسی زیادہ محبوب ہیں یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول زیادہ پسند ہیں اور دوسری بات یہ کہ ہم جن سے بھی محبت رکھتے ہیں وہ محبت کس غرض سے رکھتے ہیں کیا اس محبت کی غرض اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، اگر واقعی یہی غرض ہے تو ایمان کی حلاوت ومٹھاس پانے کے ہم حقدار ہیں، اور تیسری بات یہ کہ ہمارے دل میں کفر سے اس قدر نفرت ہونی چاہئے جتنی نفرت آگ میں کودنے سے ہوتی ہے، اگر واقعی یہی کیفیت ہمارے دلوں کی ہے تو ہمارے دل اس نعمت سے معمور ہیں جس سے ایمان کی حلاوت اور مٹھاس محسوس ہوتی ہے۔

آیئے! ہم اپنی موت کے بعد والی زندگی کے لئے کچھ کرنے کا تہیہ کریں اور اس دن کی ہولناکی کا احساس دل میں پیدا کریں، جس دن کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور ہر ایک کو اپنے کئے کی سزا بھگتنی ہوگی، اللہ تعالیٰ ہم کو فکرِ آخرت نصیب فرمائے اور ہمارے دلوں میں ایمان کی حلاوت اور مٹھاس پیدا فرمادے اور ہمارے دلوں کو ایمان کی دولت سے مالا مال فرمادے۔ آمین. و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین.

■ ■ ■

موت، عذاب قبر اور میدان محشر

- جسم اور روح
- دین سے غفلت
- منکرین حدیث
- عذاب قبر
- عقیدۂ آخرت
- ہر ایک کو مرنا ہے
- موت کے بعد............
- میدان محشر میں ہماری حالت
- اللہ تعالیٰ فرمائیں گے
- قبروں سے گزرنے والو............

■ ■ ■

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم . منها خلقنکم و فیها نعیدکم ومنها نخرجکم تارۃ اخریٰ O (طٰهٰ / ۵۵)

کل نفس ذائقة الموت وانما توفون اجورکم یوم القیمةO(آل عمران/۱۸۵)

وان الساعة اٰتیة لاریب فیها وان اللّٰہ یبعث من فی القبورO(الحج / ۷)

این ماتکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدہO(النساء /۷۸)

واذا القبور بعثرت علمت نفس ما قدمت و اخرت O (الانفطار / ۴)

اللّٰہ لا الہ الا ھو لیجمعنکم الی یوم القیمة لاریب فیه ومن اصدق من اللّٰہ حدیثا O (النساء / ۸۷)

ولقد جئتمونا فرادیٰ کما خلقنکم اول مرۃ وترکتم ما خولنکم وراء ظهورکمO (الانعام/ ۹۵)

قال فیها تحیون و فیها تموتون ومنها تخرجون O (الاعراف / ۲۵)

کل نفس ذائقة الموت ونبلوکم بالشر والخیر فتنة والینا ترجعونO(الانبیاء: ۳۵)

ان الذی احیاها لمحی الموتی انه علی کل شیئ قدیر (حم السجدہ/ ۳۹)

واعبد ربک حتی یأتیک الیقین O (الحجر / ۹۹)

هو الذی احیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ان الانسان لکفورO(الحج/ ٦٦)

و عن عثمانؓ قال کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علیه فقال استغفر والاخیکم ثم سلو اله بالتثبیت فانه الآن یسال O (ابو دود)

او کما قال علیه الصلوٰۃ والسلام .

برادرانِ ملت : جس دنیا میں ہم چلتے، پھرتے، کھاتے، پیتے اور رہتے بستے ہیں اس دنیا کی حالت اور کیفیت اور اس دنیا سے متعلق تمام چیزوں کا علم تقریباً ہم کو ہے اس لئے کہ یہ دنیا ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، ایک ایسی چیز جو آنکھوں کے سامنے ہو، اس کا سمجھنا بہت آسان ہوتا ہے لیکن جو چیز سامنے بھی نہ ہو اور نظر بھی نہ آئے اس کا سمجھنا عموماً آسان نہیں ہوتا۔

انسان کی زندگی کا آغاز اس کی پیدائش سے ہوتا ہے اور موت جب آتی ہے تو اس کی اس دنیوی زندگی کا اختتام ہوتا ہے اسلامی تعلیمات پر یقین رکھنے والوں کے لئے یہ بات نئی نہیں ہے کہ موت سے انسان ختم نہیں ہوتا بلکہ ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف منتقل ہوتا ہے اور جن مخلوقات سے اس کی وابستگی اور تعلق تھا وہ ٹوٹ جاتا ہے اور وہ موت کے ذریعہ اپنے حقیقی رب سے جا ملتا ہے، چونکہ موت سے پہلے کی زندگی کے احوال خود ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اس لئے یہ روزِ روشن کی طرح واضح ہیں لیکن موت اور موت کے بعد کے احوال کا علم ہمیں اس لئے نہیں ہے کہ ہم نے نہ موت کو اپنے اوپر آتے ہوئے دیکھا اور نہ ہم نے قبر کی زندگی دیکھی ہے اور نہ عالم برزخ میں ہم نے اپنا وقت گزارا ہے، جس طرح پانی اور خون کے جراثیم کا علم صرف اسی شخص کو ہوتا ہے جس کے پاس خوردبین ہو، اسی طرح موت اور موت کے بعد کے مناظر کی کیفیت حقیقی معنی میں وہی بیان کر سکتے ہیں جن کو آسمانی ہدایات براہِ راست ملی ہوں، ظاہر ہے کہ موت اور موت کے بعد کے حالات کا علم جس قدر انبیاء کرام علیہم السلام کو ہے اس قدر کسی اور مخلوق کو ہو

نہیں سکتا، بہت سی ایسی باتیں جن کا تعلق آخرت، قیامت، قبر، عالم برزخ، جنت دوزخ، میزانِ عدل وغیرہ سے ہے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ انبیاء کرام علیہم السلام کو بتلائیں، اس لئے جو بات کسی نبی نے بتلائی ہو اس کو تسلیم کر لینا ہی واحد راستہ ہے جس کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوسکتی۔

انبیاء کرام نے عالم برزخ سے متعلق جتنی باتیں بتلائی ہیں ان میں ہر بات ایسی ہے جو ممکن ہے یہ اور بات ہے کہ بعض باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں، اس لئے کہ اس کے نمونے ہمارے سامنے نہیں ہوتے۔

جسم اور روح

انسان کی ایک زندگی تو وہ ہے جو موت سے پہلے کی ہے جس زندگی سے ہم گزر رہے ہیں اور دوسری زندگی موت کے بعد کی ہے جو ہمارا ابدی ودائمی مستقبل ہے، دنیا میں تکلیف ومصیبت یا راحت ولذت کی جو کیفیت بھی پیش آتی ہے اس کا تعلق پہلے ہمارے جسم سے ہوتا ہے پھر اس کے بعد روح سے ہوتا ہے، انسان کو چوٹ لگتی ہے تو جسم پہلے متاثر ہوتا ہے اس کے اثر سے روح کو بھی دکھ ہوتا ہے، اور کھانے پینے سے جو لذت حاصل ہوتی ہے پہلے زبان کو لذت ملتی ہے پھر دل ودماغ کو لذت ملتی ہے، اس سے روح کو بھی لذت حاصل ہوتی ہے، یہ دنیا کا معاملہ ہے، آخرت کا معاملہ اس کے برعکس ہے، موت کے بعد جو تکلیف آتی ہے یا جو راحت ملتی ہے اس کا تعلق پہلے روح سے ہوتا ہے پھر جسم سے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ عالم برزخ اور عالم آخرت میں جو بھی اچھی یا بری حالت ہوگی اس کا تعلق براہِ راست روح پر ہوگا اور جسم اس سے بعد میں متاثر ہوگا، نتیجہ یہ نکلا کہ مرنے کے بعد والی تکلیف اور مصیبت کے اثرات روح اور جسم دونوں پر مرتب ہوں گے۔

دین سے غفلت

برادرانِ اسلام : میں نے تمہیدی طور پر یہ باتیں آپ کے سامنے اس لئے رکھی ہیں تاکہ موت اور موت کے بعد کے احوال قرآن مجید کی آیات اور نبی کریم ﷺ کے اِرشادات کی روشنی میں بتلاؤں ان باتوں کو یقین کی کیفیت میں ڈوب کر سننے اور سمجھنے کی اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اپنی بیماری کا علاج کرتے ہیں تو ماہر ڈاکٹر سے علاج کرتے ہیں اور تجربہ کار ڈاکٹر کی رائے کا اعتبار کرتے ہیں، لیکن دین کی باتوں کے معاملہ میں ہم اس قدر لاپرواہ ہیں کہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم دین کی یہ باتیں معتبر و مستند عالم دین سے سن رہے ہیں یا غیر معتبر آدمی سے سن رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بہت سے گمراہ لوگ دین و ایمان کی باتیں لوگوں کو سمجھانے میں مصروف ہیں اور اپنی گمراہ کن باتوں کے ذریعہ لوگوں کے عقیدے خراب کررہے ہیں اور نبی کریم ﷺ کے دین میں رخنہ ڈالنے اور تفرقہ پیدا کرنے کی سازشیں کررہے ہیں۔

منکرین حدیث

آج کل ایک طبقہ منکرین حدیث کا پیدا ہوا ہے جو اپنے آپ کو ایک پیارے نام سے مشہور کر چکا ہے، لوگ اس طبقہ کو اہل قرآن کہتے ہیں، اس طبقہ نے بہت سی ایسی باتوں کا انکار کیا ہے جن کا ثبوت قرآن وحدیث میں موجود ہے، مثلاً عذابِ قبر ہی کو لیجئے کہ صحیح احادیث سے عذاب قبر کا ثبوت ملتا ہے، مگر یہ طبقہ عقلی طور پر عذاب قبر کو محال قرار دیتا ہے اور صاف طور پر عذاب قبر ہی کا انکار کرتا ہے۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ دین کی باتیں ہر ایرے غیرے سے سن کر یقین نہ کرلیں بلکہ دین کی باتیں مستند و معتبر علماء دین سے سنیں یا کسی دوسرے سے سنیں تو مستند علماء سے ان باتوں کی تصدیق کرلیں، اور بنیادی طور پر یہ بات ذہن میں رکھیں کہ دین اسلام کو اپنی عقل کی ترازو میں تول کر جانچنے کی کوشش نہ کریں ہم اللہ کے بندے ہیں اور اس کے رسول کی اُمت میں داخل ہیں ہمارا دینی فریضہ یہ ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کی ہر بات کو دل کی گہرائی سے قبول کرلیں چاہے وہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے اسی کو مومن اور مسلمان کہتے ہیں جو دل سے اللہ اور اس کے رسول کی بات کی تصدیق کرے اور ان باتوں کے حق ہونے کا زبان سے اقرار واعتراف کرے، دنیا میں آپ کو ایسے محسن نما ملّا ملیں گے جو آپ کو دین کی باتیں بتلائیں گے اور یوں کہیں گے کہ جو بات قرآن میں ہے وہی حق ہے جو قرآن میں نہیں ہے ضروری نہیں ہے کہ ہم اس کو مانیں ایسے لوگ آپ کے محسن نہیں یہ لوگ اسلام کے دشمن ہیں، یہ لوگ اس طرح کی میٹھی باتیں کریں گے کہ جب قبر کے عذاب کا تذکرہ قرآن مجید میں نہیں ہے تو پھر عذاب قبر بھی نہیں ہے، ایسے لوگوں سے آپ کہیے کہ قرآن مجید میں پانچ

وقت کی تمام رکعتوں کا مفصل ذکر ہی نہیں ہے تو کیا پانچ نمازوں کا انکار ہی کر دیں گے؟ قرآن مجید میں نماز کا مفصل طریقہ ہی بیان نہیں کیا گیا ہے کیا نماز کے اس طریقہ کا انکار کر دیں گے جو طریقہ آپ ﷺ نے نماز پڑھ کر ہم کو بتلایا۔

عذاب قبر

ہم دین پر عمل کرنے میں جس طرح قرآن مجید کے محتاج ہیں اسی طرح آپ ﷺ کی حدیثوں کے بھی محتاج ہیں، اور آپ ﷺ سے واضح انداز میں قبر کے عذاب سے متعلق ایک طویل حدیث نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا، اللہ کا مومن بندہ اس دنیا سے منتقل ہوکر جب عالم برزخ میں پہونچتا ہے یعنی قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کے پاس اللہ کے دو فرشتے آتے ہیں وہ اس کو بٹھاتے ہیں پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے پھر فرشتے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا کہ میرا دین اسلام ہے، پھر فرشتے پوچھتے ہیں کہ یہ آدمی جو تمہارے اندر نبی کی حیثیت سے کھڑا کیا گیا تھا یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ کہتا ہے وہ اللہ کے سچے رسول ہیں وہ فرشتے کہتے ہیں تمہیں یہ بات کس نے بتلائی؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس کتاب نے مجھے بتلایا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں تو میں ایمان لایا اور میں نے ان کی تصدیق کی، رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ مومن بندہ کا یہی جواب ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے کہ:

یثبت اللّٰہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیواۃ الدنیا و فی الآخرۃ (ابراھیم/۲۷)

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو سچی پکی بات یعنی صحیح عقیدہ اور صحیح جواب کی برکت سے ثابت قدم رکھے گا دنیا میں اور آخرت میں یعنی وہ گمراہی سے اور اس کے نتیجہ میں آنے والے عذاب سے محفوظ رکھے جائیں گے۔

اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ندا دینے والا آسمان سے ندا دیتا ہے

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمان سے اعلان کرایا جاتا ہے کہ میرے بندے نے ٹھیک بات کہی اور صحیح صحیح جوابات دیئے لہٰذا اس کے لئے جنت کا فرش کرو اور جنت کا اس کو لباس پہناؤ اور جنت کی طرف اس کے لئے ایک دروازہ کھول دو چنانچہ وہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس سے جنت کی خوشگوار ہوائیں اور خوشبوئیں آتی ہیں اور جنت میں اس کے لئے منتہائے نظر تک کشادگی کر دی جاتی ہے، یعنی پردے اس طرح اٹھا دیئے جاتے ہیں کہ جہاں تک نگاہ اس کی جائے وہ جنت کی بہاروں اور اس کے نظاروں سے خوشی اور فرحت حاصل کرتا رہے گا، یہ تو ایمان کا ذکر تھا اس کے بعد آپ ﷺ نے ایمان نہ لانے والے کافر کی موت کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اور اس کے پاس بھی دو فرشتے آتے ہیں وہ اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے بھی پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں کچھ نہیں جانتا پھر فرشتے اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا تھا؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں کچھ نہیں جانتا پھر فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ یہ آدمی جو تمہارے اندر مبعوث ہوا تھا تمہارا اس کے بارے میں کیا خیال تھا وہ پھر بھی یہی کہتا ہے ہائے ہائے میں کچھ نہیں جانتا آسمان سے ایک ندا دینے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکارتا ہے کہ اس نے جھوٹ کہا اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے منادی ندا کرے گا کہ اس کے لئے دوزخ کا فرش کرو اور دوزخ کا اس کو لباس پہناؤ اور اس کے لئے دوزخ کا ایک دروازہ کھول دو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کو برابر دوزخ کی گرمی اور دوزخ کی لپٹیں اور جلانے جھلسانے والی ہوائیں اس کے پاس آتی رہیں گی اور اس کی قبر اس پر نہایت تنگ کر دی جائے گی، جس کی وجہ سے اس کے سینے کی پسلیاں ادھر سے اُدھر ہو جائیں گی، پھر اس کو عذاب دینے کے لئے ایک ایسا فرشتہ اس پر مسلط کیا جائے گا جو نہ کچھ دیکھے گا نہ سنے گا اس کے پاس لوہے کے ایسے گرز ہوں گے کہ اگر اس کی مار کسی پہاڑ پر لگائی جائے تو وہ بھی مٹی کا ڈھیر ہو جائے وہ فرشتہ اس گرز سے اس پر ایک ضرب لگائے گا جس سے وہ اس طرح چیخے گا جس کو جن وانس کے علاوہ وہ سب چیزیں سنیں گی جو مشرق و مغرب کے درمیان ہیں، اس ضرب سے وہ خاک ہو جائے گا اس کے بعد اس میں پھر روح ڈالی جائے گی۔ اس حدیث کو مسند احمد نے بھی روایت کیا ہے، اس قدر واضح حدیث کے سننے کے بعد کیا کوئی مسلمان عذاب قبر کے

انکار کی جرأت کر سکے گا؟ بدقسمت، بد بخت اور گمراہ ہے وہ شخص جو آپ ﷺ کی ان احادیث کا انکار کر دے، عذابِ قبر کا انکار کرنے والے شاید اس وقت عذابِ قبر کا اعتراف کریں گے جب وہ محض اس عذاب کے انکار کی وجہ سے گرفتار عذاب ہو جائیں گے۔

ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ قبر کے عذاب کا ثبوت بخاری اور مسلم میں ہوتو مانیں گے، چلیے ہم بخاری اور مسلم سے روایت کردہ حدیث بھی سناتے ہیں جس کو ایک ایسے صحابی نے روایت کیا ہے جنہیں دس سال تک مسلسل آپ ﷺ کی خدمت کا موقع نصیب ہوا جن کو تاریخ حضرت انسؓ سے یاد کرتی ہے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

بندہ جب اپنی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی جو جنازے کے ساتھ آئے تھے واپس چلے جاتے ہیں اور ابھی وہ اتنے قریب ہوتے ہیں کہ ان کی جوتیوں کی آواز وہ سن رہا ہوتا ہے تو اسی وقت اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں وہ اس کو بٹھاتے ہیں پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ ان کا یہ سوال رسول اللہ ﷺ کے متعلق ہوتا ہے پس جو سچا مومن ہوتا ہے وہ کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول برحق ہیں یہ جواب سن کر فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ دوزخ میں جو تمہاری جگہ ہونے والی تھی ذرا اس کو دیکھ لو اب اللہ نے بجائے اس کے تمہارے لئے جنت میں ایک جگہ عطا فرمائی ہے اور وہ یہ ہے اس کو بھی دیکھ لو چنانچہ وہ جنت و دوزخ کو ایک ساتھ دیکھے گا اور جو منافق اور کافر ہوتا ہے تو اسی طرح اس سے بھی پوچھا جاتا ہے کہ اس شخص کے بارے میں تم کیا کہتے تھے پس وہ منافق اور کافر کہتا ہے کہ میں ان کے بارے میں خود تو کچھ جانتا نہیں دوسرے لوگ جو کہا کرتے تھے وہی میں بھی کہتا تھا اس کو کہا جائے گا کہ تو نے نہ تو خود جانا اور نہ تو نے پیروی کی اور لوہے کی گرزوں سے اس کو مارا جائے گا جس سے وہ اس طرح چیخے گا کہ جن وانس کے علاوہ اس کے آس پاس کی ہر چیز اس کا چیخنا سنے گی۔

مسند احمد نے حضرت جابرؓ سے یہ واقعہ بھی نقل کیا ہے اس واقعہ کو آپ حضرات غور سے سنیں اور ان لوگوں کو بتلائیں جو عذابِ قبر کا انکار کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے کس قدر واضح انداز میں قبر کے عذاب کی حقیقت بتلائی، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب مشہور انصاری صحابی حضرت

سعد بن معاذ ؓ کی وفات ہوئی تو ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کے جنازے پر گئے، پھر جب رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو قبر میں اُتار کر جب قبر برابر کردی گئی تو رسول اللہ نے **سبحان اللہ سبحان اللہ** کہا، آپ ﷺ کو دیکھ کر آپ ﷺ کی اتباع میں ہم بھی دیر تک **سبحان اللہ سبحان اللہ** کہتے رہے، پھر آپ ﷺ نے **اللہ اکبر اللہ اکبر** کہنا شروع کیا تو ہم بھی آپ کی اتباع میں **اللہ اکبر اللہ اکبر** کہنے لگے، پھر آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! اس وقت آپ کی اس تسبیح اور تکبیر کا کیا خاص سبب تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے اس نیک بندے پر اس کی قبر تنگ ہوگئی تھی جس سے اس کو تکلیف تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے تنگی کی اس کیفیت کو دور فرما کر کشادگی پیدا فرمادی اور اس کی تکلیف دور کردی۔

بزرگانِ محترم! غور کرنے کا مقام ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایسے صحابی پر قبر تنگ کردی گئی جو ممتاز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شمار کئے جاتے ہیں، یہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے جنگ بدر میں شرکت کی، روایتوں میں آتا ہے کہ ستر ہزار فرشتوں نے ان کے جنازے میں شرکت کی اور آسمان کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے گئے، اس قدر فضیلت کے باوجود قبر کی تنگی کی تکلیف سے انہیں بھی گزرنا پڑا، اگرچہ کہ یہ تکلیف آپ ﷺ کی توجہ وعنایت سے فوراً ہٹالی گئی۔

ہمیں اپنے پروردگار سے باربار یہ دعاء کرتے رہنا چاہئے کہ قبر کی تنگی اور قبر کے عذاب سے پروردگار ہماری حفاظت فرمائے۔

اے قبر کے عذاب کا انکار کرنے والے بدنصیب لوگو! آؤ ان احادیث کو سنو، دلوں کے دروازے کھول کر سنو، پھر سبق حاصل کرو کہ آپ ﷺ سے کس طرح صاف طور پر قبر کی تنگی اور اس کا عذاب ثابت ہے، اگرچہ کہ ماننے والوں کے لئے ایک ہی حدیث کافی ہے مگر ہم اور حدیثیں بھی سنانا چاہتے ہیں تاکہ آپ کے پاس حجت اور دلیل کے طور پر یہ احادیث مستحضر رہیں اور عذاب قبر کے منکرین سے سامنا ہو تو ان احادیث کو پیش کرسکیں۔

امام بخاریؒ نے حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے خطبہ اِرشاد فرمایا اور اس میں اس آزمائش کا ذکر فرمایا جس میں مرنے والا آدمی مبتلا ہوتا ہے

یعنی قبر کے فتنوں اور وہاں کی تنگیوں کا حال بیان فرمایا تو اس ہولناک کیفیت کو سن کر صحابۂ کرامؓ خوف اور دہشت کی وجہ سے چیخ اُٹھے اور اس وقت ایک کہرام سا مچ گیا۔

امام مسلمؒ نے حضرت زید بن ثابت انصاریؓ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ جبکہ رسول اللہ ﷺ اپنے خچر پر سوار ہو کر قبیلۂ بنی نجار کے ایک باغ سے گذر رہے تھے اچانک آپ ﷺ کا خچر راستے سے ہٹا اور ٹیڑھا ہو گیا اور اس کی حالت ایسی ہو گئی کہ قریب تھا کہ وہ آپ ﷺ کو گرادے، اچانک نظر پڑی تو دیکھا کہ وہاں چھ یا پانچ قبریں ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان قبروں کے مردوں سے کون واقف ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص نے کہا میں جانتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا یہ لوگ کس زمانے میں مرے تھے؟ اس شخص نے عرض کیا شرک کے زمانہ میں، آپ ﷺ نے فرمایا یہ لوگ قبروں میں عذاب میں مبتلا ہیں، اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن نہ کرسکو گے تو میں اللہ سے دعاء کرتا کہ قبر کے عذاب میں سے جتنا کچھ میں سن رہا ہوں وہ اس میں سے کچھ تم کو بھی سنادے، یہ فرمانے کے بعد آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو، سب کی زبان سے نکلا ہم دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو سب نے کہا ہم قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگو، ظاہری فتنوں سے بھی اور باطنی فتنوں سے بھی سب نے کہا ہم سب ظاہری و باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا دجال کے عظیم فتنے سے اللہ کی پناہ مانگو سب نے کہا ہم دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

برادرانِ عزیز! کیا اس واقعہ سے یہ ثبوت نہیں ملتا؟ کیا اس واقعہ کو سننے کے بعد بھی کوئی شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ قبر کا عذاب برحق ہے، جب آپ ﷺ نے خود قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگنے کا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ قبر کا عذاب سرے سے ہے ہی نہیں، ایسے لوگ جو قبر کے عذاب کا صاف انکار کرتے ہیں وہ حقیقت میں قبر کے عذاب کا انکار نہیں کررہے ہیں بلکہ آپ ﷺ کی حدیثوں کا انکار کررہے ہیں اور جو شخص آپ ﷺ کی احادیث کا انکار کردے اس کے مومن و مسلمان ہونے پر کوئی مسلمان یقین ہی نہیں کرسکتا، ایسا شخص فاسق و فاجر بلکہ دین سے خارج ہے، جو آپ ﷺ کی احادیث کا صاف طور پر انکار کردے۔

عقیدۂ آخرت

بہرحال ہم نے اپنی تقریر کا آغاز جن آیات کی تلاوت سے کیا تھا ان آیات کا تعلق موت اور مابعد الموت سے ہے، چونکہ بات موت کے بعد قبر کی آ گئی تھی تو قبر کے عذاب کا مسئلہ سامنے آ گیا تھا، جہاں تک تعلق موت اور موت کے بعد کے مراحل کا ہے، ایک مسلمان کا عقیدہ یہی ہے کہ آدمی موت کے بعد سے قیامت کے قائم ہونے تک جس عالم میں ہوتا ہے وہ عالمِ برزخ ہوتا ہے، پھر اس کے بعد قیامت کا دن ہوگا، ساری انسانیت اللہ کے حضور کھڑی ہوگی میزانِ عدل قائم ہوگا، نیک اور برے اعمال تولے جائیں گے، سارے انسانوں کے اعمال کا محاسبہ ہوگا، پھر مواخذہ ہوگا، پھر فیصلے ہوں گے، پھر کسی کو جنت کی طرف پوری شان وشوکت سے لے جایا جائے گا اور کسی کو دوزخ کی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

ہر ایک کو مرنا ہے

موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے کہ جس کے منہ سے کوئی بچ نہیں سکے گا، قرآن مجید نے یہ صاف اعلان کر دیا کہ **کل نفس ذائقة الموت** ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، عالم کو بھی مرنا ہے مفسر کو بھی، محدث کو بھی مرنا ہے فقیہ کو بھی، نحوی کو بھی مرنا ہے صرفی کو بھی، مالدار کو بھی مرنا ہے غریب کو بھی، آقا کو بھی مرنا ہے غلام کو بھی، امام کو بھی مرنا ہے، مقتدی کو بھی، مرد کو بھی مرنا ہے عورت کو بھی، بچہ کو بھی مرنا ہے بوڑھے کو بھی، نبی کو بھی مرنا ہے صحابی کو بھی، تابعی کو بھی مرنا ہے ولی کو بھی، صدیق کو بھی مرنا ہے، شہید کو بھی، بڑے کو بھی مرنا ہے چھوٹے کو بھی، یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ موت کے منہ سے نہ کوئی بچا ہے اور نہ کوئی بچ نہیں سکے گا۔

حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر بھی موت کے پنجہ سے بچ نہ سکا، فرعون وقت کا بادشاہ ہونے کے باوجود بھی موت کے منہ سے بھاگ نہ سکا، قارون دولت کے خزانوں میں غرق ہونے کے باوجود بھی موت کے منہ سے بچ نہ سکا۔ قرآن مجید کہتا ہے:

این ما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدة (النساء/۷۲)

تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں ہی تم کو موت آ دبادے گی، اگر چہ تم قلعی چونا کے قلعوں ہی میں کیوں نہ ہوں موت سے بھاگنے والا کبھی کامیاب نہ ہو سکا، جو بھی موت سے بھاگا موت نے اس کا پیچھا کیا اور کسی کو نہ بخشا۔

قل ان الموت الذی تفرون منه فانه ملقیکم O (الجمعه/۸)

اے پیارے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ موت تم کو آ پکڑے گی۔

ثم تردون الی علم الغیب والشهادة O (الجمعه/۸)

پھر تم لوٹ کر اسی رب ذوالجلال کی طرف جاؤ گے جو غائب اور حاضر دونوں کا جاننے والا ہے

بزرگان محترم! جس رب ذوالجلال نے زندگی دی وہی موت کا بھی مالک ہے وہ جب چاہتا ہے جس کو چاہتا ہے موت کے گھاٹ اتارتا ہے، اس کو اس کے اِرادے سے روکنے کی طاقت دنیا کے کسی فرد میں نہیں ہے۔ قرآن مجید نے کہا:

هو الذی احیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم O

وہی ہے وہ خدا جس نے تم کو پہلی مرتبہ زندہ کیا یعنی پیدا کیا پھر تم کو موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا

قرآن مجید نے یہ بھی بتلا دیا کہ:

منها خلقنکم و فیها نعیدکم و منها نخرجکم تارة اخریٰ (طٰهٰ/۵۵)

اے انسانو! اسی مٹی سے ہم نے تم کو پیدا کیا ہے اور اسی میں ہم تم کو لوٹا دیں گے اور اسی مٹی سے دوبارہ زندہ کر کے ہم تم کو نکالیں گے۔

موت کے بعد

بزرگان محترم! موت برحق ہے اور موت کے بعد کے مراحل کٹھن اور دشوار ہیں اور موت سے پہلے کی یہ مختصر سی بے بھروسہ زندگی موت کے بعد کی زندگی کی تیاری کے لئے دی گئی ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو فرمایا کہ:

واعبد ربک حتی یاتیک الیقین O

اے پیارے پیغمبر! آپ اپنے رب کی عبادت کرتے رہیے یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے ،موت تک کی یہ ساری زندگی اسی وقت کامیاب ہے جب کہ یہ اللہ کی عبادت میں گذر جائے ،ایک کافر موت تک کی زندگی کے بارے میں فکر کرتا ہے سوچتا ہے، منصوبے بناتا ہے، دوڑ دھوپ کرتا ہے، کوششیں کرتا ہے، ہاتھ پیر مارتا ہے، مگر ایک مسلمان کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ صرف موت تک کے لئے محدود کوشش نہیں کرتا ،اس لئے کہ اس کو معلوم ہے کہ موت تک کی زندگی مختصر ترین ہے اور محدود ہے وہ موت کے بعد کی زندگی کو نشانہ بناتا ہے اور موت کے بعد کے احوال اور وہاں کی کامیابی کی فکر میں جیتا ہے، اس کی یہ فکر اس کو کبھی رکوع میں کبھی سجدہ میں، کبھی تلاوت قرآن میں کبھی ذکر و تسبیح میں لگائے رکھتی ہے، یہی فکر آخرت اس کو اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنی جان اللہ تعالیٰ کے لئے قربان کردے اور اپنا مال اس کی راہ میں خرچ کردے، وہ تن من دھن کی بازی لگاتا ہے، ہمہ تن آخرت کے لئے کوششیں کرتا ہے، اس کو کبھی جنت کا شوق ہوتا ہے تو کبھی دوزخ کا خوف فکر میں مبتلا کرتا ہے، اس کو کبھی آخرت کی ہولناکیاں غم و رنج میں مبتلا کرتی ہیں تو کبھی اس کو پل صراط کی تنگ راہیں بے قرار کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ کو ایسے ہی بندے پیارے اور محبوب ہیں۔

میدان محشر میں ہماری حالت

بزرگانِ محترم! آج ہم اپنے دوستوں، یاروں، رشتہ داروں، پڑوسیوں اور بیوی بچوں کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں، لیکن کل جس دن میری اور آپ کی روح جسم سے جدا ہوجائے گی اور ہم موت کے آغوش میں ہوں گے تو ہمیں نہ دوست اپنے گھر میں رکھنا چاہے گا اور نہ ہمارے بچے ایک رات سے زائد اپنے گھر میں رکھنے کو پسند کریں گے، سب مل کر جلد از جلد دو گز زمین کے ٹکڑے میں اکیلا و تنہا چھوڑ کر آجائیں گے، ہم اپنی اسی پرانی حالت پر آجائیں گے کہ اکیلے ہی پیدا ہوئے تھے اور اب اکیلے ہی قبر کی تنہائیوں میں پڑے ہوئے ہیں اور معلوم ہونا چاہئے کہ ہمیں تنہا ہی کل قیامت کے دن اٹھنا ہے کوئی ہمارا دوست ہمارا ساتھ دینے والا نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

ولقد جئتمونا فرادیٰ کما خلقنکم اول مرة O(الانعام/۹۴)

تم ہمارے پاس تنہا ہی آئے ہو جیسے کہ ہم نے تم کو پہلی مرتبہ تنہا ہی پیدا کیا تھا۔

مسلمانو! آج ہم نے اپنی ملازمت، اپنی تجارت اپنی صنعت وحرفت اور اپنی دیگر مصروفیات میں اپنے آپ کو اس قدر مصروف ومشغول کرلیا ہے کہ ہماری زندگی کی دنیوی مصروفیات سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاید ہم اس دنیا میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور موت شاید کبھی ہم پر آنے والی نہیں ہے۔

جب ہم سب کو مرنا ہے اور ہماری موت کا علم ہم میں سے کسی کو نہیں ہے کہ کب مریں گے، کہاں مریں گے، کس حالت میں مریں گے، کس طرح مریں گے؟ تو پھر اس قدر موت سے غفلت اور بے خوفی کے کیا معنی ہیں؟

ہمیں موت سے پہلے والی زندگی کی جتنی فکر ہے اس کی ایک فیصد فکر بھی اس زندگی کی نہیں ہے جو زندگی موت کے بعد کی ہے، جبکہ موت سے پہلے کی زندگی میں پیش آنے والے مصائب اس قدر سنگین نہیں ہیں جس قدر ہولناک اور سنگین حالات موت کے بعد پیش آئیں گے، موت کے ساتھ ہی ایسے ایسے حالات اور سختیاں پیش آئیں گی کہ اللہ کے رحم وکرم کے بغیر اس سے نجات پانا ناممکن اور محال ہے۔

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ تھا کہ جب میت کے دفن سے فارغ ہوجاتے تو قبر کے پاس کھڑے ہوتے اور فرماتے کہ اپنے اس بھائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعاء کرو اور یہ بھی درخواست کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کو سوالوں کے جواب میں ثابت قدم رکھے کیونکہ اس وقت اس سے پوچھ گچھ ہوگی۔

دنیا کی کسی ادنیٰ حکومت کا کوئی ادنیٰ آفیسر کسی ادنیٰ ملازم سے پوچھ گچھ کرتا ہے تو آدمی پسینہ سے شرابور ہوجاتا ہے اور حیران پریشان دکھائی دیتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مواخذہ ہوگا اور محاسبہ ہوگا اور پوچھ گچھ ہوگی تو پھر اس وقت اس کمزور وگنہ گار انسان کا کیا حال ہوگا۔

قبروں سے گزرنے والو!

آج ہم قبروں سے گزرتے ہیں مگر ہمارے دل میں نہ خوف کی کوئی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور نہ آنکھوں سے آنسو کا کوئی قطرہ ٹپکتا ہے، ہم اس طرح ان قبروں سے گزر جاتے ہیں گویا ہم کو کبھی ان قبروں میں سونا ہی نہیں ہے، ہم دوسرں کی قبروں کو دیکھنے کے عادی اس طرح ہو گئے ہیں کہ یوں سمجھتے ہیں کہ قبر صرف دوسرے ہی کی کھدے گی اور ہماری قبر کبھی نہیں کھدے گی، حالانکہ آج جن لوگوں کی قبروں کو یہ شخص دیکھ رہا ہے ایک دن کوئی دوسرا شخص خود اس کی قبر بھی دیکھے گا، اس لئے کسی عربی شاعر نے کیا خوب کہا:

اذا حملت علی القبور جنازۃ فاعلم بانک بعدھا محمول

اگر تو کسی جنازہ کو دیکھ کہ لوگ اس کو اپنے کندھوں پر اٹھائے لے جا رہے ہیں تو یہ مت سمجھ کہ یہ صرف فلاں کا جنازہ ہے بلکہ یہ جان لے کہ اس کے بعد تیری باری بھی ہے کہ تجھ کو بھی اسی طرح اٹھا کر لے جایا جائے گا۔ آج کتنے جنازے ہماری نگاہوں کے سامنے جاتے ہیں ہر زندہ آدمی اس کو دوسرے کا واقعہ سمجھتا ہے حالانکہ وہ مستقبل کا اپنا واقعہ ہے، اسی حقیقت کو صحابۂ کرامؓ نے محسوس کیا تھا اور ان کی نظریں جب قبروں پر پڑتیں تو دل کی دنیا ہی بدل جاتی تھی چنانچہ حضرت عثمانؓ کے بارے میں ترمذی اور ابن ماجہ نے یہ روایت ہے کہ جب وہ کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو بہت روتے یہاں تک کہ آنسوؤں سے ان کی ڈاڑھی تر ہو جاتی ان سے پوچھا گیا یہ کیا بات ہے کہ آپ جنت و دوزخ کو یاد کرتے ہیں تو نہیں روتے اور قبر کی وجہ سے اس قدر روتے ہیں حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے پس اگر بندہ اس سے نجات پا گیا تو آگے کی منزلیں اس سے زیادہ آسان ہیں اور اگر قبر کی منزل سے بندہ نجات نہ پا سکا تو اس کے بعد کی منزلیں اس سے اور زیادہ سخت اور کٹھن ہیں۔

بزرگانِ محترم! ہمیں اپنی زندگی کا رُخ بدلنا ہے اور موت اور موت کے بعد کے مراحل کے سلسلہ میں فکر کرنا ہے اور اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کی زندگی کو نمونہ بنانا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو فکرِ آخرت نصیب فرمائے اور قبر کے عذاب سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

اسلام فولاد کی تلوار سے نہیں اخلاق کی تلوار سے پھیلا ہے

- نقشہ بدل گیا
- ان سب کا دل کس نے جیتا؟
- مال دار ترین خاتون اسلام کے دائرہ میں
- کم عمر علیؓ کو کس نے مجبور کیا؟
- دربار رسالت چھوڑنے کے لئے تیار نہیں
- نوجوان آپ کے گرویدہ ہو گئے
- حضرت بلالؓ کی زبان کس لفظ سے تر تھی؟
- ایک خاندان کی قربانی
- حق کا جام پینے والے
- حق کا جانباز سپاہی ظلم کی تلوار کے سامنے
- حضرت حمزہؓ اسلام کے دائرہ میں
- بے قابو عمرؓ قابو میں آ گئے
- حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تلاوت نے دلوں کی دنیا بدل دی
- سردارانِ مکہ پر کلام الٰہی کا اثر
- وقت کا خطیب آغوشِ رسالت میں
- حضرت ابوذر غفاریؓ کے دل میں ایمان کا شعلہ

■ ■ ■

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلوۃ والسلام علی سیدالمرسلین محمد و الہ وصحبہ ومن تبعھم اجمعین الی یوم الدین . امابعد فقال اللّٰہ عزوجل .

اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین روف رحیم (۲۸ التوبة)

و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین (۱۰۷ الانبیاء)

قل ما اسئلکم علیہ من اجر و ما انا من المتکلفین (۸۶ ص)

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق .

برادران اسلام! دنیا کے عام انسان صرف اس تلوار سے واقف ہیں جو تیز اور نوک دار ہوتی ہے اور انسانوں کے ہاتھوں میں جگمگاتی ہے جس سے دوسرے لوگ خوفزدہ ہوتے ہیں، یہ ایک ایسی تلوار ہے جس سے نفرت اور عداوت کے کانٹے پیدا ہوتے ہیں جس سے ایذارسانی اور جھگڑے کے بھیانک مناظر جنم پاتے ہیں، یہ تلوار فولاد کی تلوار ہوتی ہے، اس تلوار سے دنیا کے سارے لوگ واقف ہیں، مگر جس دن سورج دینِ اسلام کے مقدس کلمۂ توحید کی آواز کے ساتھ بلند ہوا، اس دن سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے انسانوں کو دوسری روحانی تلوار سے آگاہ کیا اور اپنی سیرتِ پاک سے بتلایا کہ تلوار صرف فولاد کی تلوار نہیں ہوتی تلوار صرف مادی تلوار نہیں ہوتی بلکہ افکار ونظریات کی تلوار بھی ہوتی ہے، سچے عقیدوں اور پاکیزہ اصول کی تلوار بھی ہوتی ہے، اچھے اخلاق وعادات کی تلوار بھی ہوتی ہے، عدل وانصاف کی بھی تلوار ہوتی ہے، مفید ضوابط اور قواعد کی بھی تلوار ہوتی ہے۔

نقشہ بدل گیا

برادرانِ اسلام : رحمۃ للعالمین نبی المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد مبارکہ سے پہلے دنیا کے لوگ میدانِ جنگ کی تلوار سے واقف تھے اور لڑائی کے ہتھیاروں سے باخبر تھے، لیکن آپ ﷺ جب تشریف لائے تو آپ نے اخلاقِ حسنہ کی تلوار سے لوگوں کے دل موہ لئے اور دعاء کے ہتھیار سے فتح حاصل کی۔

آخر کیا وجہ تھی کہ عرب کی سرزمین میں کوئی ایک شخص بھی اسلام کے بلند کلمہ سے واقف نہ تھا اور ہر طرف کفر وشرک کی گندگی پھیلی ہوئی تھی بظاہر یہ ناممکن تھا کہ ایک شخص کی محنت سے نقشہ بدل جائے اور ساری آبادی میں ہلچل مچ جائے اور ایک انقلاب پیدا ہوجائے، مگر چند ہی سالوں میں صدیوں کی گندگی دور ہوگئی، چند ہی سالوں میں توحید وایمان کی آواز دلوں کی گہرائیوں میں پہنچ گئی، آخر کیا راز تھا اس انقلاب میں ...... یہی راز تھا کہ یہ کلمہ اپنے اندر حقانیت اور صداقت لئے ہوئے تھا اور اس کلمہ کی سربلندی کی فکر لے کر جس شخصیت نے آواز لگائی تھی وہ ساری مخلوقات میں افضل ترین شخصیت تھی اور اس ذاتِ بابرکت نے اپنا دل اس **وحدہ لاشریک لہ** کی طرف لگا رکھا تھا جو زندۂ جاوید ہے، **حی وقیوم** ہے اور لازوال ہے، اس بے مثال نبی کے پاس دعاء کا ہتھیار تھا وہ جب بھی باطل سے ٹکر لیتا تھا اور حق کی آواز بلند کرتا تھا اس کی زبان رب العالمین سے مخاطب ہوتی تھی اور اس کا پاکیزہ دل پاکیزہ رب سے جڑا ہوا ہوتا تھا اور اس بے مثال پیغمبر کے اخلاق وکردار اور عادات واوصاف اس قدر اونچے تھے کہ یہی اخلاق اس کے لئے تلوار بن گئے۔

پھر اس فاتحِ اعظم کو فتح حاصل کرنے کے لئے اس تلوار کی ضرورت زیادہ نہ پڑی جس کے پیچھے خوف ودہشت ہوتی ہے بلکہ اس نبی نے اس تلوار کا زیادہ استعمال کیا جس کے دائیں بائیں، آگے پیچھے محبت والفت، رواداری اور ایثار کے جذبات پوشیدہ تھے۔

ان سب کا دل کس نے جیتا؟

پھر کیا ہوا اسی تلوار نے ابوبکر صدیق ؓ کا دل جیتا، خدیجۃ الکبریٰ کا دل جیتا، بلال حبشیؓ کا دل جیتا، علی مرتضیٰؓ کا دل جیتا، عمر فاروق ؓ کا دل جیتا، طفیل دوسیؓ کا دل جیتا، عثمان غنی ؓ کا دل جیتا، ابوذر غفاریؓ کا دل جیتا، زید بن حارثہ ؓ کا دل جیتا، مہاجرین کا بھی دل جیتا اور انصارؓ کا بھی دل جیتا، اہل مکہ کا دل بھی جیتا اور اہل مدینہ کا بھی دل جیتا، عرب کا دل بھی جیتا عجم کا دل بھی جیتا، آخر کیا وجہ تھی کہ تیئیس سال کی محنت نے لاکھوں صحابہ کے دل جیت لئے، کیا ایک شخص اس قدر بڑی تعداد کو ایک دین پر جما سکتا ہے، کیا یہ بظاہر ممکن تھا، نہیں ہرگز نہیں! لیکن آپ ﷺ میں دیانت کی تلوار تھی، سچائی کی تلوار تھی، امانت داری کی تلوار تھی، فہم وفراست کی تلوار تھی، اخلاق وکردار کی تلوار تھی، ایثار و ہمدردی کی تلوار تھی، محبت والفت کی تلوار تھی، قناعت وتوکل کی تلوار تھی، وعدہ وفائی کی تلوار تھی، صبر وشکر کی تلوار تھی، استقامت وقناعت کی تلوار تھی، اسی قسم کی تلواروں نے حضرت ابوبکرؓ کو مجبور کیا تھا کہ آپ ﷺ کی اس خبر کی تصدیق کریں کہ آپ فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے راتوں رات بیت المقدس کی سیر کرائی اور آفاقی حقیقتوں کا مشاہدہ کرایا اور اپنی ہمکلامی سے نوازا اور میں نے آسمان کی سیر کی، مکہ کے سارے لوگ اس خبر کا مذاق اڑا رہے ہیں، مگر ایک سلیم القلب شخص ابوبکرؓ ہیں کہ بے چوں و چرا تصدیق کررہے ہیں، آپ ﷺ نے جب یہ اطلاع دی تو ابوجہل نے جھٹلایا اور ابوبکرؓ نے اس خبر کی تصدیق کی اور کہا کہ آپ سچ کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا دونوں ٹھیک کہتے ہیں لوگ حیران رہ گئے اور کہا کہ دونوں کی بات کیسے ٹھیک ہوسکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں آئینہ ہوں دونوں نے اپنا چہرہ میرے اندر دیکھا ہے۔ ابوبکرؓ کا دل اگر آپ ﷺ نے جیتا ہے تو اس کے پیچھے جو تلوار کام کررہی تھی وہ صداقت اور سچائی کی تلوار تھی۔

مالدار ترین خاتون اسلام کے سایہ میں

اگر مکہ کی مالدار ترین تاجر خاتون خود اپنا پیغام نکاح آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجتی ہے اور زندگی بھر کے لئے آپ کی زندگی کا حصہ بن جاتی ہے اور شریکِ حیات بنتی ہے تو بالآخر اس یتیم و یسیر کے

پاس کونسی تلوار تھی جس نے حضرت خدیجہؓ جیسی مالدار ترین تاجر خاتون کو مجبور کیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو آپ ﷺ کے حوالے کر دے۔

یہ درحقیقت وہی دیانت داری، معاملہ فہمی، فہم وفراست اور سچائی کی تلوار تھی آپ ﷺ کے اخلاق وکردار کی بلندی اور کھرے پن نے حضرت خدیجہؓ کا دل جیت لیا تھا۔

آخر کیا وجہ تھی کہ مکہ کی ایک مالدار خاتون اپنے گھر سے بہت دور پہاڑی علاقہ میں پیدل چل کر محنت ومشقت برداشت کرتے ہوئے غار حرا تک پہنچ کر اپنے پیارے شوہر کو توشہ دے آتی ہے، یہ کسی فولادی تلوار کا رعب نہیں تھا بلکہ اخلاق وکردار، محبت والفت کی تلوار کا کرشمہ تھا۔

اس پاکباز عورت نے آخر اس راز کو فاش ہی کر دیا کہ کس تلوار نے اُس کا دل جیت لیا تھا، جب غار حرا میں جبرئیل امین آپ ﷺ کی خدمت میں پہلی وحی لے آئے اور ذمہ داری کے احساس نے آپ ﷺ کے جسم میں لرزہ طاری کر دیا تھا تو مکہ کی اس مالدار خاتون نے آپ ﷺ کو کمبل اوڑھاتے ہوئے یوں تسلی دی، آپ کی جان کو کوئی خطرہ نہیں، اللہ آپ کو رسوا نہیں کرے گا کیوں؟ اس لئے کہ آپ رشتہ داروں کا حق ادا کرتے ہیں۔ لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، فقیروں اور مسکینوں کی مدد کرتے ہیں، مسافروں کی مہمان نوازی کرتے ہیں، انصاف کی خاطر لوگوں کی مصیبتوں میں کام آتے ہیں۔ یہی تو تلواریں تھیں جن تلواروں نے وقت کی مالدار ترین خاتون کو مجبور کیا تھا کہ وہ اپنا سب کچھ آپ کی خدمت میں نچھاور کر دے اور اپنی جان اور اپنا مال سب کچھ آپ کے لئے قربان کر دے۔

کم عمر علیؓ کو کس چیز نے مجبور کیا؟

جس کمسن اور کم عمر چچازاد بھائی علی کی پرورش کی ذمہ داری آپ ﷺ نے اپنے کاندھوں پر لی اور بڑی محبت والفت اور شفقت سے انہیں پالا اور یہ کم عمر لڑکا اپنے بچپن ہی سے آپ کے اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، سونے جاگنے، چلنے اور پھرنے کو دیکھ رہا تھا اور آپ کی سچائی ودیانت ووعدہ وفائی کی مختلف جھلکیوں کو اپنی نگاہوں سے اور بالکل قریب سے دیکھ رہا تھا تو اس کم عمر لڑکے نے جب آپ ﷺ کی زبان مبارک سے کلمۂ توحید کی آواز سنی تو بغیر کسی تردد اور ہچکچاہٹ کے اس دعوت دین کو قبول کر لیا، حالانکہ یہ ابوطالب کے بیٹے ہیں، خاندانِ قریش کے چشم و چراغ ہیں

آبائی دین پر مر مٹنے والے افراد ہیں، نار کے مقابلہ میں عار کو ترجیح دینے والے کے بیٹے ہیں، مگر اخلاق وکردار کی تلوار نے حضرت علیؓ کا دل بھی جیت لیا اور ہمیشہ کے لئے آپ ﷺ کی آغوش تربیت میں آگئے اور وہ مقامِ بلند حاصل کرلیا کہ لوگ امیرالمومنین سے آپ کو پکارنے لگے۔ یہی ہے وہ حق اور سچائی کی تلوار اور یہی ہے وہ سیرت وکردار کی تلوار جس سے آپ ﷺ نے چھوٹے بڑے مرد وعورت کے دل جیت لیئے۔

دربارِ رسالت چھوڑنے کیلئے تیار نہیں

برادرانِ اسلام! حضرت زید بن حارثہؓ سے پوچھئے کہ کس تلوار نے ان کو آپ ﷺ کی ابدی غلامی میں ڈال دیا تھا؟ اور کس تلوار نے انہیں مجبور کیا تھا کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ رہنے کے مقابلہ میں آپ ﷺ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی، حضرت زید بن حارثہؓ کو چند ظالموں نے ان کے ماں باپ کی نگاہوں سے بچا کر مکہ میں بیچ دیا ہے، حضرت خدیجہؓ نے انہیں خرید کر آپ ﷺ کے سپرد کیا ہے، آپ ﷺ نے ان پر سے غلامی کا داغ صاف کیا ہے اور اپنا بیٹا بنا کر وہ شرف وامتیاز بخشا ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کا ظرف بھی تنگ نظر آئے، آپ ﷺ نے پیار ومحبت سے حضرت زید بن حارثہؓ کو پالا، انہیں اپنا پیار دیا، محبت دی، قربت ونزدیکی دی، اپنی راست تربیت سے نوازا، حسنِ سلوک سے ان کے دل کو رام کیا، اچھے برتاؤ سے ان کو اس قدر متاثر کیا کہ اب حضرت زیدؓ نے اپنا دل آپ کے ہاتھوں میں دے دیا اور آپ کے گرویدہ اور فریفتہ ہوگئے اور اس قدر آپ سے وابستہ ہوگئے کہ مدت کے بعد ان کے والد اور چچا ڈھونڈتے ڈھونڈتے اپنے بیٹے کے پاس پہنچتے ہیں اور آپ ﷺ نے انہیں اپنے باپ کے ساتھ جانے کی اجازت بھی دے دی ہے مگر زید بن حارثہؓ ہیں کہ اپنے باپ کے ساتھ جانے کو تیار نہیں۔

برادرانِ اسلام: آپ غور کریں کہ کس چیز نے حضرت زید بن حارثہؓ کو اس بات پر مجبور کیا تھا کیا آپ ﷺ نے حضرت زید پر کوئی فولادی اور مادی تلوار اٹھا رکھی تھی اور پردے کے پیچھے سے اس تلوار سے دھمکا رہے تھے کہ خبردار! اگر تم باپ اور چچا کے ساتھ چلے جاؤ گے تو تلوار سے کام تمام کردیا جائے گا، نعوذ باللہ ایسی بات نہیں تھی، بلکہ اس حقیقت کے پیچھے جو راز تھا وہ یہی تھا کہ

آپ ﷺ نے شفقت، پیار، محبت، الفت، تربیت، حسن سلوک اور ایثار و ہمدردی کی تلواروں سے حضرت زید کا دل جیت لیا تھا۔

نوجوان آپ ﷺ کے گرویدہ ہوگئے

برادرانِ محترم! بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کے مقابلہ میں نوجوانوں کے جذبات میں سختی ہوتی ہے، ان کا خون گرم ہوتا ہے، ان کا دماغ تازہ ہوتا ہے، نوجوانوں کی مخالفت بھی شدید ہوتی ہے، آپ ﷺ نے اپنے اخلاق وکردار سے ان نوجوانوں کے دل بھی جیتے ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے جب باطل کے خلاف آواز اٹھائی اور حق کے بلند کلمہ کی آواز بلند کی اور اس دعوتِ حق کے لئے جس فہم و فراست، بصیرت و دانشمندی، حکمت و مصلحت کا تقاضا تھا ان تقاضوں کو پورا کیا اور اپنی اخلاقی کشش سے مکہ کے نوجوانوں کے ضمیروں کو جھنجوڑا تو حساس نوجوانوں نے اپنے آپ کو گمراہی، ابتری بے راہروی اور افراتفری میں پایا اور عدل وانصاف، حق وصداقت سے بھرپور آپ ﷺ کے دین کے دلدادہ ہوگئے اور اپنی جوانی کو اسلام کی آغوش میں دے دیا، حضرت ارقمؓ، حضرت سعیدؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عثمان بن مظعونؓ، حضرت عبیدہؓ جیسے نوجوان آپ ﷺ کے گرویدہ ہوگئے، آخر ان نوجوانوں کو راہِ راست پر لانے میں کس تلوار نے کام کیا؟ اگر آپ ﷺ صرف فولادی تلوار اٹھاتے تو جواب میں ان نوجوانوں کے پاس بھی تو وہ تلواریں تھیں، وہ بھی کانٹے کا مقابلہ کرتے مگر ان نوجوانوں نے دیکھا کہ محمد عربی ﷺ جس تلوار کے ذریعہ ہمیں راہِ حق کی دعوت دے رہے ہیں، اس تلوار سے ہمارے ہاتھ محروم ہیں اس لئے اپنا دل اس شخصیت کے ہاتھوں میں دے بیٹھے جس کے ہاتھ میں اخلاق وکردار کی تلوار، انس ومحبت کی تلوار اور امن وسلامتی کی تلوار تھی۔

حق وصداقت کی اس انوکھی تلوار نے جس کو آپ ﷺ نے تھاما تھا مکہ کے سرداروں کے دلوں کو بھی رام کیا اور غریبوں، مسکینوں اور بے سہارا لوگوں کو بھی رام کیا، یہی وجہ تھی کہ مکہ کے وہ بے سہارا لوگ جو کسی کی غلامی میں زندگی بسر کررہے تھے، وہ بے یار و مددگار تھے، بے سہارا تھے، مال و دولت کے پجاریوں کے ہاتھوں ہر طرح کے مظالم کو برداشت کررہے تھے، ان غریبوں،

غلاموں اور بے سہارا لوگوں کو جب حق و صداقت،اخلاق و کردار، ہمدردی و مساوات ، ایثارومحبت کی وہ تلواریں آپ ﷺ کی زندگی میں نظر آئیں تو ان غریبوں اور بے سہارا لوگوں نے آپ کے قولِ حق پر لبیک کی صدا بلند کی اوران انوکھی تلواروں کے سایہ میں آ گئے جہاں پہنچ کر انہیں ذہنی سکون اور دلی طمانیت نصیب ہوئی مگر ظالموں نے ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے،طرح طرح کے مظالم ان پر ڈھائے،عرب کی ریگستانی اور پتھریلی زمین پر انہیں لٹایا گیا،ان پر کوڑے برسائے گئے،ان کے سینوں پر گرم پتھر رکھے گئے،گرم گرم ریتی ان کے بدنوں پر ڈالی گئی،لوہے کو آگ پر تپا کران کے بدنوں کو داغا گیا مگر ظلم کی ان تلواروں کے سامنے یہ دین کے جیالے ثابت قدمی کے ساتھ دین اسلام پر ڈٹے رہے۔

حضرت بلالؓ کی زبان کس لفظ سے تر تھی؟

برادران اسلام : سوچنے کا موقع ہے اور سبق حاصل کرنے کا وقت ہے کہ آخر اس قدر مشکلات،مصائب اور مظالم کے عالم میں بھی کس چیز نے بلال حبشی کو **احد احد** کہنے پر مجبور کیا تھا؟ آخر کیا راز تھا کہ حضرت بلالؓ نے اپنے آقا کی باتوں کو تسلیم نہ کیا،اگر وہ اس وقت اپنے آقا کی بات مان لیتے تو انہیں ان مصیبتوں سے چھٹکارا مل جاتا، راز یہی تھا کہ حضرت بلالؓ نے محمد عربی ﷺ کے ہاتھ میں موجود محبت والفت اخلاق وکرداراورعزت ووقار،مساوات وبرابری کی تلواریں جو دیکھ لی تھیں وہ ان تلواروں کے سایہ میں آنا چاہتے تھے،جن میں ذہنی سکون قلبی طمانیت اور جسمانی آرام ہے،آخر بلال حبشی کا دل آپ ﷺ نے جیتا تو آخر کس طرح جیتا اسی اخلاق وکردار کی تلوار سے جیتا۔

صہیب رومیؓ کو یہ پسند ہے کہ انہیں بے ہوش ہونے تک مارا جائے،مگر انہیں وہ دین پسند نہیں جس میں کفر وشرک ہے،فسق وفجور ہے،بے اعتدالی وبے حیائی ہے،انہوں نے اخلاق وکردار کی ان تلواروں کو دیکھ لیا تھا جن کے ذریعہ آپ ﷺ فتح حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

ایک خاندان کی قربانی

مکہ کا ایک غریب خاندان ظالموں کے ظلم سے چکنا چور ہے، یاسرؓ اس خاندان کے بڑے فرد ہیں جو ظالموں کے ظلم کی آگ میں اپنا دم توڑ دیتے ہیں، اس خاندان کی چراغِ خانہ ہیں حضرت سمیہؓ ابوجہل نے ان کو بے دردی سے شہید کیا ہے اور باقی ہیں ان دونوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک بیٹے عمار جنہیں محض اس لئے مارا جارہا ہے اور بیہوش ہونے تک پیٹا جارہا ہے کہ یہ مسلمان ہیں، مگر انہیں اسلام کے خاطر بے ہوش ہونا اور اپنے ماں باپ کی طرح اپنی جان قربان کرنا پسند ہے، مگر جس دینِ حق کو آپ ﷺ نے اخلاق و کردار کی تلواروں کے سایہ میں پھیلایا ہے اس دینِ حق کو چھوڑنا گوارا نہیں۔

حق کا جام پینے والے

برادرانِ اسلام: یہ ایک حقیقت ہے کہ حق کا جام پینے والوں کا نشہ کبھی نہیں اترتا، بے کس و بے سہارا زنیرہ ایک باندی ہیں ابوجہل نے انہیں اتنا مارا ہے کہ ان کی آنکھوں کی بینائی چلی جاتی ہے مگر اس مسلمان باندی کا اسلامی نشہ اتنا زندہ و تابندہ ہے کہ اترتا ہی نہیں وہ اپنے دین و مذہب کے نشہ میں مست ہیں، آج لوگ شراب کے نشہ میں مست ہیں اور وہ کتنی زندہ دل عورتیں تھیں جن میں دینِ حق کا نشہ اس قدر ہوتا تھا کہ جان چلی جاتی تھی مگر نشہ دین کا باقی رہتا تھا۔

حضرت خبابؓ معمولی گھرانے کے فرد ہیں، ظالموں نے انگاروں پر چت لٹایا ہے، انگاروں سے بدن جل رہا ہے اور چربی سے انگارے ٹھنڈے ہورہے ہیں مگر دل ابھی اس دین سے جڑا ہوا ہے جس دین کو انہوں نے نبی امی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا ہے، انہیں ان ظالموں کی تلواروں کا خوف نہیں ہے ان کی نگاہوں کے سامنے تو رسول اللہ ﷺ کی حق و صداقت کی تلواریں ہیں جن تلواروں کی کشش نے انہیں اس قدر مجبور کیا ہے کہ وہ اپنی جان دے دیں مگر اس نبی سے اپنا رشتہ نہ توڑیں۔

حق کا جانباز سپاہی ظلم کی تلوار کے سامنے نہیں جھکتا

بزرگانِ محترم! دینِ حق کی سچائی کی تلوار سے آپ ﷺ نے لوگوں کے دلوں پر ایسا قبضہ کیا تھا

کہ ظالموں کے ظلم کی تلوار اس کا مقابلہ نہ کرسکی، اسلام لانے کی وجہ سے ظالموں نے ظلم کرتے ہوئے رشتہ داری کا بھی لحاظ نہ رکھا، ان اہل باطل کے نزدیک باطل کی قدر و قیمت رشتہ داری سے زیادہ اہم تھی اس لئے ان ظالموں نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو بھی ظلم کا نشانہ بنایا، مگر تاریخ گواہی دیتی ہے کہ جس طرح اہل باطل کو باطل سے گہرا تعلق تھا اور اس تعلق کی وجہ سے انہوں نے اپنی رشتہ داری کا بھی لحاظ نہ رکھا، اسی طرح دین کے جیالے مسلمانوں نے اسلام سے تعلق اس قدر مضبوط بنالیا تھا کہ رشتہ داروں کی ناراضگی اور ان کی ملامت کا کوئی خوف اپنے دل میں پیدا نہ کیا اور اسلام کے سایہ میں جینے کا ہر طرح عزم کرلیا، یہی وجہ تھی کہ حضرت عثمانؓ نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے چچا نے رسی میں باندھ کر انہیں خوب مارا، مگر حضرت عثمانؓ نے چچا کی ناراضگی کو پیش نظر نہ رکھا بلکہ آپ ﷺ کی صداقت اور اسلام کی حقانیت کو اپنی نگاہوں میں رکھا، خطاب کی بیٹی فاطمہؓ نے اپنے بھائی عمر بن خطاب کے طمانچے کھائے، ان کی جھڑکیاں برداشت کیں، اور ان کے شوہر سعید بن زیدؓ نے حضرت عمرؓ کے ہاتھوں مار کھائے اور خون سے اپنے جسم کو تر بتر کیا، مگر آپ ﷺ کی نسبت اور دین اسلام سے تعلق کو توڑنے کے لئے کسی طرح تیار نہ ہوئے، آخر وہ کیا چیز تھی جس نے ان دونوں میاں بیوی کو اس بات پر مجبور کیا تھا کہ وہ محمد عربی ﷺ کے لائے ہوئے دین کو نہ چھوڑیں، بات یہ تھی کہ آپ ﷺ نے سچے دین کی سچائی کی تلوار سے ان کے دلوں پر قبضہ کرلیا تھا۔

حضرت زبیرؓ نے جب آپ ﷺ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور مسلمان ہوئے، ان کے چچا کو اطلاع ہوئی تو چٹائی میں لپیٹ کر ان کی ناک میں دھواں پہنچایا اس قدر دم کیا کہ دم نکل جائے، مگر آپ ﷺ نے سچائی کی تلوار سے ان کے دلوں پر وہ اثر قائم کیا تھا کہ دم نکلنا انہیں پسند تھا مگر دل سے ایمان کا نکلنا گوارا نہ تھا۔

عزیزانِ گرامی! آپ جانتے ہیں کہ ہر شخص کو اپنا وطن محبوب ہوتا ہے، اپنے وطن میں جو سکون اور جو قرار نصیب ہوتا ہے اس کا احساس کسی کو اس وقت ہوگا جب وہ وطن سے بے وطن ہوکر پردیسی کی زندگی گزارے، پھر اگر اہل وطن نے وطن سے بے وطن کسی کو کیا ہو تو اس کے دل پر کیا گزرتی ہے وہ تو وہی جانتا ہے جو اس مرحلہ سے گذرا ہو۔

ان مہاجر صحابۂ کرامؓ سے پوچھیے جنھوں نے اپنے وطن عزیز کو چھوڑا اور سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی، تین ماہ حبشہ میں قیام کیا، کسی طرح اطلاع ملی کہ مکہ میں اب وہ مظالم نہیں ڈھائے جارہے ہیں، گویا ظلم کا بازار سرد پڑ چکا ہے، اسی خیال سے یہ قافلہ مکہ پہنچا لیکن معلوم ہوا کہ ظلم وستم کی بھٹی اور زیادہ دہک رہی ہے، آپ ﷺ نے ان صحابۂ کرامؓ کو جنھوں نے مکہ کا رُخ کیا دوبارہ حبشہ کی ہجرت کا حکم دیا دوسری چکر میں دوسرے اور صحابہ بھی ساتھ ہوگئے اور ان صحابہ نے جن میں مرد بھی تھے عورتیں بھی تھیں، اپنے مکان، اپنے وطن، اپنے خاندان، اپنی جائداد، اپنے رشتہ دار اور اپنے دوستوں اور اپنے ماحول اور اپنی تہذیب کو چھوڑا اور پھر بے وطنی اور کسمپرسی کی زندگی کو پسند کیا۔

ان مہاجرین کی ان قربانیوں پر غور کیجئے ان صحابۂ کرامؓ کو اپنے وطن سے بے وطن ہونے کے پیچھے کوئی فولادی تلوار کام نہیں کر رہی تھی بلکہ یہ سچائی کی کشش تھی، دینِ حق کی تاثیر تھی اور آپ ﷺ کے اخلاق و کردار کی تلوار تھی کہ اس تلوار نے ان تمام کے دل جیت لئے تھے۔

حبشہ پہنچنے کے بعد بھی ان صحابۂ کرام کو سکون نہ ملا اور سردارانِ مکہ کی طرف سے بھیجا گیا ایک وفد حبشہ کے بادشاہ کے پاس پہنچ کر ورغلانے لگا اور اس بات کا مطالبہ کیا کہ ان صحابۂ کرامؓ کو ان کے حوالے کردیا جائے، ان مہاجرین کو بادشاہ نے طلب کیا ہے اور یہ سوال کیا ہے کہ تم کیوں مکہ چھوڑ کر حبشہ چلے آئے؟ حضرت جعفرؓ نے بھرے دربار میں یہ تقریر کی ہے، ہم اندھیرے میں تھے، خدا کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے تھے، اپنے ہاتھ سے تراشے ہوئے پتھروں کو پوجنا ہمارا کام تھا، ہم مردار کھاتے تھے، زِنا کرتے تھے، لوٹ مار کرتے تھے، رشتہ داروں کا حق مار لیتے تھے، پڑوسیوں کے حقوق تلف کرتے تھے، رحم وانصاف کے بجائے ظلم کرتے تھے، ہم درندوں کی سی زندگی بسر کرتے تھے، ہم میں کا طاقتور انسان کمزوروں کو کچلنے اور دبانے میں مصروف تھا، اللہ تعالیٰ کو ہم پر رحم آیا، اس نے ہمارے اندر ایک پیغمبر بھیجا، جس کے نسب سے ہم واقف تھے، یہ ایسے پیغمبر ہیں جس کی سچائی، امانت اور عصمت پر ان کا دوست بھی گواہی دیتا ہے اور دشمن بھی، ہماری قوم نے متفقہ طور پر اس نبی کو امین اور صادق قرار دیا، اس نبی نے ہم کو توحید کی دعوت دی، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا، قتل وظلم سے روکا، زِنا کاری کو حرام قرار دیا، جھوٹ بولنے اور یتیموں کا مال کھانے

سے روکا، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی تعلیم دی اور ہمیں انسانیت سکھائی۔

بزرگانِ محترم ! ہم سمجھ سکتے ہیں کہ آپ ﷺ اس وقت مکہ مکرمہ میں ہیں جس وقت حضرت جعفرؓ حبشہ کے بادشاہ کے سامنے تقریر کررہے ہیں، اگر یہ کہا جائے کہ تلوار کے زور سے اسلام پھیلا ہے تو حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں کو اچھا موقع تھا کہ دینِ اسلام سے پھر جائیں اور وقت کے بادشاہ کے احترام میں بادشاہ کے دین کو قبول کرلیں یا مکہ سے آئے ہوئے بت پرستوں کے دین میں دوبارہ چلے جائیں، لیکن چونکہ ان حق پرست صحابۂ کرامؓ کے دل کو نبی رحمت ﷺ کے اخلاق و کردار کی تلوار نے جیت لیا تھا، اس تلوار کی طاقت نے انہیں مجبور کیا کہ وہ اس دینِ حق کی خاطر وطن سے بے وطن ہوں، اپنی جائداد سے محروم ہوں اور اپنے دوستوں اور رشتہ داروں سے دور ہوں، اور سب سے رشتہ ٹوٹ جائے مگر اپنے دین وایمان سے رشتہ نہ ٹوٹے۔

اور پھر اس بات پر بھی غور کیجئے کہ وقت کا بادشاہ نجاشی جس کے ہاتھ میں حبشہ کی بادشاہت ہے، جس نے ابھی آپ ﷺ کو نہ دیکھا ہے اور نہ آپ ﷺ کے بارے میں کچھ جانتا ہے، اس کو جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دین ان خوبیوں کا مالک ہے اور اس دین کی تبلیغ کرنے والا نبی سچائی اور امانتداری کا پیکر اور عدل وانصاف کا پیامبر ہے تو آپ ﷺ کی اس سچائی اور وفاداری کی تلوار نے اس بادشاہ کا دل بھی جیت لیا۔

اگر یہ کہا جائے کہ اسلام تلوار کی تیزی اور نوک سے پھیلا ہے تو پھر حبشہ کے بادشاہ کے سامنے کونسی تلوار لٹک رہی تھی؟ وہاں کوئی ایسی فولادی تلوار نہ تھی، وہاں حق وصداقت کی تلوار تھی جس نے وقت کے بادشاہ کو بھی رام کرلیا۔

حضرت حمزہؓ اسلام کے دائرہ میں

بزرگانِ محترم ! اسلام کی تاریخ کے اوراق پر نظر رکھنے والا دنیا کے سارے شہیدوں کے سردار حضرت حمزہؓ کو فراموش نہیں کرسکتا، حضرت حمزہؓ حضور ﷺ کے چچا بھی ہیں اور دودھ شریک بھائی بھی ہیں، بچپن، لڑکپن اور جوانی ہر دور میں حضرت حمزہؓ اور آپ ﷺ دونوں ایک ساتھ رہے ہیں، حضرت حمزہؓ شریف النفس انسان تھے اور انہیں اپنی آنکھوں سے دنیا کے سب سے شریف انسان

کو بالکل قریب سے بار بار دیکھنے اور پرکھنے کا موقع ملا، حضرت حمزہؓ نے آپ ﷺ کی بے مثال ذہانت کو دیکھا تھا، آپ ﷺ کی بصیرت اور دانشمندی کو دیکھا تھا، آپ کے دل کی سلامتی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور آپ کی صداقت، دیانت اور گفتار ورفتار کو دیکھا تھا، آپ ﷺ کی زبان سے نکلنے والے سچے موتیوں سے حضرت حمزہؓ نے خوب فائدہ اٹھایا تھا، انہی خوبیوں نے حضرت حمزہؓ کو مجبور کیا تھا کہ آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام لے آئیں، چنانچہ وہ اسلام کے دائرہ میں داخل ہوگئے، اب آپ ہی بتایئے کہ کیا آپ ﷺ نے حضرت حمزہؓ پر کوئی فولادی تلوار اٹھائی تھی اور دھمکی دی تھی کہ اسلام لے آؤ ورنہ خاتمہ کردیا جائے گا، حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اٹھتی تلواروں کو جھکایا ہے اور چلتی تلواروں کو میان میں واپس پہنچایا ہے، معلوم یہ ہوا کہ حضرت حمزہؓ پر آپ ﷺ کے اخلاق وکردار عادات واوصاف کی تلوار نے کام کیا ہے یہی وہ تلوار ہے جس نے حضرت حمزہؓ کا دل جیت لیا۔

اسلام کے ابتدائی دور کے ان واقعات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حق کی طاقت اور اخلاق کی کشش سے کس قدر سخت سے سخت دل نرم ہوجاتے ہیں، یہ بات بالکل درست ہے کہ تیر وتلوار کی طاقت سے جسموں پر حکومت ہوسکتی ہے، مگر دلوں پر حکومت نہیں ہوسکتی ہاں اخلاق کی تلوار سے دلوں پر حکومت کی جاسکتی ہے۔

بے قابو عمر قابو میں آگئے

آخر حضرت عمر فاروقؓ جن کی تلوار اس اِرادہ سے اٹھی تھی اور ہواؤں میں لہرارہی تھی کہ اس تلوار سے آپ ﷺ کو قتل کردیں گے، مگر حق وصداقت کی تلوار نے اس تلوار کی شدت کو مغلوب کردیا، یہ عمر بن خطاب کون ہیں وہی جو قریش کے جواں عمر سردار تھے، سفارت کے عہدہ پر فائز تھے، مزاج میں شدت اور ہر معاملہ میں سختی تھی، اسلام کے سخت ترین دشمن اور رسول اللہ ﷺ کے کٹر مخالف، مسلمانوں کو ستانا دھمکانا ان کا مشغلہ تھا ان کی خادمہ لبینہ مسلمان ہوئیں تو انہیں سخت سزادی، مارتے مارتے تھک جاتے تو سانس لینے کو بیٹھ جاتے اور کہتے تجھ پر ترس کھا کر میں نہیں بیٹھا ہوں دم لے رہا ہوں تاکہ پھر تجھے ماروں، لبینہ یوں کہتیں میرے آقا! اسلام قبول کرلیجئے

ورنہ اللہ کے یہاں آپ کو اس سے زیادہ عذاب بھگتنا پڑے گا، رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کا یہ عالم کہ آپ ﷺ کے قتل کے اِرادہ میں تلوار ہاتھ میں لی اور نکل گئے، راستے میں چونکہ معلوم ہوا کہ ان کی بہن فاطمہ اور بہنوئی سعید بن زید مسلمان ہو چکے ہیں، رُخ ادھر پلٹا ان کے گھر پہنچے تو قرآن پڑھنے پڑھانے کی آواز سنی، غصہ سے بے قابو عمر نے بہن کو بھی جی بھر کر مارا اور بہنوئی کو بھی، خون میں تر بتر بہن نے بھائی سے خطاب کرتے ہوئے کہا بھیا! تم کچھ بھی کر ڈالو ہم جس حق کو قبول کر چکے ہیں اس کو چھوڑ نہیں سکتے، بہن کا یہی فیصلہ کن جملہ حضرت عمرؓ کی ہدایت کے لئے فیصلہ کن ثابت ہوا اور خود ہی کہا، اچھا لاؤ اور دکھاؤ تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے، بہن نے قرآن مجید کی آیتیں پڑھنی شروع کیں اور ادھر قدرت نے حضرت عمرؓ کی ہدایت کا فیصلہ کیا، حضرت عمرؓ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور پکار اُٹھے **لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** .

برادرانِ اسلام! تھوڑی دیر کے لئے یہاں رک جایئے اور یہ دیکھئے کہ کیا حضرت عمرؓ جیسے بہادر، نڈر اور جفاکش شخص نے رسول اللہ ﷺ کی تلوار کے ڈر سے اسلام قبول کیا تھا یا کسی دوسرے مسلمان صحابی کی بہادری اور پہلوانی کے احساس کی وجہ سے اسلام قبول کیا تھا؟ نہیں! حضرت عمرؓ بن خطاب کو عمر فاروق میں بدلنے میں کوئی فولادی تلوار کام نہیں کر رہی تھی بلکہ حق وصداقت کی وہ لافانی ولاثانی تلوار کام کر رہی تھی جس نے ہزاروں ایسے انسانوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا تھا جو تلوار کے سایے میں جینے کے عادی بن چکے تھے۔ سچ ہے ہزاروں مادی اور فولادی تلواریں ان تلواروں کے سامنے ہیچ ہیں جو تلواریں نظر تو نہیں آتیں مگر وہ تلواروں کا کام کرتی ہیں، وہ تلواریں کونسی ہیں، سچائی و وعدہ وفائی کی تلوار، حق و صداقت کی تلواریں، یہ قدرتی اور آفاقی تلواریں ہیں جن کے پیچھے ربانی طاقت کام کرتی ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کی تلاوت نے دلوں کی دنیا بدل دی

یہی وجہ ہے کہ مکہ کے بڑے بڑے سردار اس حقیقت کو بھانپ چکے تھے کہ اگر کوئی شاعر وادیب کوئی پردیسی مسافر محمد عربی ﷺ پر اترنے والے محیر العقول کلام کو سن لے گا تو اپنا آبائی دین چھوڑ دے گا، آپ ﷺ کی مکی زندگی میں کسی بھی شخص کو آپ ﷺ کی تلوار یا آپ کے صحابہ کی تلوار کا خوف نہیں تھا بلکہ مکہ کے سرداروں کو جس چیز کا خوف تھا وہ یہ کہ اگر قرآن مجید کی آیتیں کوئی سن لے گا تو پھر مکہ میں

انقلاب آجائے گا اور یہ آبائی دین ختم ہوگا اور لوگ **محمد** کے شیدائی بن جائیں گے یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ جب اپنے گھر کے سامنے صحن میں بیٹھے آیات قرآنی کی تلاوت کررہے ہیں تو مردوں اورعورتوں کی ایک بھیڑ آپ کو گھیرے ہوئے ہے اور آپ کی وجد آفرین تلاوت کوسن کر متاثر ہورہی ہیں اور بیسویں لوگ تو آپ کی انداز تلاوت سے متاثر ہوکر دائرہ اسلام میں داخل ہوچکے ہیں، یہاں بتائیے کہ کیا واقعی اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے؟ کیا حضرت ابوبکرؓ نے تلاوتِ قرآن کے موقع پر اپنے بغل میں تلوار دبا رکھی تھی؟ واللہ نہیں وہاں کوئی فولادی تلوار نہیں تھی بلکہ وہاں حق وصداقت کی نظر نہ آنے والی تلوار تھی جس نے ہزاروں دلوں میں لرزہ پیدا کردیا۔

مادی اور فولادی تلواروں سے جسم کانپتے ہیں اور حقیقی وروحانی آفاقی تلواروں سے دل کانپتے ہیں۔

سردارانِ مکہ پر کلام الٰہی کا اثر

مکہ کے بڑے بڑے سردار وہاں کے باشندوں کو آگاہ کررہے ہیں کہ خبردار تم میں سے کوئی **محمد** عربی ﷺ کی زبان سے کوئی کلام نہ سنے، وہ ایسا کلام سناتے ہیں جس کے جادو سے لوگ اسی کے ہوکر رہ جاتے ہیں، عام لوگ اسی ڈر سے آپ ﷺ کے قریب نہ آتے مگر اس کلامِ الٰہی کی شیرینی اور مٹھاس کا یہ عالم ہے کہ خود سردارانِ مکہ رات کی تنہائیوں میں چھپتے چھپاتے آپ ﷺ کے مسکن کی دیوار سے کان لگائے کھڑے ہیں اور اللہ کا کلام سن کر دل ہی دل میں یہ کہہ رہے ہیں کہ کیسا عجیب کلام ہے۔

مکہ کے سرداروں نے ہر آنے والے کے کان بھر دیئے تھے جو بھی عکاظ اور ذوالمجنہ کے بازاروں میں آتے یا سالانہ میلوں اور حج کے مجمع میں آتے قریش کے بڑے بڑے لوگ ان کے کان بھر دیتے کہ مکہ میں **محمد** بن عبداللہ نام کا ایک عجیب شخص ہے جو ہمیں اپنے باپ دادا کے دین سے روکتا ہے، اس کی باتوں میں جادو ہے اس نے ہر گھر میں لڑائی چھیڑ رکھی ہے اس کی باتوں کی وجہ سے اپنے لوگ غیر اور دوست دشمن ہوجاتے ہیں، اگر تم اس کی باتوں میں آگئے تو اپنے باپ دادا کے دین سے محروم ہوجاؤ گے۔ انسان کی فطرت ہے کہ جس چیز سے زبردستی روکا جاتا ہے انسان وہی کام زیادہ کرتا ہے، اگر آپ راستہ چلنے والے سے یہ کہو کہ اس کنویں میں مت جھانکو اس میں شیر ہیں، بندر اور زہریلے جانور ہیں تو یوں ہی گزرنے والا بھی کنویں میں ضرور جھانکے گا،

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی اشاعت کا کام قریش کے ان سرداروں سے بھی لے لیا کہ جس کو آپ ﷺ کا تعارف ہی نہیں تھا اس نے بھی آپ کے قریب پہنچ کر آپ کا کلام سنا، ہدایت مقدر میں تھی تو اسلام کے دائرہ میں داخل ہو گیا۔

وقت کا خطیب وادیب بھی آغوش رسالت میں

قریش کے سرداروں نے قبیلۂ دوس کے سردار عمرو بن طفیل کو بھی نہ چھوڑا اور سب نے الگ الگ ملاقات کر کے انہیں مشورہ دیا کہ وہ محمد عربی ﷺ کی مجلس میں نہ جائیں، عمرو بن طفیل دوسی اپنے قبیلہ کے عقلمند، ہوشیار اور فصیح و بلیغ خطیب تھے، انہوں نے پہلے تو قریش کے سرداروں کے مشورہ کے مطابق عمل کیا اور اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی اور کعبہ پہنچ کر آپ ﷺ کو مصروفِ عبادت پایا، آپ ﷺ نماز میں قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے، عمرو بن طفیل نے دل ہی دل میں سوچا کہ میں کوئی بزدل شخص نہیں ہوں، میں خود عقل و شعور رکھتا ہوں اچھے برے کی تمیز خود کر سکتا ہوں وقت کا فصیح و بلیغ شخص ہوں، میں محمد عربی ﷺ کے کلام کو سنوں گا اگر واقعی یہ کلام حق ہے تو پھر اس کو ماننا ہی پڑے گا، چنانچہ کانوں سے روئی نکال پھینکی، حضور ﷺ کے پاس پہنچے اور عرض کیا میں نے آپ کی عبادت کا انداز دیکھا، آپ کا کلام سنا اور وہ کلام پسند بھی آ گیا مجھے آپ اپنا دین اور اس کے اصول سمجھائیے، نبی کریم ﷺ نے انہیں دین کی تعلیم دی اور قرآن سنایا تو حضرت عمرو بن طفیل بے خود ہو گئے اور حق وصداقت کی تلوار نے اپنا کرتب دکھایا بس پکار اُٹھے آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور قرآن مجید واقعی اللہ کی سچی کتاب ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد عربی ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

برادرانِ اسلام! اس واقعہ سے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ عمرو بن طفیل دوسی نے اسلام اگر قبول کیا تو کسی فولادی تلوار کی نوک سے ڈر کر اسلام قبول نہیں کیا بلکہ ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اسلام کی صداقت وحقانیت کی تلوار نے حضرت عمرو بن طفیل دوسی کو اسلام سے روشناس کر دیا۔

اسلام کی ابتدائی تاریخ سے لے کر آج تک جتنے لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے اگر ہم ان کے پس منظر کا جائزہ لیں تو ہمیں یہ ضرور محسوس ہوگا کہ ان کا اسلام لانا اندھی تقلید کی بنیاد پر یا دھن

دولت کے حاصل کرنے کی فاسد نیت سے، یا کسی کی زبردستی کی وجہ سے یا تلوار کے زور سے نہیں بلکہ اس کے پیچھے جو راز پوشیدہ ہیں وہ مختلف قسم کے ہیں۔

کسی کو اسلام کی بنیادی تعلیمات بھلی لگیں، کسی کو اسلام کے پیارے عقائد بھلے لگے، کسی کو نماز با جماعت کا پیارا اور منظّم طریقہ پسند آیا، کسی کو ماہِ رمضان کی پیاری بہاریں اچھی لگیں، کسی کو مسلمانوں کی سنجیدہ اور پروقار عیدوں نے متاثر کیا، کسی کو زکوۃ وصدقات کے ذریعہ منظّم انداز میں غریبوں اور مفلسوں، محتاجوں اور تنگدستوں کی امداد پسند آئی، کسی کو حج کا لاکھوں کا منظر پیارا لگا، کسی کو اسلامی تہذیب پیاری لگی، کسی کو اسلامی لباس اور وضع قطع اچھی لگی، کسی کو پیارے رسول کی پیاری سیرت بھلی اور اچھی لگی، کسی کو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کی پیاری پیاری ادائیں پسند آئیں، کسی کو اسلام کی حقانیت وصداقت دیکھ کر اس مذہب میں داخل ہونے کا اشتیاق پیدا ہوا، اس طرح قطرہ قطرہ دریا کے مصداق اسلام کے جاننے اور ماننے والوں کی تعداد ہزاروں ہوگئی پھر ہزاروں سے لاکھوں تک پہنچی پھر اس سے متجاوز ہوئی اور آج اربوں کھربوں کی تعداد میں مسلمان دنیا کے چپے چپے میں پھیلے ہوئے ہیں۔

مکہ سے دور رہنے والوں کو جب مکہ سے آنے والوں کے ذریعہ یہ رپورٹ ملی کہ آپ ﷺ کے اخلاق وکردار ایسے ہیں اور آپ کا کلام اور پیام اعلی وبالا ہے تو دور دراز سے لوگ فوج در فوج مکہ کی طرف آتے گئے۔

بزرگانِ محترم! آپ تاریخ کی روشنی میں ایک واقعہ بھی ایسا بیان نہیں کر سکتے کہ کسی کافر کو کسی مسلمان نے تلوار کی زور سے مکہ کے اطراف یا مدینہ کے اطراف کسی دیہات یا قریہ سے بھگا کر لایا ہو اور اس کو مجبور کیا ہو کہ وہ آپ ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کرلے اور مسلمان ہو جائے، بلکہ تاریخ ہمیں ایسے ہزاروں واقعات بتلائے گی جن سے محسوس ہوگا کہ اسلام کی صداقت، حقانیت اور رسول اللہ ﷺ کے اخلاق وکردار کے اعلیٰ معیار اور آپ کی بے مثال کشش نے دنیا کے لوگوں کو مجبور کیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں خود آئیں اور آپ پر ایمان لے آئیں۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کے دل میں ایمان کا شعلہ بھڑک اٹھا

حضرت ابوذر غفاریؓ کو یاد کیجئے قبیلۂ غفار مکہ سے کچھ دور فاصلہ پر آباد ہے اور اس قبیلہ کے ایک ہونہار شخص حضرت ابوذر غفاری ہیں، انہیں اطلاع ملی کہ مکہ میں اللہ کے رسول پیدا ہوئے ہیں اور ان کے پاس اللہ کا پیغام آتا ہے انہوں نے اپنے بھائی حضرت انیس کو مکہ بھیجا ہے کہ جاؤ تحقیق کرآؤ کہ ان کے اخلاق و کردار کی کیا حالت ہے؟ بھائی انیس نے حضرت ابوذر غفاری کو مکہ سے واپس ہو کر رپورٹ پیش کی ہے کہ وہ اخلاق و کردار کے اونچے معیار پر ہیں ان کا کلام اور پیام اعلیٰ و بالا ہے، حضرت ابوذر کے دل میں اشتیاق بڑھتا ہے، مکہ پہنچتے ہیں اور ڈرتے ڈرتے آپ ﷺ کو تلاش کرتے ہیں، کسی سے پوچھنے کی ہمت اس لئے نہیں کہ اگر مکہ والوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ محمد عربی ﷺ سے ملاقات کے لئے آئے ہیں تو انہیں تکلیف و اذیت دی جائے گی، اس لئے دن بھر اِدھر اُدھر گھومتے اور رات کو کعبہ کے پاس پڑے رہتے، حضرت علیؓ اس پردیسی مسافر کو اپنے ساتھ کھانا کھلانے لے جاتے، تین دن تک یہی معاملہ چلتا رہا، پھر حضرت علیؓ نے حضرت ابوذر سے پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ حضرت ابوذر نے حضرت علیؓ کے اخلاق و کردار کو دیکھا اور اطمینان ہوا کہ اگر راز فاش کر دوں تو ان سے کوئی ضرر اور تکلیف نہیں ہوگی بتلا دیا کہ میں محمد عربی ﷺ کی تلاش میں آیا ہوں حضرت علیؓ نے آپ ﷺ کے اوصاف وعادات کا تذکرہ کیا اور وعدہ کیا کہ صبح آپ ﷺ سے تمہاری ملاقات ہو جائے گی، صبح سویرے سرکار کی خدمت میں پہنچے ملاقات کی آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی تعلیم دی، حضرت ابوذر نے آپ ﷺ کے اخلاق و کردار کا بالراست جائزہ لیا اور اسی وقت اپنا دل سرکار کے حوالے کر دیا اور اسلام کی آغوش میں آ گئے حضور ﷺ نے انہیں مشورہ دیا کہ اس وقت اپنے وطن چلے جائیں، مگر ابوذر کے پاکیزہ دل میں ایمان کا شعلہ جو بھڑک اٹھا تو وہ اس قدر بے چین ہوئے کہ اسی وقت کعبہ کے پاس آئے اور بلند آواز سے اس بات کا اعلان کیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں، کافر ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور بری طرح مارا اور پیٹا......

بزرگانِ محترم! اس واقعہ سے اور اس قسم کے سینکڑوں واقعات سے آپ اور ہم اس بات کا

اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اسلام ہرگز تلوار کے زور سے نہیں پھیلا ہے بلکہ اپنی حقانیت وصداقت اور آپ ﷺ کے اخلاق وکردار کی کشش سے پھیلا ہے۔

اسلام جس تلوار سے پھیلا ہے وہ فولادی تلوار سے نہیں بلکہ حق وصداقت کی تلوار، اخلاق ودیانت کی تلوار، محبت والفت کی تلوار، سچے عقیدوں اور عمدہ اصولوں کی تلوار، اعلیٰ کردار اور بلند سیرت کی تلوار سے پھیلا ہے۔

اسلام اپنے اندر فطری کشش رکھتا ہے، اسلام نہ ظلم وجبر سے پھیلا ہے اور نہ اسلام اس بات کا قائل ہے کہ ظلم وجبر اور زبردستی سے اسلام پھیلایا جائے۔

لا اکراہ فی الدین O (البقرہ/۲۵۶)

دین میں کسی بھی قسم کی زبردستی نہیں ہے

وما علینا الا البلاغ و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین O

■ ■ ■

دعوتِ دین میں اخلاق کی اہمیت

- ظلم کا جواب معافی اور احسان سے
- دعوت دین کے لئے موقع کی تلاش
- قافلہ کے سات آدمی
- پتھر برسانے والوں کے حق میں دعاؤں کی برسات
- داعی کے حکیمانہ انداز سے مخالف کا غصہ کافور ہوجاتا ہے
- انصار میں ایثار کا جذبہ کیوں پیدا ہوا؟
- ایک ہی صف میں کیوں کھڑے ہوگئے محمود وایاز؟
- منزل ملنے تک جستجو کوئی سلمان فارسیؓ سے سیکھے
- یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا
- جنگی قیدی آزاد تو ہوا مگر............

■ ■ ■

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره الکافرون O

والصلوة و السلام علی رسوله محمدو اله وصحبه اجمعین

قال اللّٰہ تعالی

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللّٰہ یحب المحسنینO(آلعمران/۳۴)

فبما رحمة من اللّٰہ لنت لهم و لو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک فاعف عنهم و استغفرلهم و شاورهم فی الامر و توکل علی اللّٰہ O (آل عمران/۱۵۰)

انک لعلیٰ خلق عظیم (القلم/۴)

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم .

صل من قطعک واعف عن من ظلمک و احسن الی من اساء الیک O

حاضرین کرام! باپ اگر بیٹے کو شفقت اور پیار کے لہجہ میں کسی کام کا حکم دیتا ہے تو بیٹا اس کام کو اچھے انداز میں کرے گا اور اس طرح کام مکمل کرے گا کہ باپ کا دل باغ باغ ہو جائے، لیکن اگر باپ بجائے شفقت اور پیار کے سخت اور درشت لہجہ میں انتہائی غصہ کے عالم میں اپنے بیٹے کو کسی کام کا حکم دے گا تو ہوسکتا ہے کہ بیٹا وہ کام کردے مگر وہ اس کام کو اچھے اور نتیجہ خیز انداز میں ہرگز نہیں کرے گا۔ باپ نے ان دونوں صورتوں میں بیٹے کو حکم دیا ہے، مگر دونوں کا انجام الگ الگ اس لئے ہوگا کہ پہلی صورت میں باپ نے چونکہ نرم لہجہ اختیار کیا تھا اور پیار و محبت کے انداز میں حکم دیا تھا چنانچہ اس نے اس کام کو عمدہ انداز میں مکمل کیا اور اس کام کا انجام بھی اچھا رہا اور دوسری صورت میں چونکہ باپ نے حکمت کو ملحوظ نہ رکھا اور سختی اور درشت کلامی سے پیش آیا اور فطرت کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ ایسے انداز کا ردِ عمل بھی بُرا ہو۔

ظلم کا جواب معافی اور احسان سے

ہم نے یہ مثال اس حقیقت کو سمجھانے کے لئے دی ہے کہ دین کی دعوت دینے والا داعی، اسلامی تربیت میں مصروف مربی لوگوں کی اصلاح میں اپنا وقت قربان کرنے والا مصلح اور لوگوں میں اسلام کی تبلیغ کرنے والا مبلغ اگر دعوتِ دین اور اسلامی تربیت اور تبلیغ کے ان مراحل میں حکمت و موعظت، خیر خواہی اور نرمی، اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ کام کرے گا اور خود غرضی کو قریب آنے سے روک دے گا تو ظاہر ہے کہ جس کو دعوت دی جارہی ہے یا جس کی تربیت کی جارہی ہے یا جس تک دین کی بات پہنچائی جارہی ہے وہ مرعوب و متاثر ہوگا وہ نہ صرف یہ کہ داعی کی دعوت پر لبیک کہے گا اور مربی کی تربیت سے استفادہ کرے گا بلکہ وہ داعی کا گرویدہ اور مربی کا شیدائی بن جائے گا۔

اس لئے دین کی دعوت دینے والے کو تیز و نوکدار تلوار کے ذریعہ حملے کرنے کے بجائے شفقت و پیار، انس و محبت اور ہمدردی و غم خواری سے پیش آنے کا جذبہ سب سے پہلے اپنے اندر پیدا کرنا ہوگا۔
یہی وجہ ہے کہ نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کا جواب معافی اور احسان سے دیا تکلیف پہنچانے والوں کو دعاؤں سے نوازا اور اپنی زبان اور ہاتھ سے کسی کو بھی

کوئی نقصان نہ پہنچایا بلکہ نقصان پہنچانے والوں کو نفع پہنچانے کی کوشش کی، جو لوگ آپ ﷺ کی راہوں میں کانٹے بچھا رہے تھے آپ ﷺ ان کی ہدایت کا سامان پیدا کر رہے تھے، جو لوگ آپ ﷺ کے خلاف منصوبے بنا رہے تھے آپ ﷺ ان کی نجات کی فکریں کر رہے تھے، جو لوگ آپ ﷺ کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے آپ ﷺ ان کی سلامتی کے لئے پروردگار سے دعائیں مانگ رہے تھے، جو لوگ آپ کو شہر بدر کرنے کی ٹھان چکے تھے آپ ﷺ ان کی رکھی ہوئی امانتوں کی بحفاظت واپسی کی تدبیر سوچ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی اخلاق واوصاف نے آپ کے خاندان بنو ہاشم کے افراد کو مجبور کیا تھا کہ وہ قریش جیسی بڑی طاقت کے مقابلہ میں محمد عربی ﷺ کی حمایت کریں اور جب بنو ہاشم سے مطالبہ کیا کہ محمد عربی ﷺ کو ہمارے حوالہ کر دیں ورنہ ہم تمہارا سوشیل بائیکاٹ کر دیں گے تو بنو ہاشم نے صاف طور پر کہہ دیا کہ ہم محمد عربی کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتے، چنانچہ قریش نے حضور ﷺ کا اور آپ پر ایمان لانے والوں کا اور بنو ہاشم کا بائیکاٹ کر دیا اور معاہدہ لکھ کر کعبہ کے دروازہ پر لٹکا دیا، آپ کے خاندان بنو ہاشم کے تمام لوگوں نے حضور ﷺ کا ساتھ دیا اور ابو طالب کی گھاٹی میں ڈھائی تین سال تک طرح طرح کی مصیبتیں جھیلتے رہے، اور دیگر مسلمانوں کے ساتھ جنگل کی جڑی بوٹیاں، پتیاں اور چھال کھاتے رہے اور اپنے بلبلاتے بچوں کو بلبلاتا دیکھ کر بے تاب ہوتے رہے، مگر آپ ﷺ کا ساتھ دیتے رہے، آخر بنو ہاشم کو کس چیز نے اس قدر متاثر کیا تھا؟ جواب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ اعلیٰ و بالا اخلاق و کردار اور بہترین عادات کے ذریعہ آدمی جس قدر لوگوں کے دلوں تک پہنچ سکتا ہے کسی اور ذریعہ سے اس کی رسائی لوگوں کے دلوں تک نہیں ہو سکتی۔

حاضرینِ کرام! اس قسم کی جھلکیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کو بے حساب ملیں گی اور آپ ان واقعات کو سنتے سنتے تھک جائیں گے مگر واقعات ختم نہیں ہوں گے۔

دعوت دین کے لئے موقع کی تلاش

مکۂ مکرمہ اپنے زمانہ کا ایک تجارتی مرکز تھا جہاں عکاظ، ذوالمجاز اور مجنہ کے میلے مشہور تھے مختلف علاقوں سے یہاں قافلے آتے تھے اور کاروبار چلتے تھے آپ ﷺ کے لئے یہی میلے بہترین

مواقع تھے کہ آپ پیغامِ حق انہیں سنائیں چنانچہ آپ ﷺ کی راتوں کی طویل عبادتیں اور دن بھر کی یہ تبلیغی و دعوتی محنتیں ایسی ہیں کہ جنہیں تاریخ فراموش نہیں کرسکتی، مکۂ مکرمہ پہنچنے والے قافلوں میں بعض قافلے مدینہ سے آئے ہوئے بھی ہوتے تھے۔

قافلہ کے سات آدمی

چنانچہ مدینہ کے اس خوش قسمت قافلہ میں سات آدمی تھے، اسعد بن زرارہ، عوف بن حارث رافع بن مالک، قطبہ بن مالک، عقبہ بن عامر، جابر بن عبداللہ، عامر بن عبد حارثہ، یہ وہ خوش نصیب ہیں جنھوں نے اس موقع پر آپ ﷺ کی دعوتِ حق پہلی بار سنی اور آپس میں مشورہ کرنے لگے انہیں اس وقت وہ بات بھی یاد آگئی جو مدینہ کے یہودی کہا کرتے تھے کہ آخری نبی کو آنے دو ہم ان کے ساتھ شامل ہوکر تم سے انتقام لیں گے، مدینہ کے ان سات نوجوانوں نے آپس میں کہا کہ ہوسکتا ہے کہ یہی وہ آخری پیغمبر ہوں جن کے بارے میں یہودی ہمیں دھمکایا کرتے ہیں، چلو! ہم ان یہودیوں سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں، چنانچہ آپ ﷺ کے اخلاق وعادات اور آپ ﷺ کے اندازِ گفتگو کو دیکھ کر وہ سب اسلام کے دائرہ میں داخل ہوگئے، آخر مدینہ کے ان سات نوجوانوں کو آپ ﷺ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کرنے پر کس نے مجبور کیا؟ آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق، شریفانہ گفتگو اور اسلام کے بہتر اصولوں اور تعلیمات نے مجبور کیا تھا، اگر آپ ﷺ ان مسافروں کے ساتھ سخت گفتگو کرتے، درشت لہجہ سے بات کرتے تو کیا یہ ممکن تھا کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں۔

پتھر برسانے والوں کے حق میں دعاوؤں کی برسات

بزرگانِ محترم! وقت کا نبی دینِ اسلام کی سربلندی کی خاطر مکہ سے بہت دور طائف کے علاقہ میں پہنچ کر وہاں کے سرداروں سے ملاقات کرتا ہے، دل میں یہی درد پوشیدہ ہے کہ اگر یہ لوگ اسلام قبول کرلیں تو ایک بڑی جماعت دین اسلام کے دائرہ میں داخل ہوگی، آپ ﷺ کے ذہن میں یہ بات تھی کہ طائف سرسبز وشاداب علاقہ ہے، شریفوں کی بستی ہے، یہاں مالدار لوگ بھی رہتے ہیں، اس لئے پہنچے اور حق کا پیغام سنایا، مگر طائف والوں نے آپ ﷺ کے اس پیغام کی

ناقدری کی، بڑے ہی لا ابالی پن اور بے ہودگی سے پیش آکر آپ ﷺ کی گستاخی کی، مذاق اُڑایا اور آوازیں کسنے لگے اوراسی پر قناعت نہ کی بلکہ آپ ﷺ کے پیچھے آوارہ نوجوانوں کو لگادیا کہ آپ ﷺ کو اذیت اور تکلیف پہنچائی جائے، چنانچہ آپ ﷺ پر سنگباری ہوئی اور آپ کے قدم مبارک لہولہان ہوگئے،حضرت زید بن حارثہؓ جوآپ ﷺ کے رفیق سفر تھے آپ کوشہر سے باہر لے آئے، ایک باغ میں پناہ لی، باغ کے مالک نے اپنے غلام عداس کے ہاتھ انگور کا ایک خوشہ آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا، عداس نے انگور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کئے اور آپ ﷺ کے آگے بیٹھ گئے، آپ ﷺ نے انگور قبول فرمائے اوربسم اللہ کہہ کر کھانا شروع کیا۔

عداس نے پہلی مرتبہ بسم اللہ کا یہ جملہ سنا تھا اس کے لئے یہ جملہ بالکل اجنبی تھا، چنانچہ اس نے کہا آپ لوگ یہاں کے تو نہیں لگتے کہیں باہر سے آئے ہوئے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا تم بھی کہیں باہر ہی کے ہو؟ عداس نے کہا، ہاں! آپ ﷺ نے پوچھا کہاں کے رہنے والے ہو؟ عداس نے کہا، میں عیسائی ہوں اور نینویٰ کا رہنے والا ہوں، آپ ﷺ نے پوچھا، تم یونس جیسے نیک مرد کی بستی کے رہنے والے ہو، آپ حضرات جانتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام جس علاقہ میں مبعوث کئے گئے تھے اس علاقہ کا نام بھی نینویٰ ہے، عداس نے آپ ﷺ کی مبارک زبان سے یہ سن کر پوچھا کیا آپ یونس علیہ السلام کو جانتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا میں انہیں جانتا ہوں وہ میرے بھائی تھے وہ نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں، یہ سنتے ہی عداس نے آپ ﷺ کے ہاتھ پاؤں چومے آپ ﷺ نے اسلام کی باتیں بتلائیں عداس نے اسلام قبول کرلیا، آخر عداس کو کس چیز نے مجبور کیا کہ وہ ایک اجنبی آدمی پر اس قدر جلد فریضہ ہوجائے اور اپنا دل دے بیٹھے، بات یہ تھی کہ عداس یہ دیکھ رہے تھے کہ طائف کے لوگ تو آپ ﷺ کے جسم پر پتھر برسا رہے ہیں اور آپ ﷺ ان ظالموں کے حق میں اللہ تعالیٰ سے یوں کہہ رہے ہیں اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے یہ مجھے جانتی ہی نہیں۔

بزرگانِ محترم! آج بھی اگر مسلمانوں کے اخلاق و کردار میں ایسی قوت آجائے تو یقین ہے کہ اس قوت سے بہت سے وہ لوگ متاثر ہوجائیں جو ابھی تک اسلام سے محروم ہیں اور ہمارے اخلاق و کردار سے قوی امکان ہے کہ وہ اسلام کے دروازے میں داخل ہوجائیں۔

داعی کے حکیمانہ انداز سے مخالف کا غصہ کافور ہو جاتا ہے

ہم سب جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کو چالیسویں سال نبوت ملی اور آپ ﷺ نے نبوت ملنے کے بعد تیرہ سال تک مسلسل مکۂ مکرمہ میں محنت فرمائی، ان تیرہ سالوں کی لگاتار محنت اور مسلسل کوشش نے اس دین کی شعاعوں کو مدینہ تک پہنچا دیا تھا اور مدینہ میں آپ ﷺ کے اخلاق و کردار کا اور اسلام کے پیارے اصولوں کا خوب چرچا ہو چکا تھا اور آپ ﷺ نے مدینہ والوں کی درخواست پر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم اور حضرت مصعب بن عمیرؓ کو اس لئے یثرب بھیجا تھا کہ یہ دونوں مدینہ کے لوگوں میں اسلام کا پیغام پہنچائیں اور لوگوں کو ایک اللہ کی طرف بلائیں، چنانچہ حضرت مصعب بن عمیرؓ، اسعد بن زرارہؓ کے ہاں ٹھہرے، اہل مدینہ کو اس کی اطلاع ملی، لوگ اِدھر اُدھر سے ان کے پاس جمع ہو گئے، مدینہ میں اس وقت دو مشہور سردار تھے، سعد بن معاذؓ اور اسید بن جعفرؓ انہیں کو اس بات کی خبر ہوئی کہ مدینہ میں نئے دین کا ایک مبلغ آیا ہوا ہے، انہیں یہ فکر ہوئی کہ اگر یہ دین چمک جائے گا تو پھر ہمارا آبائی دین ختم ہو جائے گا، چنانچہ سعد نے اسید سے کہا، اس مبلغ کو روکو ورنہ لوگ بھٹک جائیں گے، چنانچہ اسید غصہ میں بھرے ہوئے حضرت مصعبؓ کے پاس پہنچے، منظر دیکھئے کس قدر دلفریب ہے کہ ایک طرف اسید کا چہرہ غصہ سے لال پیلا ہو رہا ہے اور ادھر حضرت مصعبؓ کے چہرہ میں مسکراہٹ ہے، خندہ پیشانی ہے، نرمی ہے، محبت و الفت کی جھلک ہے اور اسید سے خطاب کرتے ہوئے بہت ہی نرم انداز میں اپنائیت کے لہجہ میں کہہ رہے ہیں **یا اخی** اے میرے بھائی بیٹھئے میری باتیں سنیے کام کی ہوں، پسند آئیں تو مان لیجئے ورنہ آپ کو اختیار ہے۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ کے اس حکمت بھرے انداز نے اسید کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیا، اب ان کی انسانیت جاگ اٹھی ہے، بات کیا تھی حضرت مصعب کے دل کی محبت اور خیر خواہی کے جذبہ نے اسید کے دل کو سیراب کر دیا ہے اور ان کے غصہ کو سنجیدگی میں تبدیل کر دیا ہے، چنانچہ وہ بیٹھ گئے اور حضرت مصعبؓ سے دین کی باتیں سننے لگے بات دل سے نکلی تھی دل تک پہنچ گئی وہ فوراً بول اٹھے، یہ تو بہت اچھی باتیں ہیں میں انہیں قبول کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

بزرگو اور دوستو! واقعہ یہیں ختم نہیں ہوتا ابھی تو مدینہ کے ایک سردار کی بات ختم ہوئی ہے، اسید صرف مسلمان ہوئے ہیں، چنانچہ اسید نے حضرت مصعبؓ سے کہا ایک اور صاحب ہیں اگر وہ مسلمان ہوگئے تو پھر کوئی بھی باقی نہیں رہے گا، سب اسلام قبول کرلیں گے، یہ کہہ کر واپس ہوئے اور سعد کے پاس پہنچے، سعد نے دور سے دیکھ کر ہی کہا، اسید کا تو رنگ بدلا ہوا ہے معلوم ہوتا ہے کہ دل دے کر آیا ہے، اسید نے آتے ہی کہا، اس مبلغ کی باتوں میں کوئی ایسی ویسی بات نہیں ہے، سب اچھی اور سچی باتیں ہیں تم بھی چلو، چنانچہ اسید نے سعد کو اپنے ساتھ لیا اور حضرت مصعب کے پاس پہنچے حضرت مصعب نے پرجوش انداز میں ان کا استقبال کیا، سعد کی آنکھیں بھی کھل گئیں اور ایمان سے ان کا دل بھی روشن ہوگیا، اسلام کی اس روشنی کے ساتھ اپنی قوم میں واپس آئے اور سب کو جمع کیا اور ان سے پوچھا، لوگو! میں کیسا آدمی ہوں، سب نے کہا، آپ اچھے بھی ہیں اور سچے بھی، آپ ہم سب سے بہتر بھی اور ہمارے سردار بھی، سعد نے کہا، اگر ایسا ہے تو میں تم لوگوں سے اس وقت تک بات نہیں کروں گا جب تک تم سب لوگ اسلام قبول نہیں کرلو گے، سعد نے اپنی قوم کو سمجھانے میں سارا دن لگا دیا، آخر شام تک ان کی پوری قوم بنی عبدالاشہل مسلمان ہوگئی اور ''چراغ سے چراغ جلتے ہیں'' کا محاورہ صادق آ گیا۔

حاضرین کرام! اب آپ ہی بتایئے کہ اسید اور سعد اور ان کی پوری قوم کے مسلمان ہونے میں کیا چیز تھی جو مجبور کر رہی تھی کہ وہ اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ دیں، یہی کہ اسلام کا پیغام دینے والے کے چہرہ میں نرمی تھی، بشاشت تھی، مسکراہٹ کے پھول تھے، دل کا خلوص تھا، اللہ کا خوف تھا اور اخلاق و کردار کی بلندی تھی، آج ہم بھی اس قسم کے اخلاق کا مظاہرہ کریں گے تو وہ لوگ جو اسلام کے دروازے پر آ کھڑے ہیں ان کو اندر بلانے کے قابل بن جائیں گے۔

انصار میں ایثار کا جذبہ کیوں پیدا ہوا؟

آپ حضرات اس حقیقت پر بھی غور کریں کہ مدینہ کے اکثر لوگوں نے نبی رحمت ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تک نہیں ہے اور آپ سے ملاقات بھی نہیں کی ہے، مگر آپ ﷺ کی محبت سے ان کے دل کیوں سرشار ہیں اور جب اہل مدینہ کو اطلاع ہوئی ہے کہ آپ ﷺ مکہ سے مدینہ کی

طرف روانہ ہو چکے ہیں تو وہ روزانہ شہر سے باہر تک استقبال کیلئے آرہے ہیں اور ہر دن ان کا شوق آپ ﷺ کو ایک جھلک دیکھنے کیلئے بڑھتا جارہا ہے، انتظار کی بےقراریاں بڑھ رہی ہیں، آخر وہ دن آہی جاتا ہے ایک یہودی نے آواز لگائی ہے کہ لوگو! جن صاحب کا تمھیں انتظار تھا وہ آرہے ہیں یہ سنتے ہی فوراً اہل مدینہ کے دلوں میں محبت کی لہریں پیدا ہوتی ہیں، مدینہ کی راہوں میں دونوں جانب مرد حضرات صف بستہ کھڑے ہوکر استقبال کررہے ہیں، عورتیں اورلڑکیاں چھتوں پر چڑھ کر آپ ﷺ کا دیدار کرنا چاہ رہی ہیں چھوٹی بچیاں گیت گا کر محبت کا ثبوت پیش کررہی ہیں۔

بزرگو اور دوستو! آخر آپ ہی سوچئے کہ کس چیز نے مدینہ والوں کے ضمیر کو جھنجوڑا تھا آخر یہ جوش وخروش، یہ محبت والفت، یہ عقیدت واحترام، یہ جذبہ اور ولولہ، یہ جانثاری وغم خواری کس وجہ سے پیدا ہوئی تھی؟ اس کے پیچھے جو طاقت کام کررہی تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلوص کی طاقت تھی، آپ ﷺ کے اخلاق وکردار کی طاقت تھی، آپ ﷺ کے عاداتِ شریفہ اور اوصافِ جمیلہ کی طاقت تھی، آپ کی نرم دلی تھی اور ایثار کی قوت تھی، آپ کے لائے ہوئے پیغام حق کی طاقت تھی، یہی وہ ہتھیار ہیں جن سے سخت سے سخت دلوں کو موم کی طرح نرم کیا جاسکتا ہے، فولادی ہتھیاروں سے دل اور زیادہ سخت ہوتے ہیں اور اخلاق وکردار کے ہتھیار سے دلوں پر بادشاہت کی جاسکتی ہے، آپ ﷺ نے اسی قسم کے ہتھیار سے قریب اور دور رہنے والوں کے دلوں پر بادشاہت کی۔

مدینہ والوں کا دل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر جیت لیا کہ ہر انصاری نے مہاجرین میں سے ایک کو اپنا بھائی بنالیا اور ان کو وراثت کا حقدار بنالیا، آخر ہر قبیلہ، ہر خاندان، ہر طبقہ سے امڈ امڈ کر لوگ کیوں آپ ﷺ کے اطراف پروانوں کی طرح جمع ہوگئے تھے اسی لئے کہ آپ ﷺ نے ان کے لئے اپنے آپ کو موم سے زیادہ نرم کردیا تھا، قرآن مجید نے بھی آپ ﷺ کی نرم دلی کی گواہی دی۔

فبما رحمة من اللّٰه لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك O

اللہ کی رحمت کا نتیجہ ہے کہ آپ ان صحابہ کے ساتھ نرم برتاؤ کرتے ہیں، اگر آپ خدانخواستہ سخت دل ہوتے تو آپ کے اطراف سے سارے لوگ چلے جاتے

معلوم یہ ہوا کہ آپ ﷺ کا صحابۂ کرامؓ کے ساتھ اچھا سلوک، نرم لہجہ، خوشگوار انداز اور ہر ایک کے ساتھ مساویانہ برتاؤ اور خوشدلی، مسکراہٹ، نرم دلی، یہی وہ چیزیں تھیں جن کی وجہ سے شہری دیہاتی، کالے گورے، عربی عجمی سب کے سب ایک ساتھ جمع تھے۔

ایک ہی صف میں کیوں کھڑے ہوگئے محمود وایاز؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اعلیٰ کردار کے ذریعہ اس فرق کو مٹا دیا جو زمانۂ جاہلیت میں تھا، رنگ اور نسل کا فرق، قوم اور وطن کا فرق، زبان ولسان کا فرق، دولت اور غربت کا فرق، آقا اور غلام کا فرق اس قسم کے جتنے امتیازات تھے آپ ﷺ نے ان سب کو مٹا دیا اور مدینہ کے ماحول میں مسجد نبوی میں وہ دلکش اور دلفریب منظر سامنے آیا کہ روم سے آئے ہوئے صہیب اور ایران سے آئے ہوئے سلمان اور حبشہ کے بلال اور قریش کے ابوبکر وعمر اور مدینہ کے اوس وخزرج کے بڑے چھوٹے، یہود کے عبداللہ بن سلام، نجد کے ثمامہ بن اُثال سب ایک دوسرے کے ساتھ شیروشکر کی طرح بیٹھے ہوئے ہیں اور نمازیں پڑھی جارہی ہیں تو بغیر کسی امتیاز وفرق کے سب ایک ساتھ ایک ہی صف میں کھڑے ہیں۔

اس دلفریب منظر اور پر بہار نظام نے غرور وگھمنڈ کی چہار دیواری کو توڑ دیا تھا اور عاجزی، انکساری اور خاکساری کی چادر میں سب کو بٹھا دیا تھا۔

اس انقلاب کا سہرا کس کے سر جاتا ہے اسی نبی امی کے سر جس نے کائنات کا نقشہ اپنے اخلاق وکردار اور حق وصداقت کے پیغام سے بدل دیا تھا۔

بزرگانِ محترم! جب دین حق کا علمبردار پیغامِ حق سنانے کا جذبہ لئے اٹھتا ہے تو دنیا کے لوگ ایسے مخلص کو ڈھونڈتے چلے آتے ہیں، اخلاص وللّٰہیت کی طاقت سوپر پاور طاقت ہے جس طاقت سے دنیا سمٹ جاتی ہے اور فاصلے قریب تر ہوجاتے ہیں، کفر وشرک کے اندھیرے میں رہنے والے توحید وایمان کی روشنی کی طرف دوڑے چلے آتے ہیں۔

منزل ملنے تک جستجو کوئی سلمان فارسی سے سیکھے

حضرت سلمان فارسیؓ کا نام کون نہیں جانتا؟ ہم سب جانتے ہیں کہ یہ جلیل القدر صحابی ہیں مگر ہم میں سے بہت کم لوگ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ وہ کس طرح دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے؟ حضرت سلمان فارسیؓ کا اپنا بیان ہے وہ خود کہتے ہیں کہ میرے والد اپنی قوم کے سردار تھے میں ان کو سب سے زیادہ محبوب تھا، وہ مجھ کو گھر سے نکلنے نہیں دیتے تھے، لڑکیوں کی طرح میری حفاظت کرتے تھے، میرے والد ایک مکان بنوانے میں مصروف ہو گئے اور مجھ سے کہا جاؤ فلاں جائیداد دیکھ کر آؤ، میں گھر سے نکلا راستہ میں ایک گرجا گھر نظر آیا، جس میں عیسائی لوگ عبادت کر رہے تھے، مجھے ان کی عبادت پسند آئی، شام تک میں انہی لوگوں کے پاس رہا میں اپنے آبائی مذہب مجوسیت کو حقیر سمجھنے لگا اور اس کی جگہ میرے دل میں عیسائیت کی عظمت آ گئی، میں نے ان کے مذہب کے مرکز کے بارے میں دریافت کیا معلوم ہوا کہ وہ ملک شام میں ہے میں رات کو گھر واپس آیا میرے والد سخت انتظار میں تھے اور انتہائی پریشان تھے میں نے دن بھر کا قصہ سنایا اور عیسائیت کو بہتر مذہب قرار دیا میرے والد نے کہا بیٹے! تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا مذہب سب سے اچھا ہے میں نے کہا ہرگز نہیں اس کے بعد میرے باپ نے مجھے قید میں ڈال دیا اور پیروں میں بیڑیاں پہنا دیں، میں نے عیسائیوں کو کہلا بھیجا کہ جب کوئی قافلہ شام کی جانب روانہ ہو تو مجھے اطلاع دیں، چنانچہ ایک قافلہ کے شام کی جانب جانے کی اطلاع ملی میں نے بیڑیاں کاٹ ڈالیں اور قافلہ کے ساتھ شام پہنچا، وہاں بڑے پادری کی خدمت میں رہنے لگا لیکن وہ پادری بے دین ثابت ہوا، وہ مال و دولت کا حریص تھا لوگوں سے ملی ہوئی صدقہ کی رقم خود جمع کر لیتا تھا اس کے پاس سونے چاندی کے سات مٹکے جمع ہو گئے تھے، جب وہ مر گیا تو میں نے لوگوں کو اس کی حالت سے باخبر کیا لوگوں نے اس کی لاش کو دفن تک نہ کیا اور پتھروں سے سنگسار کیا۔

پھر اس کے بعد اس کا قائم مقام دوسرا شخص ہوا وہ نہایت اچھا عالم اور نیک آدمی تھا مجھے اس سے بڑی محبت ہو گئی وہ جب مرنے لگا تو میں نے اس سے کہا مجھے کچھ وصیت کیجئے اس نے کہا تم موصل

چلے جاؤ میں نے اس کی وصیت پر عمل کیا، وہاں ایک عالم اور صالح شخص تھے میں ان کی خدمت میں رہنے لگا جب ان کی بھی وفات کا وقت آیا میں نے ان سے بھی وصیت کی درخواست کی، انہوں نے کہا اس طریقہ پر اب یہاں کوئی نہیں ہے تم عموریہ چلے جانا وہاں ایک شخص ہیں میں ان کے کہنے کے مطابق عموریہ چلا گیا اور ان صاحب سے ملاقات کی اور ان کی خدمت میں رہنے لگا میرے پاس وہاں کچھ بکریاں اور گائیں جمع ہوگئیں، ان صاحب کی بھی وفات کا وقت آ گیا تو میں نے عرض کیا میں کس کے پاس جاؤں انہوں نے کہا، اب دنیا میں کوئی سچے راستے پر معلوم نہیں ہوتا، البتہ آخری نبی کا زمانہ قریب آ گیا ہے جو دین ابراہیمی لے کر آئیں گے وہ ایسی جگہ ہجرت کر کے جائیں گے جہاں کھجوروں کے درخت ہوں گے، ان کی خاص علامتیں یہ ہیں کہ ان کے مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی، وہ صدقہ کی چیز نہیں کھائیں گے اور ہدیہ قبول کریں گے، اگر ہو سکے تو ان کے پاس چلے جانا۔

اتفاق سے ان دنوں عرب کا ایک قافلہ ملکِ شام آیا ہوا تھا میں نے اپنی بکریاں اور گائیں اس قافلہ کے حوالے کیں اور درخواست کی کہ ان کے بدلہ وہ مجھے اپنے ساتھ عرب لے چلیں وہ وادی القریٰ تک مجھ کو لے گئے اور وہاں ایک یہودی کے ہاتھ مجھے بیچ ڈالا، وہاں میں کھجور کے درخت دیکھ کر سمجھا کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں میں جانا چاہتا ہوں، یہاں سے مجھے بنو قریظہ کا ایک یہودی خرید کر مدینہ لے آیا، میں نے پہنچتے ہی بھانپ لیا کہ یہ وہی جگہ ہے جس کی مجھے تلاش ہے چنانچہ میں اپنے مالک کے باغ میں کام کرتا رہا جس نے مجھے خریدا تھا، ایک روز میں اپنے کام میں مصروف تھا کہ اچانک میرے مالک کے چچازاد بھائی نے آ کر کہا، اللہ بنی قیلہ کو ہلاک کرے وہ سب ایک ایسے شخص کے اطراف جمع ہو رہے ہیں جو مکہ سے آیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں اللہ کا نبی ہوں، حضرت سلمان فارسی فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ میں درخت پر بیٹھے سن رہا تھا میرے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا میں درخت سے نیچے اتر گیا اور پوچھا کیا بات ہے؟ میرے آقا نے زور سے مجھے ایک مکا مارا اور کہا تو اپنا کام کر تجھے اس سے کیا مطلب؟ میں مجبوراً پھر کام کرنے لگا، لیکن شام کو کچھ کھانے کی چیز لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گیا اور عرض کیا یہ صدقہ ہے آپ کی خدمت میں پیش ہے، آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا میں سمجھ گیا کہ ایک علامت تو درست نکلی جو میرے پیشوا نے

مجھے بتائی تھی، دوسرے روز پھر دوسری چیز لے گیا اور عرض کیا یہ ہدیہ ہے قبول فرمائیے، آپ ﷺ نے اس میں سے خود بھی کھایا اور دوسروں کو بھی دیا، میں نے دل میں کہا، دوسری علامت بھی سچی ثابت ہوگئی، پھر ایک روز آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ ایک جنازہ کے ساتھ تشریف لے جارہے تھے میں نے سلام کیا اور آپ ﷺ کے مونڈھوں کے درمیان موجود مہرِ نبوت دیکھنے کی غرض سے آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلتا رہا، آپ ﷺ میرا ارادہ سمجھ گئے اور اپنے مونڈھوں سے چادر ہٹادی میں نے اس مہرِ نبوت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جس کی پیشن گوئی میرے یہودی رہنما نے دی تھی، میں نے اس مہرِ نبوت کو بوسہ دیا، پھر کیا تھا؟ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے میں رونے لگا، آپ ﷺ نے مجھے اپنے سامنے بٹھا لیا اور میں نے اپنا سارا قصہ سنایا پھر اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے کسی طرح اپنے آقا کی غلامی سے آزاد کرادیا۔

بزرگانِ محترم! یہ طویل قصہ میں نے آپ کو اس لئے سنایا ہے تاکہ میرے اور آپ کے دل میں اسلام کی حقانیت کا احساس ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ اکابر صحابۂ کرامؓ نے دینِ حق کی پیاس کو بجھانے کے لئے کس طرح اپنے وطن کو چھوڑا اور کس طرح اپنے چہیتے باپ کی شفقت کو خیر باد کہا اور کس طرح رسولِ حق کی ملاقات کے شوق میں غلامی کے داغ میں پھنستے گئے اور بیسیوں مراحل طے کرتے ہوئے اسلام کے آغوش میں آگئے اور انہیں وہ قرار اور سکون ملا جو قرار اور سکون ایک بیٹے کو اپنے باپ کے ہاتھ کے سایہ اور ماں کی گود میں ملتا ہے۔

یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا

تورات کے بہت بڑے عالم اور یہودیوں کے مشہور و معروف فاضل رہنما و رہبر حضرت عبداللہ ابن سلام ہیں، یہودی حضرت عبداللہ ابن سلام کی ہر بات کو تسلیم کرتے تھے اور ان کی عقیدت میں جیتے تھے اور ان پر فریفتہ تھے، مگر یہودی جس پر فریفتہ تھے وہ خود آپ ﷺ کے فریفتہ ہوگئے اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن سلام کے یہودیت سے اسلام کی طرف سفر کرنے کی داستان سناؤں تو بہتر یہ ہوگا کہ خود حضرت عبداللہ بن سلام کی زبانی یہ واقعہ سناؤں چنانچہ حضرت عبداللہ ابن سلام اپنا یہ سبق آموز واقعہ یوں بیان کرتے ہیں، میں رسول اللہ ﷺ کے نام اور آپ ﷺ کے اخلاق و

عادات واوصاف سے خوب واقف تھا، جب آپ ﷺ قبا تشریف لائے تو میں کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا اور کچھ کام کر رہا تھا، ایک شخص نے آپ ﷺ کی تشریف آوری کی اطلاع دی میں نے سن کر خوشی میں زور سے اللّٰہ اکبر کہا، میری پھوپھی نیچے بیٹھی ہوئی تھیں، انہوں نے کہا، اللہ تجھے گم کرے، موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کی خبر سے بھی تو شاید اتنا خوش نہ ہوتا، میں نے کہا پھوپھی جان، اللہ کی قسم وہ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں اور وہی دین لائے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام لے آئے تھے، پھوپھی نے کہا کیا یہ وہی نبی ہیں جن کے آنے کی خبر دی گئی ہے، میں نے کہا جی ہاں! وہ بولیں ایسا ہے تو خیر......

پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جس وقت پہلی مرتبہ میری نگاہیں آپ ﷺ پر پڑیں تو میری زبان سے یہ جملہ نکلا ''یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا''۔

بزرگانِ محترم! وہ چہرہ بھی کس قدر حسین وجمیل اور بے داغ چہرہ ہوگا جس چہرہ کو دیکھ کر پہلی نگاہ ہی میں اللہ کے اس بندے حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے کہہ دیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا، بات یقیناً سچی تھی اور اچھی تھی جس نے بھی کہی تھی، اللہ کی قسم! اس نبی کی زبان سے جو بھی نکلا وہ سچا اور اچھا کلام ہی نکلا۔

جنگی قیدی آزاد تو ہوا مگر!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وکردار کا میدان صرف مسلمانوں اور آپ ﷺ کے چاہنے والوں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ آپ ﷺ کافروں اور دشمنوں پر بھی مہربان اور نرم دل تھے، آپ ﷺ نے بڑے بڑے مجرموں کو معافی کا تحفہ پیش کیا ہے، تاریخ نے وہ واقعہ بھی کتابوں میں محفوظ کر دیا ہے کہ مدینہ کا ماحول ہے، نجد سے ایک شخص کو گرفتار کر کے صحابہ لے آئے ہیں جن کو تاریخ ثمامہ بن اثال سے یاد کرتی ہے، یہ جنگی قیدی تھے لوگوں نے ان کو مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا آپ ﷺ کی نظر اس قیدی پر پڑتی ہے آپ پوچھتے ہیں، اے ثمامہ! اپنی رہائی کے واسطے تمہارے پاس کیا ہے؟ ثمامہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا، میرے پاس خیر ہے اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جو قتل کا واقعی مستحق ہے اور اگر احسان فرمائیں گے تو ایک ایسے شخص پر احسان فرمائیں گے جو شکر گزار ہے اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو فرمایئے کس قدر چاہتے ہیں؟ حضور ﷺ نے اس وقت خاموشی اختیار فرمائی، دوسرے روز پھر ارشاد فرمایا

ثمامہ تمہارے پاس رہائی کے واسطے کیا ہے؟ بولے میرے پاس وہی ہے جو میں کہہ چکا ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا ثمامہ کو آزاد کردو، چنانچہ انہیں چھوڑ دیا گیا۔

حاضرین کرام! اندازہ لگائیے کہ ایک ایسا قیدی جس نے مخالف فوج میں رہ کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کی، پیارے رسول ﷺ نے اس قیدی کو آزاد کردیا اس سے نہ کوئی مال لیا اور نہ کوئی سزا دی، آپ ﷺ کے اس کریمانہ انداز نے اس جنگی مجرم کے دل میں کیا طوفان پیدا کیا؟ آپ شاید یہ سمجھ رہے ہوں کہ وہ آزاد ہوکر مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھوٹ جانے پر خوشیاں منا رہا تھا اور آزادی کے گیت گا رہا تھا، نہیں! سیرت کی کتابوں نے اللہ کے اس بندے کا حال یہ لکھا ہے کہ ثمامہ مسجد کے قریب کھجور کے باغ میں جاتے ہیں غسل کرتے ہیں پھر مسجد میں آتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔

اشهد ان لا اِله الا اللّٰه و اشهد ان محمدًا عبده و رسوله O

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں یا رسول اللہ! اللہ کی قسم روئے زمین پر سب سے زیادہ بغض اور کینہ میرے دل میں آپ ﷺ سے تھا اور اب مجھے آپ سب سے زیادہ محبوب ہیں، اللہ کی قسم! آپ کے دین سے مجھے دنیا کے تمام دینوں سے زیادہ نفرت تھی، اب یہ دین میری نظر میں سب سے زیادہ محبوب ہے، اللہ کی قسم! آپ کا یہ شہر مجھے دنیا کے تمام شہروں سے زیادہ ناپسند تھا اب یہ شہر مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر ایسے جنگی مجرم کا دل بھی جیتا ہے تو کس طرح جیتا ہے؟ احسان، ایثار، محبت اور معافی کی تلواروں سے یہ دل جیتے ہیں۔

آج بھی ہم اگر نبی کریم کے ان اخلاق و عادات کو اختیار کریں تو کوئی بعید نہیں کہ ہندوستان کی سرزمین میں رہنے والے دینِ اسلام سے محروم لوگ دینِ اسلام میں داخل ہو جائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اچھے اخلاق و عادات اپنانے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

■ ■ ■

والدین کی اطاعت اور خدمت کے ثمرات
نافرمانی، گستاخی اور بے ادبی کا انجام

- اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ماں باپ کی اطاعت
- ماں باپ کو اُف بھی نہ کہو......
- بوڑھے ماں باپ کی زیادہ رعایت
- ماں باپ سے خوب ادب سے بات کرو
- ماں باپ کے حق میں دعاء کا حکم
- ماں باپ کے بے پناہ احسانات
- ماں باپ کی شکر گذاری میں لاپرواہی کیوں؟
- ماڈرن اولاد کی حالت
- غور کر......اے نوجوان
- جس کے پیروں تلے جنت ہے
- ماں باپ کی نافرمانی حرام ہے
- اونچا درجہ پانے کے باوجود
- نبی رحمت ﷺ نے اپنی رضاعی ماں کا کس طرح استقبال کیا
- حضرت حارثہ بن نعمانؓ کو یہ مقامِ بلند کس طرح مل گیا؟
- ہم اپنے ماں باپ کی دعائیں لیں
- ماں باپ کی خدمت بھی جہاد ہے
- جس طرح ماں باپ کو رلا کر آئے ہو......
- ماں باپ کی اجازت کے بغیر......
- حضرت عمرؓ سے پوچھئے حضرت اویس قرنیؒ کا مقام
- اولاد کے مال میں ماں باپ کا حق
- والدین کی خدمت سے عمر میں برکت
- ماں باپ جنت بھی ہیں اور دوزخ بھی
- اگر ہمیں اپنی اولاد سے توقع ہے تو پھر
- ماں باپ کی نافرمانی کی سزا دنیا میں بھی
- اولاد ہونے کی حیثیت سے ہماری ذمہ داری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰه الذی خلق السمٰوٰت والارض والصلوٰة والسلام علی النبی محمد صلی اللّٰه علیه وسلم ، اما بعد فقال اللّٰه عزوجل فی القرآن المجید O

اعوذ باللّٰه من الشیطٰن الرجیم . بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم .

وقضٰی ربک الا تعبدوا الا ایاه وبالو الدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدهما او کلاهما فلا تقل لهما اف ولا تنهر هما و قل لهما قولاً کریماO(بنی اسرائیل / ۲۴)

واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما کما ربیانی صغیرًا O (بنی اسرائیل / ۲۴)

وقال تعالیٰ واللّٰه اخرجکم من بطون امهتکم لا تعلمون شیئًا و جعل لکم السمع والابصار والا فئدة لعلکم تشکرون O (النحل : ۷۸)

وعن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ثلث دعواتٍ مستجابات لاشک فیهن دعوة الوالد و دعوة المسافرو دعوة المظلوم O (ترمذی و ابوداود)

وعن ابن عباسؓ ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال مامن ولد بار ینظر الی والدیه نظرة رحمة الا کتب اللّٰه له کل نظرة حجة مبرورًا (مسلم)

بزرگانِ محترم! قدرت نے ایک ایسا نظام انسانوں سے متعلق بنایا ہے کہ ایک ہی انسان ہے مگراس کی نسبتیں ہرایک سے الگ الگ حیثیت سے ہیں، ہے تو ایک ہی انسان مگر وہ کسی کا بندہ ہے یعنی رب العالمین کا، کسی کا امتی ہے، یعنی رحمتہ للعالمین کا اور یہی انسان کسی کا چچا ہے تو کسی کا بھتیجا، کسی کا ماموں ہے تو کسی کا بھانجا، کسی کا پوتا ہے تو کسی کا دادا، کسی کا نانا ہے تو کسی کا نواسا کسی کا بھائی ہے تو کسی کا بہنوئی، کسی کا سالا ہے تو کسی کا ہمزلف، کسی کا استاد ہے تو کسی کا شاگرد، کسی کا دوست ہے تو کسی کا پڑوسی، کسی کا غلام ہے تو کسی کا آقا، اور کسی کا باپ ہے تو کسی کا بیٹا، کسی کا داماد ہے تو کسی کا خسر، کسی کا دیور ہے تو کسی کا جیٹ، یہ اس صورت میں ہے جب کہ یہ انسان مرد ہے اور یہی انسان عورت کی جنس میں ہو تو پھر تو کسی کی بندی ہے تو کسی کی امتی کسی کی بھتیجی ہے تو کسی کی چاچی، کسی کی بھانجی ہے تو کسی کی مامی، کسی کی دادی ہے تو کسی کی پوتری، کسی کی نانی ہے تو کسی کی نواسی، کسی کی شاگردہ ہے تو کسی کی استادنی، کسی کی سہیلی ہے تو کسی کی پڑوسن، کسی کی بیٹی ہے تو کسی کی ماں، کسی کی بہو ہے تو کسی کی ساس، کسی کی بھابھی ہے تو کسی کی نند تو ایک ہی انسان ہے مگر اس کے رشتے بیسیوں افراد سے منسلک ہیں اوران تمام رشتوں کا لحاظ ضروری بھی ہے اوران کے تمام حقوق کی ادائیگی لازمی بھی، لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ ایک انسان کا رشتہ سب سے پہلے اس کے رب سے اوراس کے بھیجے ہوئے رسول سے ہے جن کی اطاعت، محبت اور عظمت ان تمام رشتوں سے زیادہ ہونی چاہئے، اسی وقت کسی انسان کا ایمان کامل ومکمل ہوسکتا ہے۔

اللہ اوراس کے رسول کے بعد سب سے بڑا رشتہ جس کا لحاظ رکھنا ہر مسلمان پر لازمی ہے، وہ کونسا رشتہ ہے، وہ ہے اولاد بیٹے کیلئے ان کے ماں باپ کے درمیان کا رشتہ......

اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ماں باپ کی اطاعت

قرآن مجید نے اسی لئے ایک اللہ کی عبادت کا جہاں حکم دیا اسی حکم کے ساتھ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا، چنانچہ سورۂ نساء کی آیت نمبر(۳۶) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

و اعبدوا اللّٰہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا O

کہ اللہ کی عبادت کرو اوراس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو

سورۂ انعام کی آیت نمبر (۱۵۱) میں بھی کہا گیا کہ:

الا تشر کوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا O

کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرو۔

ان آیات کے علاوہ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر (۲۴) میں بڑی تفصیل کے ساتھ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے اوران کے حقوق ادا کرنے کی تاکید کی گئی تو اس آیت میں بھی ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا چنانچہ اِرشادِ ربانی ہے:

الا تشر کوا بہ شیئا و بالوالدین احسانا O

اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرو۔

ان آیات میں توحید کے بارے میں اجمالاً بیان کیا گیا اور ماں باپ کے ساتھ برتاؤ کے سلسلہ میں پوری تفصیل سے بیان کیا گیا اور ہر ہر جز کی وضاحت اور صراحت کردی گئی اور فرمایا گیا :

ماں باپ کو ''اف'' بھی نہ کہو

اِما یلبغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اف ولا تنھر ھما O

اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک ماں یا باپ یا دونوں ماں اور باپ بڑھاپے کو پہنچ جائیں اور بڑھاپے کی کمزوری کی وجہ سے تمہاری خدمت کے محتاج بن جائیں اوراس وقت تمہیں ان کی خدمت کرنا بھاری بوجھ محسوس ہو اوراس بوجھ کی وجہ سے تمہاری زبان سے کہیں لفظ اُف نہ نکل جائے۔ اپنے ماں باپ کے ادب اوران کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو تم کبھی اف بھی مت کہو اور تمہارے مزاج کے خلاف کوئی بات پیش آجائے تو ان کو جھڑکی بھی نہ دو، والدین کی خدمت واطاعت کے لئے والدین کا بوڑھا ہونا ضروری نہیں، اگر ماں باپ جوان اور تندرست ہوں جب بھی یہی حکم ہے کہ ان کے ساتھ ادب کا برتاؤ کیا جائے اوران پر احسان کیا جائے، ان کی جہاں تک ہو سکے خدمت کی جائے اور جائز امور میں ان کی اطاعت کی جائے۔

بوڑھے ماں باپ کی زیادہ رعایت

والدین کی اطاعت ہر حال میں اور ہر عمر میں واجب ہے، اس آیت میں بطور خاص بوڑھے ماں باپ کو اف کہنے سے تک منع کیا گیا اور ان کو جھڑکی دینے سے اس لئے روکا گیا کہ بڑھاپے میں ماں باپ اپنی اولاد کی خدمت کے زیادہ محتاج ہو جاتے ہیں اور ایک ایسے زمانہ میں جس میں ان کی زندگی اولاد کے رحم وکرم کے سہارے گزرتی ہے وہ اس بات کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں کہ ان کے ساتھ نرم برتاؤ کیا جائے اور بڑھاپے کے اس نازک دور میں اولاد اگر ماں باپ کو جھڑکتی ہے یا اپنے قول یا عمل سے تکلیف دیتی ہے تو یہ تکلیف ان کے دل پر زخم پیدا کرتی ہے، یہ عین ممکن ہے کہ اس زخم کی وجہ سے ان کی زبان سے اولاد کے حق میں اللہ کے حضور کوئی ایسا جملہ نکل جائے جو اولاد کی ترقی کیلئے رکاوٹ اور ان کی گراوٹ کا سبب بن جائے۔

اور اللہ تعالیٰ نے بطور خاص بوڑھے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور محتاط رویہ اختیار کرنے کا حکم اس لئے بھی دیا کہ بڑھاپے کی مجبوریاں اور بیماریاں طبعی طور پر انسان کو چڑچڑا بنا دیتی ہیں اور جب اولاد اپنے ماں باپ میں چڑچڑاپن محسوس کرتی ہے تو جوانی کا خون گرم ہو جاتا ہے اور وہ اس چڑچڑاہٹ کا جواب دینے کی طرف مائل ہوتی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اولاد کو باخبر کر دیا کہ تمہیں اپنے بوڑھے ماں باپ کا ہر طرح لحاظ رکھنا ہے اور ان کی طرف سے جو بھی ناموافق بات اور مزاج کے خلاف کوئی عمل سرزد ہو جائے تو تمہیں اس رشتہ کو تازہ کر لینا چاہئے کہ وہ تمہارے ماں باپ ہیں جنہوں نے تمہیں دل وجان سے پالا پوسا، پرورش کی اور تربیت کی اور وہ تمہارے بچپن میں ہر طرح اور ہر لحاظ سے سہارا بنے رہے، اب ان کے بڑھاپے کی کمزوری کے وقت تمہیں ان کا سہارا بننا چاہئے اور اللہ تعالیٰ نے اس لئے بھی بطور خاص بوڑھے ماں باپ کا ہر طرح لحاظ رکھنے اور ان کو اف کہنے سے بھی روکا کہ ماں باپ جب بڑھاپے کے آخری دور میں قدم رکھتے ہیں تو ان کی عقل بھی جواب دینے لگتی ہے اور بعض مرتبہ ان کی اس مجبوری کی وجہ سے وہ ایسے مطالبات بھی کرتے ہیں جن کا پورا کرنا اولاد کیلئے ناممکن نہ سہی مشکل ضرور ہوتا ہے، ایسے موقعوں پر اولاد کیلئے سوائے برداشت کے اور کوئی صورت نہیں ہوتی، اولاد کو چاہئے کہ ایسے ماں

باپ کو حسن تدبیر سے سمجھا دیں اور ادب کے دائرہ میں رہ کر ان کو سنبھالیں اور ایسے موقعوں پر یہ سوچیں کہ ہماری شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے ماں باپ کے ان احسانات کا بدلہ ادا کریں، جو انہوں نے ہم پر ہمارے بچپن میں کئے ہیں اور اس بات پر بھی غور کریں کہ ہم نے اپنے بچپن میں اپنے ان ماں باپ کو اپنی ہٹ دھرمی، شرارت اور ضد سے کس قدر ستایا ہوگا اور ہمارے ماں باپ نے اس زمانہ میں ہمارے بے جا مطالبات پر کس قدر صبر کیا ہوگا اگر یہ فکر اولاد کے ذہن میں آجائے تو شاید ہی کوئی اولاد ادب کے دائرہ سے چھلانگ لگائے۔

ماں باپ کے سامنے اپنی ناراضگی کے اظہار کیلئے اُف کہنا بھی درست نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اولاد کی زبان سے ایک لفظ بھی ایسا نہ نکلے جو ماں باپ کیلئے ذہنی اور قلبی تکلیف و اذیت کا ذریعہ بن جائے، اگر اپنے ماں باپ کی کسی بات پر اس طرح لمبی سانس لینا جس سے ان پر ناگواری کا اظہار ہو یہ بھی بے ادبی اور اذیت میں داخل ہے۔

اگر اُف کہنے کی ہی اجازت نہیں تو پھر ماں باپ کو ڈانٹنے، دھمکانے، ڈرانے اور جھڑکنے کی اجازت اور گنجائش کہاں باقی رہے گی

ماں باپ سے خوب ادب سے بات کرو

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولا تنھر ھما O (بنی اسرائیل/۲۳) تم اپنے ماں باپ کو جھڑکی نہ دو

بلکہ اولاد کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنے ماں باپ سے محبت وشفقت کے نرم لہجہ میں بات کی جائے

وقل لھما قولاً کریما O (بنی اسرائیل/۲۳)

اور تم اپنے ماں باپ سے خوب ادب سے بات کرو۔

اللہ تعالیٰ نے اتنا کہہ کر اکتفا نہیں کیا بلکہ اولاد کو للکارا اور کہا کہ:

واخفض لھما جناح الذل من الرحمة O (بنی اسرائیل/۲۴)

اور تم اپنے ماں باپ کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہو۔

حضرت سعید بن مسیّبؒ نے فرمایا، جس طرح کوئی غلام اپنے سخت مزاج آقا سے نرم لہجہ میں جھک کر ملتا ہے اسی طرح اولاد کو چاہئے کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ محبت وشفقت کے نرم لہجہ میں بات کرے۔

اپنے ماں باپ کے لئے اپنے بازو عاجزی اور ذلت کے ساتھ جھکائے رکھیں اور یہ جھکنا محض دکھاوے کے لئے یا رسمی طور پر نہیں جیسا کہ دنیا کے لوگوں کا رواج ہے بلکہ اپنے بازوؤں کو ماں باپ کے لئے جھکا دینا دل کی گہرائی سے ہو۔

ماں باپ کے حق میں دعاء کا حکم

پھر اللہ تعالیٰ نے اولاد کو حکم دیا کہ:

وقل رب ارحمھما کما ربینی صغیرًا O (بنی اسرائیل/۲۴)

کہ تم اپنے ماں باپ کے حق میں یوں دعاء کرو کہ اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحمت فرمایئے جیسا انہوں نے مجھ کو بچپن کی عمر میں پالا اور پرورش کی، فرمانبردار، سعادتمند، صالح اور متقی اولاد کا فریضہ ہے کہ وہ جہاں اپنے اور اپنے اہل وعیال کیلئے دعاء کریں وہیں اپنے ماں باپ کے لئے اللہ تعالیٰ سے دل کی گہرائی سے دعاء کریں کہ اللہ تعالیٰ ان ماں باپ پر اسی طرح رحم کریں جس طرح انہوں نے ان کے بچپن میں ان کی پرورش کے ذریعہ رحم کیا۔

رحمت کی یہ دعاء ماں باپ کی حیات میں بھی کرنا ہے اور اس وقت بھی جب ماں باپ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں اس لئے کہ ماں باپ اللہ کی رحمت کے محتاج اس دنیا میں بھی ہیں اور آخرت میں بھی محتاج ہیں، اس لئے کہ اللہ کی رحمت کے بغیر نجات اور سلامتی کا ملنا مشکل ہے۔

ماں باپ کے بے پناہ احسانات

بزرگانِ محترم! آج ہم میں کا ہر شخص عزت ورفعت کے جس درجہ پر ہے، علم وہنر کے جس رتبہ پر فائز ہے، مال ودولت کی جس سطح پر موجود ہے، صلاحیت، لیاقت اور قابلیت کے جس مقام پر ہے، اخلاق کی جس پاکیزگی اور عادات واوصاف کی جس صفائی پر ہے یہ فضل ہے رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کا اور طفیل ہے ان ماں باپ کا جنہوں نے ہمیں اس قابل بنایا، ان کے بے پناہ احسانات ہیں جن کے

سایہ میں ہم جی رہے ہیں، اگر ہمارے ماں باپ ہمیں بے لگام گھوڑے کی طرح یوں ہی چھوڑ دیتے اور ہماری تربیت نہ کرتے تو آپ ہی بتائیے کہ آج ہمارا کیا حال ہوتا؟ اس لئے ہم میں سے ہر چھوٹے بڑے کا اخلاقی و دینی فریضہ ہے کہ ہم اپنے ماں باپ کے ان احسانات کوفراموش کرنے کے بجائے ان احسانات کوذہن میں محفوظ رکھیں اوران کا شکر بجالائیں، قرآن مجید نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم جس طرح رب کاشکرادا کرتے ہیں اسی طرح ماں باپ کا بھی شکرادا کریں۔

ماں باپ کی شکرگزاری میں لاپرواہی کیوں؟

چنانچہ سورۂ لقمان کی آیت نمبر(۱۴) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

ان اشکرلی ولو الدیک O لوگو!تم میرااوراپنے ماں باپ کاشکرادا کرو۔

بزرگانِ محترم! آج ہماری حالت یہ ہے کہ راستہ گزرتے ہوئے اگرکوئی ہمیں لفٹ دیتا ہے اورایک دوکلومیٹر کا فاصلہ اپنی سواری پر بٹھا کر طے کرادیتا ہے تو ہم پوری بشاشت اور مسکراہٹ کے ساتھ اس شخص کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اگر دورانِ سفرکوئی شخص بس میں یا ٹرین میں تھوڑی سی جگہ بیٹھنے کے لئے دے تو دل کی گہرائی سے خوش ہوتے ہیں اور پورے جذبہ کے ساتھ اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اگرکوئی دوست ایک چائے پلا دیتا ہے تو پانچ چھ مرتبہ لفظ شکریہ زبان سے نکل جاتا ہے مگروہ ماں باپ جواپنی اولاد کے لئے اپنی زندگی قربان کردیتے ہیں، وہ ماں باپ جو اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت، کھلانے پلانے اور پہنانے میں خون پسینہ کی کمائی خرچ کردیتے ہیں اوراولاد کی محبت کے لئے راتوں کی نیندقربان کردیتے ہیں ان ماں باپ کا شکریہ ادا کرنے میں آج اولادکوشرم اور جھجک محسوس ہوتی ہے، آج کی نافرمان اوراحسان فراموش اولاد کی بداخلاقی کی حالت یہ ہے کہ جب ماں باپ ان کو دینے دلانے میں کچھ کمی بیشی کرتے ہیں یا اپنے احسانات یاددلاتے ہیں تو بداخلاق اولاد کی حالت یہ ہوتی ہے کہ یوں کہتے ہیں کہ تم نے ہمیں پال کر اور تعلیم دے کرکونسا کمال کردیا یہ توہر ماں باپ ہی کرتے ہیں، کیا یہی شکرگزاری کے الفاظ ہیں؟

ماڈرن اولاد کی حالت

آج کی ماڈرن اولاد کا حال یہ ہے کہ جب بھرپور جوانی کی قوت وطاقت آجاتی ہے تو اپنا وہ ماضی بھول جاتے ہیں جس میں وہ اپنے ماں باپ کی گود میں کمزور حالت میں تھے، جوانی کی طاقت اور مال و دولت کا غرور ان احسانات کو بھلا دیتا ہے اور اپنے ماں باپ کو غلام اور باندی تصور کرنے لگتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ یہ ماں باپ ہمارے رحم وکرم پر جی رہے ہیں، آج کتنے نوجوان ایسے ہیں جو اپنے ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے کے بجائے اپنی بیوی اور اپنے بچوں کی حماقت میں ان پر ظلم کرتے ہیں، آج کتنے نوجوان ایسے ہیں جو اپنے ماں باپ کی خدمت کرنے کے بجائے ان سے خدمت لیتے ہیں۔

آج کتنے نوجوان ایسے ہیں جو اپنے ماں باپ کی مالی مدد کرنے کے بجائے انہی کی محنت کی کمائی بے دردی کے ساتھ کھا جاتے ہیں، آج کتنے نوجوان ایسے ہیں جو اپنے ماں باپ کے بڑھاپے میں ان کا سہارا بننے کے بجائے ان کی زندگی کی آخری بے کسی کی سانسوں میں ان کے لئے وبال جان اور بوجھ بن جاتے ہیں۔آج کتنے نوجوان ایسے ہیں جو اپنے ماں باپ کا ادب کرنے کے بجائے انہیں اپنا ادب کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔

کیا ان نوجوانوں کے دل میں اپنی بوڑھی، مجبور اور بے کس بیمار ماں پر رحم کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔

غور کر...... اے نوجوان!

اے نوجوان! یہی وہ ماں ہے جس کے پیٹ سے تو ایک مکمل انسان بن کر آیا ہے، اسی کے پیٹ میں تیری آنکھ بنی ہے جس سے آج تو دنیا کی ان ساری چیزوں کو دیکھ رہا ہے، اسی کے پیٹ میں تیرے وہ کان بنے ہیں جن سے تو سن رہا ہے، اسی کے پیٹ میں تیری یہ زبان تیار ہوئی ہے جس سے تو اپنی ماں کو تکلیف پہنچا رہا ہے۔

یہی وہ ماں ہے جس کے ہاتھ میں تو پہلی مرتبہ آیا تھا تو دنیا کی کسی بھی چیز سے تو واقف نہیں تھا، تو جب تیری ماں کی آغوش میں تھا تو اپنے آپ سے واقف نہیں تھا، قرآن مجید نے اسی لئے یہ بات یاد دلائی ہے کہ:

واللّٰہ اخرجکم من بطون امھتکم لا تعلمون شیئاً O

اللہ تعالیٰ نے تم کوتمہاری ماوں کے پیٹوں سے اس حالت میں نکالا ہے کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے
اے نوجوان! شرم ہے تیری بداخلاقی پر کہ قرآن مجید کو تیری ماں کی اس تکلیف کا احساس ہے جبکہ تو اس کے پیٹ میں کروٹیں بدل رہا تھا۔

حملتہ امہ و ھنا علی وھن O (لقمن/۱۴)

کہ ماں نے تکلیف پر تکلیف اٹھا کر اس کو اٹھائے رکھا۔
مگر تجھے باوجود اس کی اولاد ہونے کے اس بات کا ذرہ برابر احساس نہیں۔

جس کے پیروں تلے جنت ہے

تجھے جاننا چاہئے کہ یہ وہ ماں ہے جس کے پیروں تلے جنت ہے نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

الجنۃ تحت اقدام الامھات ۔ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ تیری نماز تجھے جنت میں پہنچادے گی، تیرا روزہ تجھے جنت میں پہنچادے گا، تیری زکوٰۃ تجھے جنت میں پہنچادے گی، تیرا حج تجھے جنت میں پہنچادے گا، نبی کریم ﷺ نے علی الاعلان یہ بات بتلادی ہے کہ اگر جنت کو پانا چاہتے تو پہلے اپنی ماں کو اپنی خدمت، اپنی اطاعت اور اپنے حسن سلوک سے خوش کرلو، جب تیری ماں تیرے حق میں تیری اطاعت وخدمت سے خوش ہوکر دعاء دے گی تو سمجھ جا کہ تیرے لئے جنت کے دروازے کھلے ہیں۔

ماں باپ کی نافرمانی حرام ہے

جس طرح شراب حرام ہے، جوا حرام ہے، زِنا حرام ہے، اسی طرح یہ بھی حرام ہے کہ آدمی اپنی ماں کی نافرمانی کرے، نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

ان اللّٰہ حرم علیکم عقوق الامھات O

اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کوحرام کردیا ہے۔

آدمی صرف نماز، صرف روزہ، صرف تلاوت، صرف ذکر واذکار، صرف اسلامی لباس، صرف حج وعمرہ سے متقی نہیں ہوجاتا تقویٰ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے

ساتھ حسن سلوک کرے، ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا آدمی کے گناہوں کی معافی کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے، چنانچہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول! مجھ سے ایک بڑا گناہ ہو گیا ہے کیا میرے لئے گناہوں سے توبہ کا دروازہ کھلا ہے؟ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا نہیں، آپ ﷺ نے پوچھا کیا تمہاری خالہ زندہ ہے؟ فرمایا، ہاں آپ ﷺ نے فرمایا تم اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔

اونچا درجہ پانے کے باوجود ماں باپ کی نگاہ میں بیٹا ہی ہے

بزرگانِ محترم! بظاہر گناہوں کی معافی سے ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے کا کوئی تعلق نہیں ہے لیکن آدمی کی توبہ قبول ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، آدمی اپنی ذات میں چاہے کتنا ہی بڑا درجہ حاصل کرلے اور لوگوں کی نگاہ میں چاہے جتنا اونچا مقام پالے وہ لوگوں کی نگاہوں میں عالم ہے، فاضل ہے، قاری ہے، حافظ ہے، مفسر ہے محدث ہے، ڈاکٹر ہے، انجینئر ہے، کمشنر ہے یم ایل اے ہے، یم پی ہے، منسٹر ہے، جسٹس ہے، چیف جسٹس ہے، لیکن یہ اپنی ماں اور اپنے باپ کے لئے سوائے بیٹے کے اور کچھ نہیں ہے، کوئی شخص اگر اپنے علم اپنے مال اور اپنی لیاقت و قابلیت کی وجہ سے اونچے سے اونچا مقام حاصل کرلے تو وہ اپنے ماں باپ کی نگاہوں میں اولاد کی فہرست سے باہر نہیں ہو جائے گا بلکہ اولاد اولاد ہی ہوتی ہے چاہے وہ خود بھی صاحب اولاد ہو جائے۔

نبی رحمت ﷺ نے اپنی رضاعی ماں کا کس طرح استقبال کیا؟

یہی وجہ ہے کہ نبیوں کے سردار، رحمۃ للعالمین آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں، ایک بوڑھی عورت آپ ﷺ کی خدمت میں آتی ہیں، نبی کریم ﷺ کی نگاہ اس بوڑھی عورت پر پڑتی ہے، آپ ﷺ اپنی چادر مبارک اپنے جسم سے اُتار کر اس بوڑھی عورت کے قدموں تلے بچھا دیتے ہیں اور بڑے ادب سے اس عورت کا استقبال کرتے ہیں اور

اس چادر مبارک پر بٹھا دیتے ہیں، تھوڑی دیگر گفتگو کے بعد وہ بوڑھی عورت چلی جاتی ہے، صحابۂ کرام حیران ہیں کہ آخر یہ سعادت مند خاتون کون ہے جس کو آپ ﷺ کی مبارک چادر پر بیٹھنا نصیب ہوا، نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا، یہ میری رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ تھیں۔

آج بیٹا ڈاکٹر بن گیا تو سمجھ جاتا ہے کہ میں پہلے آسمان پر پہنچ گیا، اگر عالم و فاضل بنتا ہے تو سمجھتا ہے کہ میں عرش معلیٰ پر چلا گیا حالانکہ یہ مقام بلند اگر ملا ہے تو اسی بوڑھی اور کمزور ماں کی دعاؤں کے سبب ملا ہے۔

حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کو یہ مقام بلند کس طرح مل گیا؟

حاضرین کرام! ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک ایک ایسی نیکی ہے جس نیکی کی جزا ایسی بے مثال ہے کہ تصور کے باہر ہے، نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ اپنا خواب بیان فرمایا اور اِرشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں ہوں وہیں میں نے کسی کے قرآن پاک پڑھنے کی آواز سنی تو میں نے دریافت کیا کہ اللہ کا یہ کون بندہ ہے جو یہاں جنت میں قرآن پڑھ رہا ہے تو مجھے بتایا گیا کہ یہ حارثہ بن نعمان ہیں، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا حضرت حارثہ بن نعمان کو یہ بلند مقام اس لئے ملا کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ تمام لوگوں سے زیادہ اچھا برتاؤ کرتے تھے یہ کہہ کر آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم بھی اپنے ماں باپ کی خدمت و اطاعت کرو اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

اس واقعہ سے ہم یہ سبق حاصل کر سکتے ہیں کہ ماں باپ کی فرمانبرداری اور ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک ایک ایسا پیارا عمل ہے کہ آپ ﷺ جنت میں حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ جیسے فرمانبردار بیٹے کو قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔

ہم اپنے ماں باپ کی دعائیں لیں

اولاد کو چاہئے کہ وہ اپنے ماں باپ کو اپنی خدمت، اطاعت اور حسن سلوک کے ذریعہ راضی کرلیں اور ان سے دعائیں لیں، نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

ثلٰث دعوات مستجابات لاشک فیھن دعوۃ الوالد و دعوۃ المسافر ودعوۃ المظلوم O

تین دعائیں ایسی مقبول ہیں کہ ان کے قبول ہونے کے بارے میں ذرہ برابر شک نہیں کیا جاسکتا یعنی ان تین قسم کے لوگوں کی دعائیں اللہ تعالیٰ کے حضور ضرور قبول ہوں گی۔

- ایک تو مسافر کی دعاء ہے جو مسافر بے چین ومضطرب ہو اور گڑ گڑا کر دعاء مانگے اللہ تعالیٰ اس کی دعاء کو ضرور قبول کر لیتے ہیں۔
- دوسرا وہ شخص جس پر ظلم کیا گیا اور وہ مظلومانہ حالت میں اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے، ایسے مظلوم اور عرش کے درمیان میں کوئی آڑ نہیں ہوگی۔
- تیسرے باپ کی دعاء اولاد کے حق میں، اس لئے اولاد کو چاہئے کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ ایسا سلوک کریں کہ ماں باپ کے دل سے دعاؤں کے پھول اُگنے لگیں اور ان کے دل کی دنیا میں اپنی اولاد کے بارے میں نیک تمنائیں جاگنے لگیں۔

ماں باپ کی خدمت بھی جہاد ہے

آج کتنے لوگ ایسے ہیں جو نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد، تبلیغ ودعوت وغیرہ کو تو نیکی کے کام سمجھتے ہیں مگر ماں باپ کی خدمت واطاعت کو نیکی کا کام تصور نہیں کرتے، حالانکہ اس زمانہ میں جبکہ اسلام کی تقویت کے لئے جہاد کی شدید ضرورت تھی، آپ ﷺ نے جہاد کے مقابلہ میں ماں باپ کی خدمت کو افضل قرار دیا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں آپ ﷺ نے پوچھا کیا تمہارے ماں باپ ہیں؟ اس نے کہا ہاں! میرے ماں باپ زندہ ہیں، نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا پھر ان کی خدمت اور راحت رسانی میں جدوجہد کرو یہی تمہارا جہاد ہے۔

مسند احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے ایک اور واقعہ روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کے پاس دو چیزوں پر بیعت کرنے آیا ہوں، ایک ہجرت پر بیعت کرنا چاہتا ہوں، دوسرے جہاد پر بیعت کرنا چاہتا

ہوں اور ان دونوں کاموں کے ذریعہ میں اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کا طلب گار ہوں نبی کریم ﷺ نے اس شخص سے بیعت نہیں کی بلکہ یہ پوچھا کہ کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس شخص نے کہا ہاں! دونوں زندہ ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا تم واقعی اجر وثواب چاہتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ جی ہاں! یا رسول اللہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ میرے ساتھ جہاد کرنے کے بجائے تم اپنے والدین کے پاس جاؤ اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

جس طرح ماں باپ کو رلا کر آئے ہو اسی طرح ان کو جا کر ہنساو

ایک صحابی رسول نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں جہاد میں شریک ہونے کیلئے حاضر ہوا ہوں اور فخر کے طور پر بیان کیا کہ میں جہاد میں شرکت کرنے کے لئے اتنا سچا طالب ہوں کہ جہاد میں شرکت کے لئے اپنے والدین کو روتا چھوڑ کر آیا ہوں، نبی کریم ﷺ نے ان صحابی کو شاباشی نہیں دی بلکہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ:

ارجع فاضحکھما کما ابکیتھما O

تم واپس جاؤ اور اپنے ماں باپ کو جس طرح تم روتا چھوڑ آئے ہو اسی طرح تم ان کو ہنساؤ اور ان کو راضی کرو تمہیں میرے ساتھ جہاد میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

بزرگانِ محترم! اس قسم کے واقعات سے ہم خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جہاد جیسے فریضہ کے مقابلہ میں نبی کریم ﷺ نے اپنے ماں باپ کی خدمت و اطاعت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کو ترجیح دی۔

ماں باپ کی اجازت کے بغیر آنیوالے صحابی سے آپ ﷺ کا سوال

ابوداؤد نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کیا یمن میں تمہارا کوئی ہے؟ اس نے عرض کیا ہاں! میرے والدین ہیں، نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے ماں باپ نے تم کو ہجرت کی اجازت دی اور تم ان کی اجازت سے یہاں آئے ہو، اس شخص نے عرض کیا ایسا تو نہیں ہے، نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا پھر ماں باپ کے پاس جاؤ اور یہاں آنے کی اور جہاد

کرنے کی اور دین کی محنت میں لگنے کی ان سے اجازت مانگو پھر وہ اگر تمہیں اجازت دے دیں تو آؤ اور جہاد میں لگ جاؤ ورنہ ان کی خدمت میں لگے رہو اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہو۔

حاضرین کرام! ان احادیث نے اس حقیقت سے پردہ اٹھا دیا کہ دین کے کسی بھی کام کے لئے نکلنے سے پہلے ماں باپ کی رضا مندی اور اجازت ضروری ہے، دعوت وتبلیغ کا کام بھی جہاد جیسے فریضہ کی طرح ضروری ہے۔ یہ کام تمام انبیاء کرام علیہم السلام، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تمام بزرگانِ دین رحہم اللہ نے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن کو دعوت وتبلیغ میں مصروف ومنہمک رکھا ہے وہ یقیناً قابل مبارکباد ہیں مگر انہیں اپنے اس کام میں مصروف ہونے اور دیر اور دور کیلئے نکلنے سے پہلے اپنے ماں باپ کی اجازت لینا ضروری ہے اور ان کو راضی کر لینا چاہئے، یہ عین ممکن ہے کہ ماں باپ کو ان کی خدمت کیلئے اولاد کی ضرورت پڑے اور ماں باپ کی خدمت واطاعت کرنا بھی دین میں داخل ہے بلکہ متقی اور دیندار اولاد کا یہ اہم فریضہ ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کی خدمت کریں اور ان کے ساتھ حسن سلوک کریں۔

حضرت عمرؓ سے پوچھئے حضرت اویس قرنیؒ کا مقام

حضرت اویس قرنی مشہور تابعی ہیں انہوں نے حضور ﷺ کا زمانہ اسلام کی حالت میں پایا مگر یمن کے علاقہ میں رہنے کی وجہ سے آپ ﷺ کو باوجود شدید خواہش کے نہ دیکھ سکے، آخر کیا وجہ تھی کہ حضرت اویس قرنی باوجود آپ ﷺ کا زمانہ پانے کے آپ ﷺ سے ملاقات کر کے صحابیت کا وہ اونچا منصب اور درجہ نہ پا سکے واقعہ یہ ہوا کہ :

حضرت اویس قرنیؒ کے دل میں بے انتہا خواہش تھی کہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں اور صحابیت کا مقام حاصل کر لیں، شوق اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا، لیکن ان کی اپنی ایک مجبوری یہ تھی کہ ان کی والدہ بیمار تھیں، ان کے سامنے اب دو چیزیں تھیں، ماں کی تیمارداری کریں یا ماں کو اکیلا چھوڑ کر ملک یمن سے مدینہ منورہ تک کا سفر طے کریں اور پیارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی خدمت میں جا کر صحابیت کا وہ مقام حاصل کر لیں جس مقام کے لئے ہر مومن کا دل بے چین ہوتا ہے، چنانچہ حضرت اویس قرنیؒ نے کسی ذریعہ سے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ میں آپ کی

خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں، لیکن میری والدہ بیمار ہیں اوران کو میری خدمت کی ضرورت بھی ہے، نبی رحمت ﷺ نے ان کو حاضر خدمت ہونے سے منع فرمایا اور یہ حکم دیا کہ اپنی والدہ کی خدمت میں لگے رہو، چنانچہ آپ ﷺ کے حکم کے مطابق وہ اپنی والدہ کی خدمت میں لگے رہے اور باوجود شوق وآرزو کے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔

واقعہ یہیں تک ختم نہیں ہوتا ذرا غور کیجئے کہ جس فرمانبردار اور نرم دل بیٹے نے اپنی بیمار ماں کی تیمارداری کو شرفِ صحابیت کے مقابلہ میں ترجیح دی اس کو کس قدر اونچا مقام نصیب ہوتا ہے۔آپ ﷺ نے اپنے وصال سے پہلے حضرت عمر فاروق ؓ سے فرمایا تھا، اے عمر! کسی زمانہ میں قرن یعنی یمن کے علاقہ سے ایک آدمی مدینہ آئے گا جس کے یہ اوصاف اور یہ حلیہ ہوگا جب یہ آدمی تمہیں مل جائے تو اے عمر! اپنے حق میں ان سے دعاء کرانا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں قبول فرمائیں گے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خاص وصیت کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ کا معمول تھا کہ یمن سے جب کبھی کوئی قافلہ مدینہ منورہ آتا تو حضرت عمرؓ جاکر ان سے سوال کرتے کہ اس قافلہ میں اویس قرنی نامی کوئی شخص ہیں آخر کار وہ وقت آہی گیا، جب ایک مرتبہ قافلہ آیا اور حضرت عمرؓ کو معلوم ہوگیا کہ اس میں اویس قرنی ؓ تشریف لائے ہیں تو حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے جاکر ان سے ملاقات کی اوران کا نام دریافت کیا اور جو حلیہ نبی رحمت ﷺ نے بتایا تھا وہ حلیہ بھی ان میں پایا تو حضرت عمرؓ نے ان سے درخواست کی کہ آپ میرے حق میں دعاء فرمائیں حضرت اویس قرنی ؓ نے سوال کیا کہ آپ مجھ سے دعاء کرانے کیوں کر تشریف لائے اس پر حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ میں تم سے اپنے لئے دعاء کی درخواست کروں۔

حضرت اویس قرنی ؓ نے جب یہ سنا تو ان کی آنکھوں سے آنسو آ گئے۔اس واقعہ نے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ ماں کا درجہ کس قدر بلند ہے اور ماں کی خدمت کا صلہ کس شکل میں ملتا ہے۔

اولاد کے مال میں ماں باپ کا حق

بزرگانِ محترم! آج اولاد جب جوانی پر قدم رکھتی ہے اوران کی شادی ہوجاتی ہے اوران کے بھی بچے ہوجاتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے مال میں صرف ہمارے بیوی بچوں کا حق ہے۔

قرآن مجید میں جب مسلمانوں کو اس بات کا حکم دیا گیا کہ وہ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کردیں تو چند صحابۂ کرامؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم اپنے مال میں سے کتنا خرچ کریں اور کہاں خرچ کریں چنانچہ قرآن مجید نے ان دونوں سوالوں کا جواب دیا:

یسئلونک ماذا ینفقون ؟ قل العفو O (البقرہ/ ۱۲۹)

اے پیغمبر! لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے کہ تمہاری ضروریات سے زائد جو بچ جائے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کردیں۔

اور دوسرا جواب دیا گیا:

یسئلونک ماذا ینفقون قل ما انفقتم من خیر فللو الدین والاقربین والیتمی والمسکین وابن السبیل وما تفعلوا من خیر فان اللّٰہ بہ علیمO(البقرہ/ ۲۱۵)

یہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۲۱۵) ہے فرمایا کہ اے پیارے پیغمبر! لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کس موقع پر خرچ کریں، آپ فرما دیجئے کہ جو مال تم کو خرچ کرنا ہو تو اس میں تمہارے ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں محتاجوں اور مسافروں کا حق ہے اور جو بھی نیک کام کرو گے اللہ تعالیٰ کو اس کی خوب خبر ہے۔

اس آیت میں صاف طور پر بتلایا گیا ہے کہ اولاد کے مال میں سب سے پہلے ماں باپ کا حق ہے کہ وہ ان پر خرچ کریں۔

آج لوگ دوستوں کو پلائیں گے، رشتہ داروں کو کھلائیں گے، پڑوسیوں کو تحفے دیں گے، مسکینوں اور محتاجوں پر دل کھول کر خرچ کریں گے، جس کو چاہے اس کو دیں گے لیکن اپنے ماں باپ کو دینے کی باری آئے تو ہاتھ کھینچ لیں گے اور یہ کہیں گے کہ ماں باپ کو چاہئے کہ وہ ہم کو دیں ان کے پاس کیا کمی ہے؟ یہ آج کے لوگوں کی بداخلاقی ہے

والدین کی خدمت سے عمر میں برکت

ماں باپ کی خدمت سے صرف ماں باپ کو فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ خود خدمت کرنے والی اولاد کو اس

کا فائدہ پہنچتا ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

ان اللّٰہ یزید فی عمر الرجل ببرہ والدیہ O

ماں باپ کی خدمت وفرمانبرداری اور حسن سلوک کی وجہ سے آدمی کی عمر بڑھتی ہے۔

ماں باپ جنت بھی ہیں اور دوزخ بھی!!

بزرگانِ محترم! ماں باپ کی اطاعت کا اثر صرف آدمی کی عمر پر ہی نہیں بلکہ آخرت پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے جب پوچھا گیا کہ:

ما حق الوالدین علی ولدھما O

ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے تو نبی کریم ﷺ نے جواب میں فرمایا، ھما جنتک و نارک یہی ماں باپ تمہاری جنت بھی ہیں اور تمہاری دوزخ بھی۔

غور کریں کہ نبی رحمت ﷺ یہاں ہمیں کیا سبق دینا چاہتے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر دنیا میں تم نے اپنے ماں باپ کی اچھی خدمت کی، ان سے بہتر سلوک کیا اور ان کی سچی اطاعت کی تو یہی ماں باپ ان کے جنت میں جانے کا ذریعہ بنیں گے اور اگر خدانخواستہ تم نے دنیا میں ماں باپ کی نافرمانی کی، ان کی خدمت کرنے کے بجائے ان سے خدمت لی، ان کو بُرا بھلا کہا، ان کی دل شکنی کی، ان پر ظلم وزبردستی کی اور ان کے ساتھ بُرا سلوک کیا تو یہی ماں باپ اس شخص کے دوزخ میں جانے کا ذریعہ اور سبب بن سکتے ہیں۔

بیہقی نے نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث روایت کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا جو شخص والدین کی اطاعت کا حق ادا کرنے میں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہوتا ہے اس کیلئے جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر والدین میں سے ایک زندہ ہوتا ہے تو ایک دروازہ کھلتا ہے اور جو شخص والدین کے حق میں اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہوتا ہے تو اس کے لئے دوزخ کے دو دروازے کھل جاتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا، باپ جنت کا درمیانی راستہ ہے تمہیں اختیار ہے کہ اس کی حفاظت کرو یا ضائع کردو۔

اگر ہمیں اپنی اولاد سے توقع ہے تو پھر!

عزیزانِ گرامی! آج تیس سال کا جوان اپنے بچوں پر نگاہ ڈالتا ہے تو یہ سوچتا ہے کہ یہ بچے میرے بڑھاپے کا سہارا بنیں گے، یہ بچے میری کمزوری میں میری خدمت کریں گے، یہ بچے بڑے ہوکر میری اطاعت کریں گے میرے ساتھ اچھا سلوک کریں گے، اگر یہ نوجوان اپنے بچوں سے اس قسم کی توقع رکھتا ہے تو اسے سب سے پہلے اس بات پر نظر ڈالنی چاہئے کہ اس نے اولاد ہونے کی حیثیت سے اپنے ماں باپ کی کتنی خدمت کی؟ اپنے بوڑھے ماں باپ کیلئے کس قدر سہارا بنا رہا؟ اپنے ماں باپ کے ساتھ کتنا بہتر سلوک کیا؟ اگر واقعی اس نے اپنے ماں باپ کی اچھی خدمت کی ہے، بہتر سلوک کیا ہے اور ان کے لئے سہارا بنا رہا تو اس کے لئے اس بات کی خوشخبری زبانِ رسالت سے مل رہی ہے کہ اس کی اولاد بھی اس کے ساتھ ایسا ہی اچھا سلوک کرے گی بلکہ اس سے بہتر سلوک کرے گی اور اگر اس نے اپنے ماں باپ کے ساتھ برا سلوک کیا ہے تو اس کو انتظار کرنا چاہئے کہ اس کی اولاد بھی اس کے ساتھ یہی سلوک کرے گی۔

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ:

بروا اباء کم یبر ابناء کم ○

تم اپنے ماں باپ کی خدمت وفرمانبرداری کرو تمہاری اولاد تمہاری فرمانبرداری کرے گی اور تمہاری خدمت کرے گی۔

ماں باپ کی نافرمانی کی سزا دنیا میں بھی

عزیزانِ گرامی! بہت سے اعمال ایسے ہیں جن کی سزا موت کے بعد دی جاتی ہے مگر ماں باپ کی نافرمانی ایک ایسا جرم ہے جس کی سزا آخرت سے پہلے دنیا میں بھی دی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ اور سب گناہوں کی سزا تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں قیامت تک موخر کردیتے ہیں مگر ماں باپ کی حق تلفی اور نافرمانی کی سزا مرنے سے پہلے دنیا میں بھی دی جاتی ہے۔

بعض نوجوان پوچھتے ہیں کہ اگر ماں باپ زیادتی کریں کیا جب بھی ہم ان کی اطاعت کریں اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جو نیا نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے ہی میں یہ سوال کیا گیا ہے، چنانچہ جب نبی کریم ﷺ نے ماں باپ کی نافرمانی کی سزا جہنم قرار دی تو کسی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ کیا ماں باپ نے اس شخص پر ظلم کیا ہو جب بھی یہی وعید ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا، ماں باپ کی نافرمانی کی سزا جہنم ہے چاہے ماں باپ نے ہی لڑکے پر ظلم کیا ہو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ماں باپ کے ظلم کا انتقام لینے کی اولاد کو اجازت نہیں ہے، اولاد کو چاہئے کہ اگر اتفاق سے ماں باپ ایسا کریں تو صبر کریں اور یہ سوچیں کہ یہ میرے ماں باپ ہی تو ہیں، میں نے اپنے بچپن میں اس سے زیادہ انہیں تکلیف دی ہے اور ایذا پہنچائی ہے۔

اولاد ہونے کی حیثیت سے ہماری ذمہ داری

ایک اولاد ہونے کی حیثیت سے ہم پر ذمہ داری ہے کہ ہم ان کی زندگی میں ان کی خدمت کریں، ان کی اطاعت کریں، ان کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئیں، ان کے ساتھ نرم گفتگو کریں، ان کے دوستوں کا ادب واحترام کریں، ان کے متعلقین کا پاس ولحاظ رکھیں، ان کے ساتھ حسن سلوک کریں، ان کی سخت کلامی کا جواب سختی سے نہ دیں اور ان سے اس وقت بھی نرمی سے پیش آئیں ان کے بڑھاپے کے زمانہ میں اپنے بازوؤں کو ان کے حق میں نرم کردیں، کہیں سفر کریں تو ان سے اجازت لیں، ان کو رحمت کی نگاہ سے دیکھیں، ان کی مالی امداد کریں، ان کے جائز تقاضوں کو پورا کریں، ان کے دکھ درد اور علاج معالجہ کے سلسلہ میں پوری طرح ساتھ رہیں، اگر وہ بیمار ہوں تو جہاں تک ممکن ہو خدمت کریں، ان کی صحت کیلئے دعاء کریں اگر وہ اس دنیا سے رخصت ہوجائیں تو ان کی مغفرت کی دعاء کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اپنے ماں باپ کی بے مثال خدمت اور بے نظیر اطاعت کرنے کی توفیق بخشے۔ **و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین .**

■ ■ ■

رزق کے شرعی اسباب

- نگاہ رزق پر نہیں بلکہ رزاق پر
- سارے جاندار اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھا رہے ہیں
- رزق کے اسباب اگر اللہ تعالیٰ بند کر دے تو............
- رزق صرف اللہ تعالیٰ ہی دے سکتے ہیں
- رزق اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ڈھونڈو
- گناہوں سے سچی توبہ رزق کی کشادگی کا سبب
- اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی بھی رزق کی کشادگی کا سبب
- صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رہنا بھی رزق کی کشادگی کا سبب
- نعمتوں پر شکر بھی رزق کی کشادگی کا سبب
- تقویٰ بھی رزق کی کشادگی کا سبب
- ایمان اور تقویٰ سے آسمان اور زمین کی برکتیں
- توکل علی اللہ بھی رزق کی کشادگی کا سبب
- حج اور عمرہ سے فقر اور فاقہ دور ہوتا ہے
- سورۂ واقعہ کی تلاوت سے فقر و فاقہ نہیں ہوگا
- رشتہ داروں سے میل جول بھی رزق کی کشادگی کا سبب
- عبادت کے لئے فارغ ہونا بھی رزق کی کشادگی کا سبب
- سود سے رزق کی برکت ختم ہوتی ہے
- حصولِ علم میں لگے رہنا بھی رزق کی کشادگی کا سبب
- جو کمزوروں کی مدد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کی مدد کرتے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰه الذى ينزل من السماء ماء و يرزق من السماء والارض والصلوٰة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين محمد وآله وصحبه اجمعين . اما بعد .

فقال اللّٰه تبارک و تعالىٰ فى القرآن المجيد . اعوذباللهٰ من الشيطٰن الرجيم . بسم اللّٰه الرحمن الرحيم .

هل من خالق غير اللّٰه يرزقكم من السماء والارض لا اِلٰه الا هو فانى توفكون O (فاطر/٣)

امن هٰذا الذى يرزقكم ان امسک رزقه O (الملک / ٢١)

ان الذين تعبدون من دون اللّٰه لا يملكون لكم رزقا فابتغوا عنداللّٰه الرزق واعبدوه و اشكروا له اليه ترجعون O (العنكبوت / ١٧)

وما من دابة فى الارض الا على اللّٰه رزقها و يعلم مستقرها و مستودعها كل فى كتب مبين O (هود / ٦)

ان اللّٰه هو الرزاق ذوالقوة المتين O (الذاريٰت / ٥٨)

اللّٰه يبسط الرزق لمن يشاء و يقدر O (الرعد / ٢٦)

واللّٰه يرزق من يشاء بغير حساب O (البقرة / ٢١٢)

ولو بسط اللّٰه الرزق لعباده لبغوا فى الارض ولكن ينزل بقدر مايشاء انه بعباده خبير بصير O (الشورىٰ / ٢٧)

ومن یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لایحتسب O(الطلاق/۲)

و عن علیؓ قال قال رسول اللہ من رضی من اللّٰہ بالیسیر من الرزق رضی اللہ عنہ بالقلیل من العمل O (بیھقی)

وعن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من قرا سورۃ الواقعۃ فی کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃ ابدًا و کان ابن مسعود یا مربناتہ یقرأن بھا فی کل لیلۃO (بیھقی)

و عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من سرہ ان یبسط لہ فی رزقہ وان ینسالہ فی اثرہ فلیصل رحمہ O (بخاری)

حاضرینِ کرام! کائنات کے پیدا کرنے والے خالق و مالک نے صرف انسانوں کو پیدا نہیں کیا ہے بلکہ انسانوں کو پیدا کرنے سے پہلے انسانوں کی ضروریات کی ساری چیزیں پیدا کردی ہیں، غور کیجئے کہ اگر خالقِ کائنات زمین کولوہے کی بنا دیتا اورآسمان کوپیتل کا بنا دیتا اور سمندرکو پانی کے بجائے چاندی سے بھر دیتا اور یہ چوپائے، بیل، بکری، گائے، بھینس وغیرہ نہ پیدا کرتا تو آخرانسان اپنی روزی روٹی کیلئے کیا تدبیر کرتا؟ سوائے بھوکے مرجانے کے انسان کے سامنے کوئی اور راہ نہ ہوتی، رحیم وکریم رؤف ومہربان خالق و مالک پروردگار نے ہماری پیدائش سے پہلے ایسا وسیع دسترخوان زمین کی شکل میں پیدا کردیا جس میں ترکاریاں بھی ہیں، اناج بھی ہے، غلہ بھی ہے اور پھل پھلاریاں اور میوے بھی ہیں انسان کی ضرورت کی ساری چیزیں زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، سمندر، ندی نالے اورتالاب وغیرہ پرموقوف ہیں اورقدرت نے ہمارے رزق کے یہ سارے سامان پیدا کردیئے ہیں اوروہی ہمیں رزق دیتا ہے اورہرایک کے لئے وہ اندازہ سے دیتاہے۔ **وکل شیئی عندہ بمقدار (الرعد/۹)**

نگاہ رزق پر نہیں بلکہ رزاق پر

دنیا کے عام انسانوں کی نظر رزق کے اسباب پر جا کر ٹک جاتی ہے۔ان کی نگاہ اتنی ہی ہے کہ وہ رزق کے اسباب پر نظر رکھیں اور یہ سمجھیں کہ زمین اناج اُگاتی ہے، بادل پانی برساتے ہیں، سورج روشنی اور حرارت پہنچاتا ہے، مگر ایک مومن و مسلمان کی بصیرت کا یہ عالم ہے کہ اس کی نگاہ میں زمین، بادل، سورج وغیرہ اسباب کے درجہ میں ہیں اور ان اسباب کا پیدا کرنے والا خالقِ کائنات رب العالمین ہے جو ہم سب کا معبود حقیقی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ایک مسلمان کو اس بات کی تربیت دی گئی کہ جب اس کے سامنے کھانا رکھا جائے تو یوں کہے کہ:

اللھم بارک لنا فی ما رزقتنا ۔اے اللہ! آپ نے جو رزق دیا ہے اس میں برکت عطا فرما

اس دعاء کے ذریعہ حقیقت میں یہ تربیت دی گئی ہے کہ ہم کھانے سے پہلے اپنے حقیقی خالق و رازق کو پکار کر یہ اعتراف کریں کہ اے ہمارے رب! اے ہمارے مولیٰ! جو رزق ہمارے سامنے رکھا گیا ہے آپ کا دیا ہوا ہے اور یہ رزق اسی وقت ہمارے لئے نفع بخش اور فائدہ مند ہوگا جبکہ اس رزق میں برکت بھی آپ ہی دیں، کتنے رحیم و کریم ہیں رب ذوالجلال ﷻ کہ رزق بھی وہی دیتے ہیں اور اس میں برکت بھی وہی دیتے ہیں، جب ہم کھانے سے فارغ ہوتے ہیں تو اسی رب ذوالجلال ﷻ کی تعریف کرتے ہیں، جس نے یہ رزق دیا اور یوں کہتے ہیں:

الحمد للّٰہ الذی اطعمنا و سقانا و جعلنا من المسلمین O

تمام تعریف اسی اللہ کے لئے جس نے ہم کو کھلایا پلایا اور ہم کو مسلمان بھی بنایا۔

سارے جاندار اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھا رہے ہیں

یہ رزق صرف ہم کو نہیں دیا گیا ہے بلکہ روئے زمین پر جتنے بھی جاندار ہیں چوپائے ہیں، جانور ہیں، چرند پرند ہیں، بری اور بحری مخلوقات ہیں سب کو اسی رب ذوالجلال ﷻ نے رزق دیا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ ھود کی آیت نمبر (۶) میں فرمایا:

وما من دابة فی الارض الا علی اللّٰہ رزقھا O

روئے زمین پر جتنے بھی جاندار ہیں سب کے رزق کی ذمہ داری اللہ پر ہے۔

یعنی سب کو روزی روٹی دینے والے وہی مختار کل اور قادرِ مطلق رب ذوالجلال ﷻ ہیں۔ انس وجن بھی اسی کی دی ہوئی روزی سے زندہ ہیں، فضاؤں میں اڑنے والے پرندے بھی اسی کے دیئے ہوئے رزق سے زندہ ہیں، جنگلوں میں چرنے پھرنے والے چھوٹے بڑے جانور بھی اسی کے رزق سے زندہ ہیں، سمندروں میں تیرنے والی ساری مخلوقات بھی اسی کے رزق سے زندہ ہیں، بلوں میں رہنے والے حشرات الارض بھی اسی کے رزق سے زندہ ہیں۔

تمام مخلوقات میں صرف انسان ہی ہے جو اپنی روزی روٹی کے لئے ملازمت کر رہا ہے، تجارت کر رہا ہے، کاریگری کر رہا ہے، زراعت کر رہا ہے اور مختلف قسم کے جائز و ناجائز تدبیریں کر رہا ہے اور انسانوں کے علاوہ دوسرے جانور لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں ایسے ہیں جن کی نہ دکان ہے اور نہ دفتر، جن کا نہ کاروبار ہے نہ ملازمت، جن کی نہ فیکٹری ہے نہ کارخانہ، مگر وہ سب کے سب کھا رہے ہیں، پی رہے ہیں، ایسا تو عموماً ہمیں نظر نہیں آتا کہ کوئی جانور بھوک کی وجہ سے مر رہا ہو، اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کی جسامت اور ساخت کے مطابق مفید اور مقوی غذا برابر فراہم کر رہے ہیں، شہد کی مکھیوں کو پھولوں کا رس مل رہا ہے، چیونٹیوں کو برابر دانہ پانی مل رہا ہے، جنگل کے شیر ببر، چیتا، بارہ سنگھا، لومڑی خرگوش سب کو برابر اپنے اپنے شکار اپنے اپنے مزاج اور مرضی کے مطابق کھانے کی چیزیں مل رہی ہیں۔ سانپ کو بھی غذا مل رہی ہے، چوہے کو بھی، مکھی کو بھی غذا مل رہی ہے مچھر کو بھی، مکڑیوں کو بھی غذا مل رہی ہے پتنگوں کو بھی، کائنات میں کونسا جانور ایسا ہے جس کو پیدا تو کیا گیا ہو مگر اس کا رزق پیدا نہ کیا گیا ہو، سب اپنا اپنا رزق کھا رہے ہیں اور اپنی اپنی پسند کی غذائیں کھا رہے ہیں اور ان تمام جانوروں کو نہ کسی حکومت کی طرف سے راشن مل رہا ہے اور نہ کسی خیراتی تنظیم سے امداد مل رہی ہے، آزاد جانور آزادی سے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی غذا کھا رہے ہیں اور جن جانوروں کو انسان نے اپنا غلام بنا کر پنجروں اور چڑیا گھروں میں محدود رکھا ہے ان کو اس سے روزی معمول سے کم مل رہی ہے کہ انسان نے ان کو اپنے قبضہ میں رکھا ہے اور وہ قدرتی غذا سے اس لئے محروم ہیں کہ ان کو قدرتی اور فطری آزادی سے محروم رکھا گیا ہے،

سورۂ ذاریٰت کی آیت نمبر (۵۸) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان اللّٰہ ھو الرزاق ذوالقوة المتین O

اللہ تعالیٰ بڑی قوت والے اور خوب رزق دینے والے ہیں۔

رزق کے اسباب اگر اللہ تعالی بند کر دیں تو!!

اگر اللہ تعالیٰ رزق کے اسباب بند کر دے تو دنیا کے بڑے بڑے حکمران بڑے بڑے سائنسدان، بڑے بڑے فلسفی، بڑے بڑے تاجر، بڑے بڑے کسان اور بڑے بڑے بادشاہ مل کر بھی ان اسباب کو وجود میں لانہیں سکتے، اس کا ہم خود مشاہدہ کر سکتے ہیں، جب بارش نہ برسے اور بادل رُک جائیں اور زمین خشک ہو جائے تو دنیا کے یہ سارے بڑے کہلائے جانے والے لوگ اپنی نظریں بادل تک لے جائیں گے مگر بارش برسانے کی قوت وطاقت ان میں نہیں ہوگی، وہ انتظار کریں گے کہ کب بارش ہوگی، کب زمین تر ہوگی اور کب بیج بوئے جائیں گے اور کب فصل کاٹیں گے، مگر ایک قطرہ بارش برسانے کی تدبیر بھی نہ کر سکیں گے، آج تک کتنی حکومتوں نے مصنوعی بارش برسانے کے منصوبے بنائے مگر کروڑوں روپے اس منصوبے کی تکمیل میں خرچ ہوئے مگر بارش برسانے کے اس منصوبہ میں کامیاب نہ ہو سکے، بادلوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے والی ذات تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

وھو الذی یرسل الریح بشرا بین رحمته حتی اذا اقلت سحابا ثقالاً سقنٰه لبلد میت فانزلنا به الماء فاخرجنا به من کل الثمرات O (الاعراف/۵۷)

اور وہ اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے پھر جب وہ ہوائیں بوجھل بادلوں کو اٹھا لیتی ہیں تو ہم اس کو کسی خشک سرزمین کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر ہم اس کے ذریعہ پانی اُتارتے ہیں پھر ہم اس کے ذریعہ سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں۔

صرف اور صرف رب العالمین کی قوت و طاقت میں یہ بات ہے کہ آسمان و زمین سے انسانوں اور دیگر مخلوقات کو رزق عطا کرے، اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

رزق صرف اللہ تعالیٰ ہی دے سکتے ہیں

هل من خالق غير الله يرزقكم من السماء والارض O

کیا پیدا کرنے والے رب ذوالجلال کے سوا کوئی دوسرا ایسا شخص موجود ہے جو آسمان وزمین سے تم کو رزق دے۔

نہیں! کسی میں اتنی قوت و طاقت نہیں کہ زمین سے میٹھے میٹھے طاقت بخشنے والے اور لذت دینے والے پھل دے سکے کسی میں اتنی صلاحیت نہیں کہ مردہ زمین کو زندہ کرے وہی ایک اللہ ہے جو مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔

هو الذى يحى الارض بعد موتها O

اگر رب ذوالجلال ﷻ روزی کے دروازے بند کردے تو دنیا کی کوئی طاقت ان بند دروازوں کو کھول نہیں سکتی۔

امن هٰذا الذى يرزقكم ان امسك رزقه O (الملک/۲)

کس میں اتنی طاقت ہے کہ تم کو رزق دے جبکہ اللہ تعالیٰ اس کے رزق کو روک لے۔

برادرانِ اسلام! وہ لوگ جو باطل عقیدہ رکھتے ہیں اور باطل اور لچر معبودوں کی عبادت کرتے ہیں اور اس تصور سے ان کی عبادت کرتے ہیں کہ وہ انہیں رزق دیں گے ان بتوں میں نہ نفع دینے کی طاقت ہے نہ نقصان پہنچانے کی، نہ بارش برسانے کی طاقت ہے، نہ رزق دینے کی، نہ زمین سے کسی چیز کے اگانے کی قوت ہے نہ ڈوبے ہوئے سورج کو طلوع کرنے کی، قرآن مجید اعلان کرتا ہے اور ایسے اہل باطل کے ضمیروں کو جھنجوڑتا ہے کہ:

ان الذين تعبدون من دون اللّٰه لا يملكون لكم رزقاO(العنکبوت/۱۷)

اللہ کو چھوڑ کر تم جن کی پوجا کرتے ہو وہ بت تم کو رزق دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

رزق اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ڈھونڈو

فابتغوا عند اللّٰہ الرزق واعبدوہ واشکروا لہ الیہ ترجعون O (العنکبوت/۱۷)

اگر واقعی تم رزق کے طلبگار اور محتاج ہو اور اپنی طلب کو پورا کرنا چاہتے ہو تو تمہارے لئے صرف ایک ہی فیصلہ کن صورت ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے پاس اپنا رزق ڈھونڈو اور اسی سے مانگو اور اسی کی عبادت کرو اور جب وہ تم کو رزق دے دیں اسی کا شکر ادا کرو، یاد رکھو کہ رزق بھی تم کو وہی دیتا ہے، زندگی بھی اسی نے تم کو بخشی ہے، عبادت بھی اسی کی تم کو کرنی ہے اور اسی کا شکر تمہیں بجالانا ہے اور تمہاری زندگی جب ختم ہو جائے گی اور موت کے منہ میں جب تم چلے جاؤ گے تو اسی کے پاس لوٹ کر تم سب کو جانا ہے۔

بزرگانِ محترم! جب ہمیں وثوق سے یہ معلوم ہو گیا اور یقین بھی ہو چکا کہ رزق دینے کا اختیار اسی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہی کسی کو زیادہ، کسی کو کم، کسی کو بہت زیادہ، کسی کو بہت کم، کسی کو سب سے زیادہ اور کسی کو سب سے کم رزق عطا کرتے ہیں۔

اللّٰہ یبسط الرزق لمن یشاء و یقدر O (الرعد/۲۶)

اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں کشادہ رزق دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں تنگ کر دیتے ہیں تو ہمیں اسی کی طرف رجوع ہونا ہے اور اسی سے مانگنا ہے۔

اب ہمیں اس اہم نکتہ پر غور کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں رزق کی کشادگی کے اصول کیا ہیں اور اللہ تعالیٰ کس عمل کی وجہ سے رزق میں برکت عطا کرتے ہیں اور کس عمل کی وجہ سے رزق گھٹاتے ہیں، یہ ایک اہم موضوع ہے اور وقت کے تقاضہ کے لحاظ سے انتہائی مفید بھی ہے، اس لئے کہ آج کل ہر بڑا چھوٹا، امیر غریب، مرد عورت، بچہ اور بڑا بلکہ سارے ہی لوگ اسی رزق کی تلاش اور جستجو میں دن رات ایک کر رہے ہیں اور اسی رزق کے حاصل کرنے میں ہمہ تن مصروف ہیں، ہمیں ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ان اسباب کی طرف توجہ دینی چاہئے جن کی وجہ سے رزق میں کشادگی اور برکت نصیب

ہوتی ہے، دنیا دار لوگ صرف دنیوی اسباب کی طرف توجہ دیتے ہیں مگر ایک حقیقی مومن کی نگاہ اسباب کے پیدا کرنے والے کی طرف اور ان باطنی اسباب کی طرف جاتی ہے جس کی طرف توجہ قرآن و حدیث میں دی گئی ہے اور مسلمانوں کو ان اسباب کے اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

حاضرینِ کرام! اگر ہم قرآن مجید اور احادیث شریفہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس سلسلہ میں ہمیں رہنمایانہ خطوط ملتے ہیں، دعاء فرمایئے کہ ان اسباب کی نشاندہی کرنے میں اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائیں۔

گناہوں سے سچی توبہ رزق کی کشادگی کا سبب

اگر بندۂ مومن اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرلے اور کئے ہوئے گناہوں پر دل سے شرمندہ ہو اور آئندہ اس قسم کے گناہوں سے باز رہنے کا عزم کرلے اور عہد کرلے کہ میں یہ گناہ نہیں کروں گا اور اللہ تعالیٰ سے سچی معافی مانگ لے تو یہی استغفار رزق کی کشادگی کا ذریعہ بنے گا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی سرکش اور نافرمان قوم سے کہا کہ تم لوگ استغفار کرو اپنے گناہوں کی معافی مانگو تمہارے اس عمل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کردیں گے وہ یقیناً معاف کرنے والے ہیں پھر تمہارے اس استغفار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغ لگادے گا اور تمہارے لئے نہریں بہادے گا۔

سورۂ نوح میں حضرت نوح علیہ السلام کے اس پیغام کو یوں بیان کیا گیا:

فقلت استغفروا ربکم انه کان غفاراًo یرسل السماء علیکم مدراراo ویمددکم باموال و بنین و یجعل لکم جنت و یجعل لکم انهارًا o(نوح/۱۰، ۱۱، ۱۲)

اس آیت کی روشنی میں علماء مفسرین نے استدلال کیا ہے کہ گناہوں سے توبہ واستغفار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بارش حسبِ ضرورت برسا دیتے ہیں، قحط پڑنے نہیں دیتے اور استغفار سے مال واولاد میں برکت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عام عادت لوگوں کے ساتھ یہی ہے کہ توبہ و استغفار اور گناہوں کو چھوڑنے سے دنیا کی بلائیں ٹل جاتی ہیں اور رزق کے اسباب پیدا ہوتے ہیں۔

آج لوگ رزق کی تلاش وجستجو میں حد درجہ محنت کرتے ہیں، ہر قسم کی تدبیریں صبح وشام کرتے ہیں، رات کی نیندیں قربان کردیتے ہیں بارش میں بھیگتے ہوئے محنت کرتے ہیں، سورج کی گرمی میں تپتے ہوئے پسینہ ٹپکاتے ہوئے ہر قسم کی ڈانٹ ڈپٹ کو برداشت کرتے ہیں، اپنے وطن سے بے وطن ہوتے ہیں، اپنی مرضی اور خواہش کو قربان کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے رزق میں برکت ہوگی رزق بڑھے گا وغیرہ وغیرہ، حالانکہ گناہوں میں لت پت ہیں، معاصی میں گرفتار ہیں، سرکشی میں مبتلا ہیں، نافرمانیوں کی آگ میں پھنسے ہوئے ہیں کبھی یہ تک خیال نہیں آتا کہ چلو اللہ تعالیٰ سے ان گناہوں کی معافی مانگیں، توبہ و استغفار کریں تاکہ اللہ تعالیٰ ہمارے رزق میں برکت عطا کرے اگر اللہ کے بندے جتنی تگ ودو اور کوشش بازاروں سڑکوں اور دیگر مقامات پر کرتے ہیں اس کا ایک حصہ اللہ کے روبرو توبہ و استغفار میں لگادیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ رزق کی کشادگی پیدا کردے اور رزق میں برکت عطا کردے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی بھی رزق کی کشادگی کا سبب

بزرگانِ محترم! جس طرح گناہوں سے توبہ و استغفار سے رزق میں وسعت اور برکت نصیب ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی سے بھی برکتیں نازل ہوتی ہیں، امام احمد نے کتاب الزہد میں ایک حدیث قدسی نقل کی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

انا اللّٰہ اذا رضیت بارکت و لیس لبرکتی منتھی و اذا غضبت لعنت و لعنتی تدرک السابع من الولد O

میں اللہ ہوں میں جب خوش ہوتا ہوں تو برکتوں سے نوازتا ہوں اور میری برکتوں کی کوئی حد نہیں ہوتی اور جب غضبناک ہوتا ہوں تو لعنتوں کی بارش برساتا ہوں سات سال کا بچہ بھی میری لعنت کا شکار ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں واضح انداز میں ہم سب کو یہ بتلا دیا ہے کہ اگر تم ہماری برکتوں کے طلبگار اور محتاج ہو تو تمہیں ایسے کام کرنا چاہیے جن کاموں سے میری رضا اور خوشنودی تمہیں مل جائے۔

صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رہنا بھی رزق کی کشادگی کا سبب

اور ہم کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی وقت ہم سے خوش ہوتے ہیں جبکہ ہم سیدھے راستہ پر چلنے لگیں اور ٹیڑھے راستوں سے رک جائیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ جن میں اہل مکہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

وان لو استقاموا علی الطریقة لاسقیناهم ماء غدقا O(الجن/١٦)

اگر یہ مکہ والے سیدھے راستہ پر قائم ہوجاتے تو ہم ان کو فراغت کے پانی سے سیراب کرتے

بزرگانِ محترم! رزق کی برکت اور وسعت کے اسباب ہم کو بتلا دیئے گئے ہیں اگر واقعی ہمیں عیش و آرام مطلوب ہے، واقعی ہمیں رزق کی کشادگی اور برکت مطلوب ہے تو ہمیں اپنے اعمال و اخلاق سے، اپنے عقیدہ و کردار سے، اپنے صاف و شفاف معاملات اور صالح معاشرت سے اپنے رب کو راضی کرنا ہوگا، یہی رضا مندی اور خوشنودی ہمارے رزق کی وسعت، کشادگی اور برکت کا ذریعہ بن جائے گی۔

عزیزانِ گرامی! جس طرح اللہ تعالیٰ کی رضا مندی سے رزق میں برکت نصیب ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے بھی رزق میں وسعت نصیب ہوتی ہے، چنانچہ شیخ احمد بن فرج اپنی کتاب **تطهیر المجتمعات** میں یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے میرے دل میں یہ بات کہی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مر سکتا جب تک کہ اپنی پوری پوری روزی حاصل نہ کرلے، اس لئے اللہ سے ڈرو اور اچھی طرح جستجو کرو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس کو اس کی اطاعت کر کے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے، اس حدیث کے ذریعہ ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو خزانے ہیں چاہے وہ روزی روٹی ہو، قوت و طاقت ہو، مال و دولت ہو، علم و ہنر ہو، صحت و تندرستی ہو، زندگی و موت ہو، نجات و سلامتی ہو، کامیابی و کامرانی ہو، نفع و ترقی ہو، سارے خزانوں کی کنجی یہی ہے کہ آدمی اللہ کی

اطاعت کرے، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو اپنی زندگی کا شعار بنالیں گے وہ لوگ کبھی اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے محروم نہیں رہیں گے۔

حاضرینِ کرام! آج میں آپ کے سامنے آیاتِ ربانی اور احادیث شریفہ کی روشنی میں رزق کے شرعی اسباب بیان کرر ہا ہوں، آپ حضرات کی فراست وبصیرت پر مجھے پورا پورا اعتماد ہے کہ آپ ان باتوں پر غور کریں گے اس لئے کہ آج کسبِ معاش زندگی کا حساس مسئلہ بن چکا ہے اور ہم مسلمان چونکہ مادی اسباب سے زیادہ روحانی اسباب کے قائل ہیں اور ہونا بھی چاہئے ہمیں ایسے مضامین اور ایسی باتوں کو یقیناً غور سے سننا چاہئے، یوں تو دین کی ہر بات غیر معمولی اور اہم ہوتی ہے۔

نعمتوں پر شکر بھی رزق کی کشادگی کا سبب

میں آپ حضرات سے یہ کہہ رہا تھا کہ اطاعت سے رزق میں وسعت اور برکت ہوتی ہے، ہاں! اسی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں دی ہیں ان نعمتوں کے ملنے پر اللہ کے جو بندے شکر ادا کرتے ہیں یہ شکر بھی نعمتوں میں اضافہ اور رزق میں کشادگی کا سبب بنتا ہے، قرآن مجید نے نعمتوں کی مقدار میں اضافہ اور نعمتوں کے باقی رہنے کے لئے جو ترکیب بتلائی ہے وہ یہ ہے کہ ہر مسلمان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرے یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اسی حقیقت سے باخبر کیا اور قرآن مجید نے اس کا یوں تذکرہ کیا:

و اذ تاذن ربکم لئن شکرتم لا زیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید O (ابراھیم/۷)

اس وقت کو یاد کرو جبکہ تمہارے رب نے تم کو آگاہ کردیا کہ اگر تم شکر ادا کروگے تو میں تم کو زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کروگے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

اگر ہم واقعی یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا رزق بڑھے اور ہماری نعمتوں میں اضافہ ہو تو ہمیں بار بار دل کی گہرائی سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اسی لئے یہ حکم دیا کہ:

کلوا من رزق ربکم و اشکرو الہ O (سبا/۱۵)

اپنے رب کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔

بندہ کا کام صرف کھانا، ہضم کر لینا اور بھول جانا نہیں ہے بلکہ جس رب کا دیا ہوا رزق کھایا ہے اس کا شکر ادا کرنا بھی اس کا کام ہے۔

تقویٰ بھی رزق کی کشادگی کا سبب ہے

حاضرینِ کرام! گناہوں سے استغفار، رضائے الٰہی، اطاعتِ الٰہی اور نعمتوں پر شکر سے جس طرح رزق میں کشادگی اور وسعت ہوتی ہے اسی طرح تقویٰ بھی رزق کے حاصل کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔

اللہ کے جو بندے اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھتے ہیں اور اللہ کو راضی کرنے کے لئے وہی کام کرتے ہیں جس سے ان کا رب خوش ہوتا ہے اور اللہ کا خوف اپنے دل میں رکھتے ہیں اور تقویٰ و پرہیز گاری کی زندگی گزارتے ہیں، اپنی آنکھوں سے نامحرم کو دیکھنے سے پرہیز کرتے ہیں ایسی باتوں کے سننے سے پرہیز کرتے ہیں جن باتوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور ایسی چیزوں کو ہاتھ تک نہیں لگاتے جن کے استعمال کرنے سے روکا گیا ہے اور زبان سے ایسی کوئی بات نہیں کہتے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے، اللہ کے حقوق بھی برابر ادا کرتے ہیں اور بندوں کے حقوق ادا کرنے میں کوئی کوتاہی بھی نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ایسے متقی اور پرہیز گار بندوں پر اپنی خصوصی مہربانی یہ کرتے ہیں کہ ان کو مشکلات و مصائب سے نکال کر آرام و راحت کی زندگی عطا کرتے ہیں اور ان کو ایسی جگہ سے رزق عطا کرتے ہیں جہاں سے ملنے کا گمان بھی نہ تھا، چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے متقیوں کے لئے یہ خوشخبری سنائی کہ:

ومن یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب○ (الطلاق/ ۲)

اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس کے لئے ہر مشکل سے نکلنے کی راہ بنا دیتے ہیں اور اس کو وہاں سے رزق دیتے ہیں جہاں سے اس کو گمان ہی نہیں ہوتا۔

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشادفرمایا کہ مجھے ایک ایسی آیت معلوم ہے کہ اگرلوگ اسے اختیار کرلیں تو وہی ان کے لئے کافی ہے وہ آیت یہ ہے کہ:

ومن یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب O (الطلاق/ ۲)

آج ہم روزی روٹی کے حاصل کرنے میں جس قدر پریشان اور ذہنی الجھنوں اور قلبی اضطراب وبےچینی میں ہیں اس سے ہرشخص واقف ہے، اگرہم تقویٰ والا راستہ اختیار کرلیں اور اسباب کے درجہ میں جوکوشش کرنا ہے کرتے رہیں اللہ تعالیٰ ہمیں رزق کی کشادگی بھی عطا کریں گے اوراس میں برکت بھی دیں گے۔

ایمان اورتقوی سے آسمان وزمین کی برکتیں حاصل ہوتی ہیں

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف قوموں کا تذکرہ کرتے ہوئے سورۂ اعراف میں فرمایا:

ولو ان اھل القریٰ امنوا و اتقوا الفتحنا علیھم برکت من السماء والارض ولکن کذبوا فاخذنھم بما کانوا یکسبون O (الاعراف/ ۹۶)

اوراگر بستیوں والے ایمان لاتے اور برے کاموں یعنی کفروشرک سے بچے رہتے تو ہم ان پر آسمان اورزمین کی برکتیں کھول دیتے مگران لوگوں نے جھٹلایا تو ہم نے ان کے کاموں کی سزا میں ان کو پکڑلیا۔

اس آیت کے ذریعہ یہ بات بتلادی گئی ہے کہ ایمان اورتقویٰ سے آسمان اورزمین کی برکتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں گویا ایمان اورتقویٰ ذریعہ ہے اس بات کا کہ ہرطرح کی بھلائیوں سے مومن ومتقی سرشار ہوجائے، کسی انسان کوآسمانی برکتیں مل جائیں یہ بہت بڑی نعمت ہے، بعض مرتبہ برکت سے بھرپور ایک لقمہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان کی قوت وصحت کا وہ سبب بن جاتا ہے اور بعض اوقات بڑی سے بڑی اورقیمتی سے قیمتی غذا بھی کچھ کام نہیں دیتی۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ آسمان کی برکتوں سے یہاں بارش مراد ہے اورزمین کی برکتوں

سے پھلوں، درختوں، چوپایوں اور مویشیوں کی کثرت مراد ہے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنا اور آسمانی ہدایات پر قائم رہنا اس بات کا ذریعہ ہے کہ ایسے شخص کے لئے آسمان وزمین کے خزانوں کے دروازے کھل جائیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ کی آیت نمبر (٦٦) میں فرمایا:

ولو انهم اقاموا التوراة والانجيل وما انزل اليهم من ربهم لا كلوا من فوقهم ومن تحت ارجلهم O

اور اگر یہ یہود ونصاریٰ تورات وانجیل کی اور جو کتاب ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی ہے اس کی پوری پابندی کرتے تو یہ لوگ اوپر سے نیچے سے خوب فراغت سے کھاتے۔

اس آیت سے ہم یہ سبق حاصل کر سکتے ہیں کہ آسمانی ہدایات پر عمل کرنا آسمانی رزق کے نازل ہونے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

بزرگانِ محترم! آیاتِ قرآنی کی روشنی میں آپ اس حقیقت کو سمجھتے جا رہے ہیں کہ رزق کی کشادگی اور وسعت اور برکت کے لئے ہمیں کس قسم کے اسباب کو اختیار کرنا چاہئے۔ آج ہم اپنا اپنا جائزہ لیں اور قلبی کیفیت کا محاسبہ کریں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ رزق کے بڑھنے کے بارے میں ہماری توجہ کبھی ایسے کاموں کی طرف نہیں جاتی، حالانکہ ایک مومن ومسلمان کی نگاہ مادیت کے بجائے روحانیت کی طرف اور اسباب کے بجائے مسبب الاسباب کی طرف جانا چاہئے ورنہ ایک مسلمان میں اور ایک غیر مسلم میں کیا فرق رہ جائے گا؟

توکل علی اللہ بھی رزق کی کشادگی کا سبب ہے

برادرانِ اسلام! جس طرح تقویٰ سے رزق کے دروازے کھلتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ پر توکل سے بھی رزق کے دروازے کھلتے ہیں۔ جو لوگ زندگی کی مشکلات میں پھنسے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کا توکل اور بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کیلئے کافی ہو جاتے ہیں جبکہ وہ توکل حقیقی توکل ہو چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ومن یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبہ ان اللّٰہ بالغ امرہ قد جعل اللّٰہ لکل شیئی قدرًا O (الطلاق/۳)

اور جوکوئی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کیلئے کافی ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر دیا ہے۔

اور ترمذی نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

لو انکم توکلتم علی اللّٰہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصاً وتروح بطانا O

اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے جیسا کہ اس کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسی طرح رزق دیتا جس طرح پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح کو اپنے گھونسلوں سے بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے ہوئے واپس ہوتے ہیں۔

وہ پرندے جن کی نہ دکان ہے اور نہ جن کی ملازمت ہے، اس کے باوجود یہ پرندے کبھی بھوکے نہیں رہتے، یہ پرندے صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں شام میں پیٹ بھرے ہوئے لوٹتے ہیں آخر ان پرندوں کو کون روزی دے رہا ہے؟ اس سوال کا اس کے علاوہ اور کیا جواب ہوسکتا ہے کہ وہی ایک خالق و مالک رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ جو زمین وآسمان کا خالق ومالک ہے۔ ان پرندوں کو رزق دے رہا ہے۔

بزرگانِ محترم! سوچنے کا مقام ہے کہ جو خالق ورازق بغیر اسباب کے پرندوں کو رزق دے رہا ہے، بلوں میں رہنے والے حشرات الارض کو رزق دے رہا ہے، سمندر کی مچھلیوں کو رزق دے رہا ہے، جنگل کے لاکھوں درندوں اور جانوروں کو رزق دے رہا ہے کیا وہ ہم انسانوں کو رزق نہیں دے گا؟ حقیقت یہ ہیکہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کمی نہیں ہے بلکہ کمی ہمارے اس توکل میں ہے جو ہم اپنے پروردگار پر رکھتے ہیں۔ آج ہمارا بھروسہ اپنی دوکانوں پر، اپنے کاروبار پر، اور اپنی زراعت اور صنعت وحرفت پر ہے، رزق کے حاصل کرتے ہوئے ہم اس رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کو بھول جاتے ہیں جو رزق دینے والا حقیقی رازق ہے۔

ہم دنیا کے اسباب اور آلات میں اس قدر گم ہیں کہ کبھی اپنے پروردگار کی یاد تک ہمیں نہیں آتی، ہمیں رزق کے حاصل کرنے کے دوران بیوی بچے یاد آتے ہیں، گاہک یاد آتے ہیں، دوست واحباب یاد آتے ہیں، رشتہ دار یاد آتے ہیں مگر وہ ذات یاد نہیں آتی جو ہمیں رزق دیتی ہے، وہ رب یاد نہیں آتا جو ہمارے رزق کا ذمہ دار ہے اور اسباب کا پیدا کرنے والا ہے۔

بزرگانِ محترم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر بڑا احسان فرمایا اور ہمیں جہاں نماز کا طریقہ سکھایا، روزے کے احکام بتلائے، زکوٰۃ کی فرضیت کی تفصیل بتلائی، حج کے احکام بالتفصیل بتلائے، وہیں آپ ﷺ نے ہم پر یہ احسان کیا کہ روزی میں وسعت اور کشادگی کے شرعی اور غیبی اسباب بھی بتلائے

حج اور عمرہ سے فقر وفاقہ دور ہوتا ہے

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

حج اور عمرہ کو یکے بعد دیگرے ادا کرو کیونکہ حج اور عمرہ یہ دونوں فقر و فاقہ اور گناہوں کو اس طرح دور کردیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل کچیل کو دور کردیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جنہیں استطاعت دی ہو اور بار بار کعبۃ اللہ جانے کی طاقت بخشی ہو انہیں چاہئے کہ اپنے رزق کی وسعت اور برکت اور اپنے گناہوں کی معافی کے لئے بار بار حج کریں اور بار بار عمرہ کریں۔

حج اور عمرہ بظاہر خالص دین کے کام ہیں لیکن حج اور عمرہ کی وجہ سے جہاں گناہ مٹتے ہیں وہیں دنیوی نقد فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حج اور عمرہ کی وجہ سے فقر و فاقہ کو دور فرما دیتے ہیں اور اس کی زندگی میں خوشحالی اور وسعت پیدا فرما دیتے ہیں۔

بزرگانِ محترم! نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت سے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت آتی ہے۔

سورۂ واقعہ کی تلاوت سے فقر وفاقہ نہیں ہوگا

بعض مخصوص سورتوں کی نشاندہی نبی کریم ﷺ نے فرمائی ہے جن کی تلاوت سے گھروں میں فقر وفاقہ نہ ہوگا۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھا کرے اسے کبھی فقر و فاقہ کی نوبت نہیں آئے گی، خود حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنی صاحبزادی کو اس کی تاکید فرماتے تھے اور وہ ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھتی تھیں۔

آج کتنے لوگ تنگدستی کا شکار ہیں اور اس تنگدستی کی وجہ سے کس قدر پریشان ہیں؟ اگر ایسے لوگ اسبابِ دنیوی کو اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوں اور قرآن مجید کی تلاوت کریں اور اپنے پروردگار سے اپنی پریشانی بتلا کر رزق کی وسعت کی بھیک مانگیں تو کیا اللہ تعالیٰ پریشان حال لوگوں کی دعاء کو قبول نہیں فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہے کمی ہم میں ہے کہ جس طرح ہمیں اس سے مانگنا چاہیے تھا ہم نے اس سے نہیں مانگا۔

حاضرین کرام! بعض اعمال ایسے ہوتے ہیں جن سے بظاہر محسوس ہی نہیں ہوتا کہ ان اعمال سے رزق کی وسعت اور کشادگی کا تعلق ہے، مگر حقیقت میں ان کا تعلق رزق کی وسعت سے ہوتا ہے۔

رشتہ داروں سے میل جول بھی رزق کی کشادگی کا سبب

ہم اپنے رشتہ داروں سے میل جول رکھتے ہیں، ان کی خاطر تواضع کرتے ہیں، ان سے خود بھی ملنے جاتے ہیں اور جب وہ ملنے کے لئے آتے ہیں تو ہم دل کی گہرائی سے ان کا استقبال بھی کرتے ہیں ان کے حقوق ادا کرتے ہیں، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے بس رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور یہ کام بظاہر دنیوی کام معلوم ہوتا ہے لیکن اگر ہم نبی کریم ﷺ کے اِرشادات پر غور کریں گے تو ہمیں محسوس ہوگا کہ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنا اور ان کی خاطر تواضع کرنا بھی باعثِ اجر و ثواب ہے اور یہ اجر و ثواب تو آخرت میں ملے گا لیکن اللہ تعالیٰ رشتہ داروں سے حسن سلوک کی وجہ سے دنیا میں نقد انعام یہ عطا فرمائیں گے کہ صلہ رحمی کرنے والے کے رزق میں وسعت اور اس کی عمر میں برکت عطا فرمائیں گے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے بخاری نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ:

من سره ان يبسط فی رزقه و ان ينساله فی اثره فليصل رحمه O

جو شخص اپنے رزق میں کشادگی اور عمر میں اضافہ پسند کرے اس کو چاہئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اگر رشتہ دار زیادہ آئیں گے تو اخراجات زیادہ ہوں گے اور مال گھٹ جائے گا اسی لئے بعض لوگ اپنے رشتہ داروں سے کٹ کر دور دراز علاقوں میں رہنے کو پسند کرتے ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ نے رشتہ داروں کے آنے جانے اوران کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کرنے کو رزق کی کشادگی کا سبب اور ذریعہ قرار دیا۔

آج لوگ رشتہ داری کو یاد رکھنے کی کوشش کرنے کے بجائے بھولنے کی کوشش کررہے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج لوگوں کو نہ اپنا نسب معلوم ہے اور نہ اپنا خاندان معلوم ہے، آج لوگ اس قدر غفلت میں ہیں کہ بہت سے لوگوں کو اپنے دادا پردادا کا نام تک معلوم نہیں ہے، نبی کریم انے اِرشاد فرمایا کہ:

تعلموا من انسابکم ما تصلون به ارحامکم O

تم اپنے رشتہ داروں کے متعلق معلومات حاصل کروتا کہ صلہ رحمی کرسکو

اگر رشتہ داری ہی معلوم نہ ہوتو رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کیسے کیا جاسکتا ہے؟ اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ، تم اپنے رشتہ داروں کے متعلق معلومات رکھو، اور اس کا فائدہ بھی نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

فان صلة الرحم محبة فی الاهل مثارة فی المال منساة فی العمر O

اس لئے کہ صلہ رحمی سے خاندانوں میں محبت پیدا ہوتی ہے، مال میں کثرت یعنی دولت میں اضافہ ہوتا ہے اور عمر میں برکت ہوتی ہے۔

مغربی تہذیب کے اثرات آج مسلمانوں میں بھی پائے جارہے ہیں اور آج مسلمان رشتہ داری کے تعلقات کو بوجھ محسوس کررہے ہیں اور سب سے الگ تھلک ایسے علاقوں میں رہنے کو ترجیح دے رہے ہیں جہاں ان کا کوئی رشتہ دار اور مہمان پہنچ ہی نہ سکیں۔

مشہور شاعر ماجد دیوبندی نے کیا خوب کہا:

اللہ ! میرے رزق کی برکت نہ چلی جائے ۞ دو روز سے گھر میں کوئی مہمان نہیں ہے

طبرانی نے حضرت علیؓ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ اس کی عمر میں اضافہ ہو، اس کے رزق میں وسعت ہو اور اس سے بری موت دور کی جائے وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے اوران کے حقوق ادا کرے۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے فارغ ہونا بھی رزق کی کشادگی کا سبب ہے

بزرگانِ محترم! نبی کریم ﷺ کے اِرشادات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے فارغ ہوجانا بھی رزق کی فراوانی کا ذریعہ ہے، لوگ ہر ایک کے لئے اپنا وقت فارغ کرتے ہیں، بیوی بچوں کے لئے اپنا وقت فارغ کرتے ہیں، دوستوں اور رشتہ داروں کے لئے اپنا وقت فارغ کرتے ہیں، سیر وتفریح کے لئے اپنا وقت فارغ کرتے ہیں، کاروبار کے لئے اپنا وقت فارغ کرتے ہیں، لیکن جس نے انہیں پیدا کیا، جس نے انہیں قوت وطاقت دی، جس نے انہیں صحت وتندرستی دی، جس نے انہیں زندگی بخشی، جس نے انہیں وہ سب کچھ عطا کیا جس کی انہیں ضرورت تھی اس رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کے لئے اپنا وقت فارغ نہیں کرتے، حالانکہ زیادہ وقت تو اسی کے لئے فارغ کرنا ہے جو سب سے زیادہ اور سب سے بڑھ کر احسان کرنے والا ہے، حضرت معقل بن یسارؓ نے نبی کریم ﷺ سے ایک حدیث قدسی نقل کی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یا ابن آدم تفرغ لعبادتی املا قلبک غنی و املأ یدیک رزقا O

اے آدم کے بیٹے! میری عبادت کے لئے فارغ ہوجا میں تیرے دل کو تونگری سے بھردوں گا اور تیرے دونوں ہاتھوں کو رزق سے بھردوں گا۔ پھر فرمایا:

یا ابن آدم لا تبا عدنی فاملا قلبک فقرًا و املا یدیک شغلاً O

اے آدم کے بیٹے! مجھ سے دوری اختیار نہ کر، اگر تو نے ایسا کیا تو میں تیرے دل کو محتاجی سے بھردوں گا اور تیرے دونوں ہاتھوں کو بے کار کاموں میں لگادوں گا۔

بزرگانِ محترم! ہم میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ وہ مالدار اور غنی بن جائے مگر اس کے غیبی اسباب اور شرعی اسباب اختیار نہیں کرتے ہمیں چاہیئے کہ ہم اللہ کی عبادت کے لئے بھی اپنا وقت فارغ کریں۔

حاضرینِ کرام! آپ حضرات کا وقت قیمتی ہے مگر اس سے قیمتی باتیں اللہ اور اس کے رسول کی ہیں، اور یہ باتیں ایسی ہیں جن سے ہم سب کا دنیوی فائدہ بھی ہے اور اخروی فائدہ بھی، اس

لئے میں مناسب یہ سمجھتا ہوں کہ رزق کی وسعت اور کشادگی کے چند اور اسباب کی نشاندہی کروں تاکہ ہم ان اسباب کے سایہ میں رزق کی وسعت اور برکت حاصل کرلیں۔

سود سے رزق کی برکت ختم ہوتی ہے اور صدقہ سے برکت ہوتی ہے

ہم جانتے ہیں اور ہم نے بارہا یہ بات سنی ہے کہ سود سے مال گھٹتا ہے اور صدقہ سے مال بڑھتا ہے، یہ بات قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے۔

یمحق اللّٰہ الربوا ویربی الصدقٰت O (البقرہ/۲۷۶)

اللہ تعالیٰ سود کی نحوست کی وجہ سے مال کو گھٹاتے ہیں اور صدقہ کی برکت سے مال کو بڑھاتے ہیں بظاہر سود کی وجہ سے مال بڑھتا ہوا نظر آتا ہے مگر جتنے لوگ سود خوری کے عادی ہیں یہ ہمیشہ محتاجی، پریشانی کا شکار اور الجھنوں سے دوچار رہتے ہیں اور اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے سے بظاہر مال کم ہوتا نظر آتا ہے، مگر صدقہ وخیرات کی برکت سے مال میں برکت اس قدر ہوتی ہے کہ ہر وہ شخص جو غریبوں محتاجوں، تنگدستوں اور یتیموں پر خرچ کرتا ہے وہ ہمیشہ خوشحال رہتا ہے اور وہ کسی پریشانی اور الجھن کا شکار نظر نہیں آتا۔

قرآن مجید میں اس حقیقت کا اعلان بھی کردیا گیا ہے کہ:

وما انفقتم من شیئی فھو یخلفہ وھو خیر الرازقین O(سبا/۳)

تم لوگ اللہ کی راہ میں جو بھی خرچ کروگے اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دیں گے اور وہ بہترین رزق دینے والے ہیں۔

اس آیت کے مطلب پر آپ حضرات غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ میں خرچ کرنے کا تذکرہ فرمانے کے بعد فوراً ہی یہ فرمایا کہ:

وھو خیر الرازقین O (سبا/ ۳۹) کہ وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ یہ فرمارہے ہیں کہ، اے لوگو! تم ہماری راہ میں دل کھول کر خرچ کرو ہم تم کو دنیا ہی میں اس کا بدلہ دیں گے اور ہماری شان ہی یہ ہے کہ ہم بہترین رزق دینے والے ہیں۔

بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا، ہر دن جس میں لوگ صبح اٹھتے ہیں دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے دعاء کرتے ہوئے ایک فرشتہ کہتا ہے، اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بہت بدلہ عطا فرما اور دوسرا فرشتہ کہتا ہے کہ اے اللہ، جو خرچ نہ کرے اس کا مال تلف فرما۔

یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے شفقت بھرے لہجہ میں فرمایا:

انفق یا بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالا O

اے بلال! خرچ کرو اور عرش والے سے تنگی کا اندیشہ مت کرو۔

بزرگانِ محترم! ہمیں اپنے رزق کی کشادگی کے لئے اپنے دل کے دروازے کو کھولنا ہے ہم زمین والوں پر رحم کریں گے اور ان کی ضروریات کی تکمیل میں اپنا روپیہ پیسہ خرچ کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ ہماری ضروریات کی تکمیل کے لئے ہم پر اس سے زیادہ خرچ کرے گا۔

ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء O

تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

حصول علم میں لگے رہنا بھی رزق کی کشادگی کا سبب

حاضرین کرام: اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو مال و دولت سے نوازا ہے انہیں چاہئے کہ وہ طالب علموں پر زیادہ خرچ کریں، اس لئے کہ ان طالب علموں پر خرچ کرنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ انہیں رزق عطا کریں گے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے دورِ رسالت کا ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے جس کو ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں دو بھائی تھے ایک بھائی علم حاصل کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور دوسرا بھائی روزی روٹی کی تلاش میں کوشش کرتا، ایک مرتبہ اس شخص نے نبی کریم ﷺ سے اس بھائی کی شکایت کی یہ صرف علم کی طلب میں لگا رہتا ہے اور میں صرف

محنت سے کماتا ہوں، نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا، شاید کہ تمہیں جو رزق دیا جارہا ہے اس شخص کی وجہ سے دیا جارہا ہے جو علم حاصل کررہا ہے۔

جو کمزوروں کی مدد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرتے ہیں

بزرگانِ محترم! کمزوروں اور ضرورتمندوں کی مدد کرنے سے خود ان کی ضرورت بھی پوری ہوجاتی ہے اور ان کی مدد کرنے کی برکت سے ہماری ضرورتیں بھی پوری ہوجاتی ہیں، ہم لوگ جب کمزوروں، بے سہارا اور بے آسرا لوگوں کو دیکھتے ہیں تو دل میں یہ خیال کرتے ہیں کہ بیچارے غریب ہیں ان کی مدد کرنی چاہئے، چنانچہ ہم ان پر احسان کرتے ہیں بظاہر ہمارا یہ احسان ان کمزوروں پر ہے لیکن حقیقت میں ہم ان پر احسان کر کے خود اپنے آپ پر احسان کررہے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بعض مرتبہ ایسے کمزوروں پر احسان کے بدلہ میں ہم کو رزق عطا کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت مصعب بن سعدؓ سے روایت ہے کہ حضرت سعدؓ نے خیال کیا کہ انہیں اپنے سے کمزور لوگوں پر فوقیت اور بڑائی حاصل ہے تو حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا، تمہاری مدد تمہارے کمزوروں کی وجہ سے کی جاتی ہے اور انہی کی وجہ سے تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔

ہم بعض مرتبہ اپنی تنگ نظری کی وجہ سے کمزوروں کو حقیر سمجھتے ہیں اور یوں خیال کرتے ہیں کہ ان کی کوئی وقعت نہیں ہے لیکن اللہ کے نزدیک ایسے کمزوروں کا اس قدر مقام ہے کہ ان کمزوروں کی وجہ سے ہماری مدد کی جاتی ہے اور ان کی وجہ سے ہم کو رزق دیا جاتا ہے اور جو کمزور افراد ہمارے رزق کا اہم سبب اور ذریعہ ہوں وہ ہم سے حقیر کیسے ہوسکتے ہیں؟

حاضرین کرام! رزق کی برکت و وسعت کے حصول کے سلسلہ میں یہ چند باتیں تھیں جو آپ حضرات کے سامنے بیان کی گئیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان اسباب کے اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

■ ■ ■

دل ہوتو ایسا ہو

- دل کا اعتبار ہے
- دل ایمان کا محل ہے
- اللہ تعالیٰ کو دل کی کیفیت مطلوب ہے
- اللہ تعالیٰ کو قلب سلیم مطلوب ہے
- اللہ تعالیٰ کو وہ دل مطلوب ہے
  جو اُس کی طرف راغب ہو
- مغرور دل پر مہر لگ جاتی ہے
- اللہ تعالیٰ کے محبوب وہ ہیں
- جن کے دل تقویٰ کے لئے خاص ہے
- دل کا ٹیڑھا ہونا آدمی کے گمراہ ہونے کی علامت
- دل بھی بیمار ہوتے ہیں
- دل کی زینت ایمان سے ہے
- کفروشرک سے دل زنگ آلود ہوتے ہیں
- دل محبت کا سرچشمہ
- دلی محبت ہی انقلاب لاتی ہے
- مومن کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے لرز جاتا ہے
- اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل دل ویران
  ہوجاتے ہیں
- اصحاب کہف کے دل کو کس نے مضبوط کیا؟
- دل میں ہی یہ صلاحیت ہے کہ وہ نصیحت
  حاصل کرے
- اُم موسیٰ علیہ السلام کے دل کو کس نے مضبوط کیا؟
- قرآن مجید کا نزول بھی دل پر ہی ہوا
- دل سخت بھی ہوتے ہیں اور نرم بھی
- دل کی مثال زمین کی سی ہے
- آپ ﷺ کی بعثت سے مقاصد میں ایک مقصد
- دل کی صفائی کا خیال کیوں نہیں؟

■ ■ ■

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی خلق الانسان و علمه البیان والصلوٰۃ والسلام علی من ارسله اللّٰه بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله . اما بعد .

فاعوذ باللّٰه من الشیطٰن الرجیم . بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم O

انما المومنون الذین اذا ذکر اللّٰه وجلت قلوبهم واذا تلیت علیهم اٰیته زادتهم ایمانا و علی ربهم یتوکلون O (الانفال / ۲)

وان من شیعته لابراهیم ، اذ جاء ربه بقلب سلیم O (الصفت / ۸۴)

من خشی الرحمٰن بالغیب وجاء بقلب منیب O (ق / ۳۳)

ان الذین یغضون اصواتهم عند رسول اللّٰه اولٰئک الذین امتحن اللّٰه قلوبهم للتقویٰ لهم مغفرة واجر عظیم O (الحجرات / ۳)

الم یان للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبهم لذکر اللّٰه وما نزل من الحقO(الحدید/ ۱۵)

کذالک یطبع اللّٰه علی کل قلب متکبر جبار O (مومن / ۳۵)

فبما رحمة من اللّٰه لنت لهم ولو کنت فظا غلیظ القلب لا انفضوا من حولکO (اٰل عمران / ۱۵۹)

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ان فی الجسد لمضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسدا لجسد کله الا وهی القلب ، اوکما قال علیه الصلوٰۃ و السلام .

حاضرینِ کرام! میں نے جن آیاتِ قرآنی کی تلاوت ابھی کی ہے ان تمام آیات کا تعلق

ہمارے جسم کے ایک ایسے عضو سے ہے جو ہمارے سارے اعضاء و جوارح پر حکومت کرتا ہے، ہمارے جتنے اعضاء ہیں وہ سب اسی کی غلامی اور حکمرانی میں مشغول و مصروف ہیں، یہ عضو اگرچہ کہ دوسرے اعضاء کے مقابلہ میں کوئی بڑا نہیں ہے مگر چھوٹا ہونے کے باوجود دوسرے تمام اعضاء پر اس کی حکومت و بادشاہت ہے، یہ عضو صرف اردو میں دو حرف پر مشتمل ہے یعنی دل اور عربی میں تین حرف پر مشتمل ہے یعنی قلب، عربی میں دل کو قلب اس لئے کہا جاتا ہے کہ قلب کے معنی پلٹنے کے ہیں اور دل بھی بار بار پلٹتا ہے، کبھی دل میں آتا ہے کہ سفر کریں پھر اچانک ہی دل کہتا ہے کہ اب سفر نہیں کرنا چاہیئے، دل ہی وہ عضو ہے جو مختلف فیصلے کرتا ہے اور مختلف اعضاء کو مختلف کاموں میں مصروف رکھتا ہے، دل میں اِرادہ ہوتا ہے تو کسی جانب اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، دل میں اِرادہ ہوتا ہے تو اپنی آنکھیں بند کرلیتے ہیں، دل میں آتا ہے تو اپنے کانوں سے سنتے ہیں دل میں آتا ہے تو کان بند کرلیتے ہیں، دل میں آتا ہے تو بات کرتے ہیں ورنہ خاموشی اختیار کرلیتے ہیں، دل میں آتا ہے کہ فلاں چیز کھائیں تو کھانا شروع کرتے ہیں دل میں آتا ہے کہ فلاں چیز اچھی نہیں تو اس چیز کے کھانے سے باز آجاتے ہیں، دل میں آتا ہے تو کسی جانب قدم بڑھاتے ہیں دل میں آتا ہے تو رُک جاتے ہیں، دل میں آتا ہے تو تنہائی اختیار کرتے ہیں، دل میں آتا ہے تو محفلوں کی رونق بن جاتے ہیں، دل میں آتا ہے تو کاروبار میں مصروف ہوجاتے ہیں، دل میں آتا ہے تو آرام کرتے ہیں، دل میں آتا ہے تو نیکی کے کاموں میں لگ جاتے ہیں اور دل میں آتا ہے تو برائیوں کے دروازے کھولنے لگ جاتے ہیں۔

دل ایک ایسا بادشاہ ہے جس کی بادشاہت اور سلطنت میں یہ انسانی مشین کام کررہی ہے۔

دل کا اعتبار ہے

اور جس نے دل کو اور دل والے کو پیدا کیا اس کے نزدیک دل ہی کا اعتبار ہے، یہی وجہ ہے کہ جو شخص زبان سے ایمان واسلام کی باتیں کرے اور دل میں کفر وشرک کی گندگی موجود ہو تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی زبان کا اعتبار نہیں بلکہ دل کا اعتبار ہے اسی لئے ایسے شخص کو قرآن مجید نے منافق قرار دیا اور ایسے لوگوں کے زبانی جمع خرچ کو فضول بکواس قرار دیا گیا، سورۂ حجرات کی

آیت نمبر (۱۴) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم O

یہ دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، اے پیارے پیغمبر! آپ فرما دیجئے ان سے کہ تم لوگ ایمان تو نہیں لائے ہو لیکن یوں کہو کہ ہم مطیع ہو گئے یعنی تم میں ظاہری اطاعت تو آ گئی ہے لیکن باطنی طور پر ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے۔

اس آیت کے ذریعہ اسی حقیقت کو سمجھایا گیا ہے کہ جب تک زبان سے کہی ہوئی بات دل کے مطابق نہ ہو زبان سے کہی ہوئی بات کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

اسی لئے ایک ایسے شخص کے بارے میں جس نے کسی کی زبردستی کی وجہ سے کفر کا کلمہ پڑھ لیا اور اس کے دل میں ایمان ہے اور وہ اپنے ایمان پر مطمئن بھی ہے تو ایسی صورت میں صرف زبان سے کسی کی زبردستی کی وجہ سے کفر کا کلمہ نکل گیا تو وہ شخص کافر نہیں ہوگا کیوں؟ اس لئے کہ اس کے دل میں ایمان موجود ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان O

اگر کسی کو زبردستی کی گئی کہ وہ کفر کا کلمہ کہے اور اس کے دل میں ایمان پر اطمینان ہو تو پھر ایسا شخص کافر نہیں بلکہ حقیقی مومن و مسلمان ہے ۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دل کا اعتبار ہے ایک آدمی نے گناہ کیا مگر وہ گناہ غلطی سے سرزد ہو گیا ایک اور آدمی نے گناہ کیا مگر جان بوجھ کر اِرادہ سے گناہ کیا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان دونوں گناہوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے، حالانکہ دونوں نے گناہ کیا ہے، پہلے شخص سے جو گناہ ہوا وہ غلطی سے ہو گیا اس میں دل کا اِرادہ شامل نہیں تھا اس لئے اس پر سزا بھی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مواخذہ بھی نہیں مگر دوسرے شخص نے جو جان بوجھ کر اِرادہ سے گناہ کیا یہ گناہ بھی ہے، اس پر سزا بھی ہے اور مواخذہ بھی ہے، آخر دونوں نے گناہ کیا مگر پہلے والے کو سزا اس لئے نہیں ہے کہ اس میں دل کا اِرادہ

شامل نہیں ہے اور دوسرے شخص کو سزا ہے اس لئے کہ اس نے دل کے اِرادہ سے گناہ کیا ہے، معلوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دل کا اعتبار ہے، اسی حقیقت کو قرآن مجید میں بیان کیا گیا:

ولیس علیکم جناح فیما اخطاتم بہ ولکن ما تعمدت قلوبکم O

اور تم کو اگر بھول چوک ہو جائے تو اس سے تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا لیکن ہاں! جو دل کے اِرادہ سے ہو تو اس سے گناہ ہوگا۔

بزرگانِ محترم! ان آیات سے یہ بات کھلتی جارہی ہے کہ دل کی کس قدر اہمیت ہے اور کس قدر اعتبار ہے۔

دل ایمان کا محل ہے

اور ایمان کا محل زبان یا ہاتھ یا سر یا کان یا آنکھ نہیں ہے بلکہ ایمان کا حقیقی محل دل ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان O (المجادلہ/ ۲۲)

یہی وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے۔

دل ہی کا اعتبار ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرامؓ کے بارے میں فرمایا کہ جب صحابۂ کرامؓ نبی رحمت ﷺ سے درخت کے نیچے بیعت فرما رہے تھے تو اس بیعت کے وقت صحابۂ کرامؓ کے دلوں میں جو اخلاص تھا اور وعدہ کو پورے کرنے کا جو عزم تھا اس کا اظہار فرمایا:

لقد رضی اللّٰہ عن المومنین اذیبا یعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم و اثابھم فتحا قریبا O

اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جبکہ یہ صحابۂ کرام نبی کریم ﷺ سے درخت کے نیچے بیعت کررہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ اخلاص اور عہد کو پورا کرنے کا عزم تھا اللہ تعالیٰ کو وہ بھی معلوم تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اطمینان پیدا کردیا۔

اللہ تعالیٰ کو دل کی کیفیت مطلوب ہے

اس آیت سے بھی معلوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو زبان کی گفتگو یا کان کی سماعت یا آنکھ کی بصارت مطلوب نہیں ہے بلکہ دل کی وہ کیفیت مطلوب ہے جو رب ذوالجلال ﷻ کی محبت اور عظمت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فعلم ما فی قلوبھم اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ **فعلم ما فی السنتھم وابصارھم وسمعھم O**

اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نظر بطورِ خاص انسان کے دل کی طرف ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بار بار قرآن مجید میں اس بات سے آگاہ کیا کہ:

واللّٰہ علیم بذات الصدور O (آل عمران / ۱۵۴)

اور اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔

ڈاکٹر دل تک تو پہنچ سکتے ہیں مگر دل کے ارادے تک پہنچ نہیں سکتے

بزرگانِ محترم! اس حقیقت پر بھی آپ غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل کو اس طرح بنایا ہے کہ دل میں آنے والی باتوں کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا، ڈاکٹر اور سرجن دل تک تو پہنچ سکتے ہیں مگر دل کے اِرادوں کو جاننے میں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے، ہوسکتا ہے کہ وہ قیاس کرتے ہوئے کچھ کہہ دیں مگر یقینی اور قطعی طور پر انسان کے دل کی بات کو وہی رب ذوالجلال ﷻ جانتے ہیں جنہوں نے اس کو ایک خاص انداز میں پیدا فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو قلب سلیم مطلوب ہے

انسان کا دل ایک ایسا عضو ہے جس کی سلامتی اللہ تعالیٰ کو محبوب اور پسندیدہ ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وان من شیعتہ لابراھیم اذ جاء ربہ بقلب سلیم O

(الصفت / ۸۳، ۸۴)

حضرت نوح علیہ السلام کے طریقہ والوں میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی تھے اس وقت کو یاد کرو جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کی طرف صاف دل سے متوجہ ہوئے چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل شرک وکفر کی گندگی سے اور حرص وریا کاری کے ناپاک اِرادوں سے پاک تھا اوران کا بے مثال دل اخلاص وللّٰہیت سے، خشوع وخضوع سے، توحید ومحبت الٰہی کے جذبہ سے سرشار تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کی تعریف فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کو وہ دل مطلوب ہے جو اس کی طرف راغب ہو

معلوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصل چیز انسان کا دل ہے، اللہ تعالیٰ کو انسان کا دل مطلوب ہے اور وہ دل مطلوب ہے جو ساری دنیا سے بے نیاز ہو کر صرف اور صرف اسی رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کا محتاج بن کر اسی کی طرف متوجہ ہو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے جنت کی نعمتوں کے دیئے جانے کا وعدہ کیا جن کا دل اللہ کے خوف سے معمور ہو اور ان کا دل اسی ایک اللہ کی طرف مائل ہو، چنانچہ سورۂ ق کی آیت نمبر (۳۳) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

من خشی الرحمٰن بالغیب وجاء بقلب منیب O

جنت کی ان نعمتوں کا وعدہ انہی لوگوں کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے والا دل لے کر آئیں اور اللہ کو دیکھے بغیر ہی اس سے ڈرنے لگ جائیں۔

مغرور دل پر مہر لگ جاتی ہے

اگر کوئی شخص اپنے اندر ایسا دل رکھتا ہو جس دل میں رب کی بڑائی اور رب کی طرف جھکنے کے بجائے اپنی بڑائی کا احساس ہو اور اس کا دل غرور وگھمنڈ کی گندگی سے لبریز ہو تو اللہ تعالیٰ کو ایسا دل انتہائی ناپسند ہے اللہ تعالیٰ ایسے دل پر مہر لگا کر دل کے سارے دروازوں کو ہدایت کے لئے بند کردیتے ہیں اور یہ ایک ایسی سزا ہے جس سزا سے بڑھ کر کوئی سزا نہیں ہوسکتی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

کذالک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار O

اللہ تعالیٰ اسی طرح مغرور وجابر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب وہ ہیں جن کے دل تقوی کے لئے خاص ہیں

بزرگانِ محترم! اللہ تعالیٰ نے دل کو اس لئے نہیں پیدا کیا کہ اس دل کو دنیا کی محبت، مال و دولت کی محبت، دینار و درہم کی محبت، روپے پیسے کی محبت، ڈالر و پونڈ کی محبت اور سونے چاندی کی محبت میں لگا دیا جائے بلکہ اللہ تعالیٰ نے دل کو اس لئے پیدا کیا تا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا خوف پرہیز گاری اور تقویٰ پیدا کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے جو محبوب بندے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو تقویٰ کے لئے خاص کر دیتے ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان صحابۂ کرامؓ کی تعریف فرمائی جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے ادب و احترام میں اپنی آوازوں کو پست کر دیا تھا۔

ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللّٰہ اولٰئک الذین امتحن اللّٰہ قلوبھم للتقویٰ لھم مغفرۃ واجر عظیم O (الحجرات/۳)

بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے خاص کر دیا ہے، ان لوگوں کے لئے مغفرت بھی ہے اور بھاری اجر بھی ہے۔

دل کا ٹیڑھا ہونا آدمی کے گمراہ ہونے کی علامت ہے

بزرگانِ محترم! دل ایک ایسا عضو ہے کہ اگر وہ ٹیڑھا ہو گیا تو پھر پورا انسان ہی ٹیڑھا اور گمراہ ہے، دل کا درست ہو جانا راہِ ہدایت پر ہونے کی نشانی ہے اور ٹیڑھا ہو جانا آدمی کے گمراہ ہونے کی علامت ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا اور اس قوم کی بدحالی بیان کی۔

فلما زاغوا ازاغ اللّٰہ قلوبھم O (الصف/۵)

جب وہ لوگ ٹیڑھے ہو گئے اور ہدایت کے راستے پر نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اور زیادہ ٹیڑھا کر دیا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح انداز میں یہ بات بتلا دی کہ:

الا ان فی الجسد لمضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الاوھی القلب O

جسم میں ایک ٹکڑا ہے اگر وہ ٹکڑا درست ہوگیا تو پھر سارا جسم درست ہوگیا اور اگر وہ ٹکڑا بگڑ گیا تو پورا جسم بگڑ گیا سن لو وہ ٹکڑا دل ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کے بننے یا بگڑنے کا معیار یہی دل ہے جس دل کے بارے میں آیاتِ قرآنی کی روشنی میں آپ کے سامنے حقائق بتلائے گئے۔

آج ہم اپنے ظاہر کوسنوارنے، پر رونق و پرنور بنانے میں بے حساب وقت لگاتے ہیں اور بے شمار مال خرچ کرتے ہیں حالانکہ ظاہر کے سنورنے اور سدھرنے سے نہ انسان کو ہدایت ملتی ہے اور نہ آدمی راہِ راست پر آتا ہے۔ ہدایت کی بنیاد دل کے سنورنے اور سدھرنے پر ہے۔

دل بھی بیمار ہوتے ہیں

بزرگانِ محترم! اگر ہم قرآن مجید کی آیات پر ایک نظر ڈالیں تو یہ بات بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ آدمی کے دل کا بیمار ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اس کے دل میں ایمان اور توحید نہیں ہے بلکہ اس کا دل نفاق اور کفروشرک کی وجہ سے بیمار ہو چکا ہے، پورے جسم کا تعلق مادیت سے ہے کہ اگر پیر زخمی ہوتا ہے تو سارا جسم بیمار ہوتا ہے مگر دل کی بیماری کا تعلق روحانیت سے ہے کہ کفروشرک اور نفاق سے دل بیمار ہوتے ہیں۔

اسی حقیقت کواللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا:

فی قلوبھم مرض فزادھم اللّٰہ مرضا O (البقرہ/ ۱)

ان منافقوں کے دل میں بیماری ہے پس اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری کواور بڑھادیا۔

دل کی زینت ایمان سے ہے

برادرانِ محترم! ظاہری اعضاء کی زینت اوران کی چمک انہیں دھونے اور مختلف قسم کی میک اپ کی چیزوں کے استعمال سے ہوتی ہے، مگر دل کو زینت ان مادی چیزوں سے نہیں ملتی، بلکہ دل ایک

ایسا عضو ہے جس کو زینت ایمان سے ملتی ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ حجرات میں فرمایا:

ولکن اللّٰہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم(الحجرات/۷)

اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور ایمان کے ذریعہ تمہارے دلوں کو مزین کر دیا۔

معلوم یہ ہوا کہ دلوں کی زینت کسی مادی چیز سے نہیں بلکہ ایمان سے دلوں کو زینت اور رونق نصیب ہوتی ہے، اسی لئے ظاہری اعضاء سے زیادہ ہمیں اپنے دلوں کو پر رونق بنانے کی کوشش کرنا چاہئے۔

کفروشرک سے دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں

جس طرح دل کو ایمان سے رونق اور زینت ملتی ہے، اسی طرح کفروشرک سے دل زنگ آلود بھی ہو جاتے ہیں، جب گندہ پانی لوہے پر پڑتا ہے تو لوہے پر زنگ لگ جاتا ہے اسی طرح جب بندہ برے اعمال مسلسل کرتا ہے اور برے عقائد اور باطل فکروں میں ہمیشہ گم ہو جاتا ہے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا دل زنگ آلود ہو جاتا ہے پھر اس دل کو نہ ایمان کا لطف نصیب ہوتا ہے اور نہ ایمان کی لذت محسوس ہوتی ہے، اسی حقیقت کو قرآن مجید کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا:

اذا تتلی علیہ اٰیتنا قال اساطیر الاولین o کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون O (المطففین/۱۳،۱۴)

جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کافر انسان کہہ دیتا ہے کہ یہ اگلوں کے افسانے ہیں بات یہ نہیں ہے بلکہ ان کافروں کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ چڑھ گیا ہے، اسی زنگ کی وجہ سے قرآن مجید کی حقانیت وصداقت کا اثر ان کے دلوں پر نہیں ہو رہا ہے۔

دل محبت کا سرچشمہ ہے

بزرگانِ محترم! انسان کے اعضاء میں دل وہ واحد عضو ہے جو محبت کا سرچشمہ اور الفت کا محور و مرکز ہے اسی دل سے محبت کی کرنیں پھوٹتی ہیں، آنکھوں میں محبت نہیں ہوتی، زبان میں محبت نہیں ہوتی، آنکھوں کے اشارے، زبان سے نکلنے والے الفاظ، چہرہ سے ظاہر ہونے والی خاص کیفیت

ہاتھوں سے صادر ہونے والی حرکتیں محبت کے اظہار کے آلے تو ہو سکتے ہیں لیکن جہاں پہنچ کر محبت والفت قرار پاتی ہے وہ تو صرف دل ہے، دل کی گہرائیوں میں جو محبت والفت ہوتی ہے وہی محبت قابل اعتبار ہوتی ہے اور جو محبت صرف زبان کی نوک پر ہوتی ہے وہ صرف محبت کا اظہار ہے اسی لئے لوگ ایسے لوگوں سے جن کی محبت کے بارے میں شبہ ہوتا ہے پوچھتے ہیں آپ سچ سچ بتلایئے کہ کیا آپ یہ بات دل سے کہہ رہے ہیں؟

دل محبت کا سمندر ہے، دل محبت کا گہوارہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محبت کو دل سے جوڑ کر ساری انسانیت کو بتلا دیا کہ محبت کا مرکز انسان کا دل ہے، چنانچہ فرمایا:

واعتصمو ابحبل اللّٰہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللّٰہ علیکم اذکنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا O

اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کی رسی کو اس طرح کہ باہم سب متفق ومتحد بھی رہو اور آپس میں نا اتفاقی پیدا مت کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے اس کو یاد کرو، جبکہ تم باہم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کی الفت ڈال دی پھر تم اللہ تعالیٰ کے اس انعام سے آپس میں بھائی بھائی کی طرح ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جو دشمنیاں تھیں وہ دوستیوں میں بدل گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں فالف بین قلوبکم (انفال/۶۳) فرمایا تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی یہ نہیں فرمایا کہ **فالف بین اعینکم** تمہاری آنکھوں میں محبت ڈال دی یا یہ نہیں فرمایا کہ **فالف بین السنتکم** تمہاری زبانوں میں محبت ڈال دی، اللہ تعالیٰ نے زبان، آنکھ، کان یا ہاتھ کا تذکرہ اس لئے نہیں فرمایا کہ محبت تو صرف دل میں ہوتی ہے اور دیگر اعضاء سے محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

دلی محبت ہی انقلاب لاتی ہے

حاضرین کرام! صرف زبان سے جو محبت کے دعویٰ ہوتے ہیں یہ ایسی کھوکھلی محبت ہوتی ہے جس کے ذریعہ دنیوی غرض تو حاصل کی جاسکتی ہے لیکن ایسی کھوکھلی اور زہریلی محبت سے نہ کسی کا

دل جیتا جاسکتا ہے اور نہ اس سے کوئی انقلاب لایا جاسکتا ہے، دل سے جو محبت ہوتی ہے وہ طاقتور اور پائیدار ہوتی ہے جس کی کشش سے پتھر دل انسان کو بھی موم کی طرح نرم بنایا جاسکتا ہے۔

مومن کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے لرز جاتا ہے

انسان کے سینہ میں موجود دل کی قدر و قیمت اسی وقت ہے جبکہ اس دل میں اللہ تعالی کی یاد باقی ہو اور ایسے دلوں کی ہی قدر و قیمت ہے جو اللہ کی یاد میں لرز جائیں۔

انما المومنون الذین اذا ذکر اللّٰہ وجلت قلوبھم O (انفال/۲)

مومن و مسلمان تو وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی یاد ہو تو ان کے دل اس کی یاد میں اور اس کی عظمت و محبت میں اس قدر گرفتار ہوں کہ وہ دل لرزنے لگ جائیں۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل دل ویران ہوتے ہیں

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جو دل اللہ کے ذکر میں مشغول ہو وہ دل کبھی ویران نہیں ہوسکتا، دل تو وہ ویران ہے جو اللہ کے ذکر سے خالی ہے، اسی لئے نبی کریم ﷺ کو ایسے شخص کی اطاعت سے روکا گیا جس کا دل اللہ کی یاد سے غافل ہو۔

ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا و اتبع ھواہ O (الکھف/۲۸)

آپ اس شخص کی اطاعت نہ کیجئے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے سعادتمند صحابۂ کرامؓ کے ساتھ بیٹھنے کا حکم دیا گیا جن کا مشغلہ اللہ کی یاد ہو اور وہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہمہ تن مصروف و مشغول ہوں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے لوگوں کی کوئی اہمیت نہیں جن کے دل اللہ کے ذکر سے غافل ہوں چاہے وہ دنیوی اعتبار سے کتنے ہی اونچے درجے پر فائز ہوں۔

دل مضبوط ہے تو ایمان بھی مضبوط ہے

بزرگان محترم! قرآن مجید کی ان آیات پر گہری نظر ڈالیں تو یہ بات بھی محسوس ہوتی ہے کہ دلوں کی مضبوطی اور استحکام سے ایمان بھی مضبوط ہوتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ کہف میں

اصحاب کہف کے بارے میں فرمایا:

و ربطنا علی قلوبھم اذ قاموا فقالوا ربنا رب السمٰوٰت والارض لن ندعوا من دونہ الھاً O

ہم نے اصحاب کہف کے دل کو مضبوط کر دیا جبکہ وہ پختہ ہو کر کہنے لگے کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم تو اس کو چھوڑ کر کسی معبود کی عبادت نہیں کریں گے۔

واقعہ یہ ہوا کہ اصحاب کہف کو اس وقت کے ظالم اور بت پرست بادشاہ نے اپنے دربار میں بلا کر دھمکی دی کہ اگر زندگی چاہتے ہو تو نئے دین سے پھر جاؤ اور اپنے باپ دادا کے دین پر قائم رہو۔
اگر اس وقت اصحاب کہف کے دل کمزور ہوتے تو پھر وہ اپنی جان کے خوف سے ایمان و ہدایت سے محروم ہو جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو مضبوط کر دیا اسی دل کی مضبوطی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بانگِ دہل اس حقیقت کا اعلان کرنے لگے کہ ہمارا رب تو وہی ہے جو آسمان وزمین کا پروردگار ہے ہم تو ایک اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت ہرگز نہیں کریں گے۔
حاضرین کرام! اس واقعہ سے یہ بھی محسوس و معلوم ہوا کہ دلوں کو صرف اللہ تعالیٰ ہی مضبوط کر سکتے ہیں، جسم کو مضبوط کرنے کے لئے مقوی غذائیں کام آسکتی ہیں مگر دل کی مضبوطی تو صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

دل میں ہی یہ صلاحیت ہے کہ وہ نصیحت حاصل کرے

بزرگان محترم! انسان کے اعضاء میں آنکھ اور کان یہ دو چیزیں ایسی ہیں جن سے انسان مختلف اچھے اور برے مناظر اور حادثات کو دیکھتا ہے اور اچھی بری باتوں اور اچھے برے واقعات وحادثات کی تفصیلات کو سنتا ہے اور یہ آنکھ اور کان دل تک یہ ساری باتیں پہنچاتے ہیں اور دل ان واقعات وحادثات سے سبق اور عبرت حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے دل میں یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ نصیحت حاصل کرے اسی حقیقت کو قرآن مجید نے یوں بیان فرمایا:

ان فی ذالک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید

اس میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جس کے پاس دل ہو یا وہ متوجہ ہو کر بات کی طرف کان بھی لگا دیتا ہو، دل تو ہر ایک کے پاس ہوتا ہے مگر قلبِ سلیم یعنی سلامتی والا دل ہر ایک کے پاس نہیں ہوتا، سمجھ بوجھ والا قلبِ سلیم جس کے پاس بھی ہوگا وہ ضرور نصیحت حاصل کرے گا۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ دل ہی وہ عضو ہے جس میں نصیحت حاصل کرنے کی صلاحیت ہے گویا دل ہدایت کا سبب ہے، اور یہ دل جو انسان کے جسم سے پیوست ہے اس دل کی مضبوطی اللہ تعالیٰ کے اِرادہ میں پوشیدہ ہے۔

اصحاب کہف اور ام موسیٰ علیہ السلام کے دل کو کس نے مضبوط کیا؟

اللہ تعالیٰ جس کے دل کو مضبوط کر دیتے ہیں وہی دل مضبوط ہوتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں اصحاب کہف کا تذکرہ کیا تو ان کے دل کو مضبوط کرنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی کہ:

وربطنا علی قلوبهم O ہم نے اصحاب کہف کے دل کو مضبوط کر دیا۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد ان کی ماں کو اس بات کا حکم دیا کہ فرعون کی پولیس کے ظلم سے بچانے کے لئے اپنے شیر خوار بیٹے کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دیں اگر ایسے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل کو اللہ تعالیٰ مضبوط نہ فرماتے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں انہیں کبھی دریا میں نہ ڈالتیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو مضبوط کرنے کی بات سورۂ قصص کی آیت نمبر (۱۰) میں بیان فرمائی۔

واصبح فواد ام موسیٰ فرغا ان کادت لتبدی به لو لا ان ربطنا علی قلبها لتکون من المومنین O

اور حضرت موسیٰ کی والدہ کا دل بے قرار ہوگیا، قریب تھا کہ وہ اس کو ظاہر کر دیتیں اگر ہم اس کے دل کو نہ سنبھالتے کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے رہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل کو اللہ تعالیٰ ہی نے مضبوط کیا۔

قرآن مجید کا نزول بھی دل پر ہی ہوا

بزرگانِ محترم! آپ اس حقیقت کو سمجھنے کے بعد دل کی اہمیت وافادیت محسوس کریں گے کہ پوری انسانیت کی نجات، ہدایت اور رہبری ورہنمائی کے لئے جس آسمانی کتاب کو قرآن مجید کی شکل میں نازل کیا گیا یہ آسمانی کتاب بھی دل ہی پر اُتاری گئی اور وہ دل بھی ایسا دل ہے جو دنیا کے تمام دلوں سے بہتر دل ہے اور ایسا دل ہے جس دل کی مثال نہیں ملتی اور وہ دل ایک ایسی شخصیت کا دل ہے جس شخصیت کا مقام دنیا کی تمام مخلوقات میں سب سے بلند و بالا ہے وہ ہیں میرے اور آپ کے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن مجید خود اپنے نزول کا اعلان کرتا ہے کہ وہ کس کے دل پر اُتارا گیا۔

فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللّٰہ O (البقرہ / ۹۸)

اللہ تعالیٰ نے یہ کلام اُتارا ہے آپ ﷺ کے دل پر اللہ کے حکم سے اور دوسری جگہ بھی فرمایا گیا:

وانہ لتنزیل رب العالمین نزل بہ الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین O (الشعراء / ۱۹۴)

اور یہ قرآن رب العالمین کا بھیجا ہوا ہے اس کو امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے آپ کے قلب پر تاکہ آپ ڈرانے والوں میں ہو جائیں۔

حاضرینِ کرام! آپ اندازہ لگائیں کہ دل کا تعلق بالراست رب العالمین اور سید الملائکہ حضرت جبرئیل امین سے ہے۔

دل سخت بھی ہوتے ہیں اور نرم بھی

انسانوں کے دل ان کے مزاج کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔ کسی کا دل پتھر کی طرح سخت ہوتا ہے اور کسی کا دل موم کی طرح نرم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود نرم ہیں

ان اللّٰہ رفیق یحب الرفق O اور اللہ تعالیٰ نرم ہیں اور نرمی ہی کو پسند کرتے ہیں۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو نرم دل بنا کر بھیجا جنہوں نے قوموں کی سختی کو

برداشت کیا اوران کی سختی کا جواب نرمی سے دیا اور آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اس قدر نرم دل بنا کر بھیجا گیا کہ آپ کی نرم دلی نے ہر بڑے اور چھوٹے، آقا و غلام، عربی و عجمی، غریب و مالدار، مرد و عورت، نوجوان اور بچے، سب کو مجبور کیا کہ آپ پر پروانوں کی طرح فدا ہوں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی نرم دل کی گواہی دی۔

فبما رحمة من اللّٰه لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لا انفضوا من حولك O

اللہ کی رحمت ہی کی وجہ سے اے پیارے پیغمبر! آپ ان لوگوں کے ساتھ نرم رہے اور اگر آپ سخت دل اور سخت مزاج کے ہوتے تو یہ بے چارے صحابہ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے اور بکھر جاتے

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید دین کی دعوت دینے والوں کا خصوصا یہ مزاج بنانا چاہتا ہے کہ وہ اپنے دل کو نرم کرلیں اور سخت مزاجی اور سخت دلی سے اپنے دل کو دور رکھیں۔

دل کی مثال زمین کی سی ہے

دل کی مثال زمین جیسی ہے جس طرح سخت اور بنجر زمین سے پھول اور پھل کی امید نہیں ہوتی اسی طرح سخت دل انسان سے خیر، بھلائی اور فائدہ کی امید نہیں ہوتی اور جس طرح نرم اور زرخیز زمین سے امید ہوتی ہے کہ یہاں سے پودے اگیں گے، درخت بنیں گے، پھولوں کی خوشبو ملے گی اور پھلوں کی مٹھاس نصیب ہوگی اسی طرح نرم دل انسان سے توقع اور امید کی کرنیں پھوٹتی ہیں کہ اس نرم دل انسان سے لوگوں کو بھلائی ملے گی، نفع پہنچے گا، ہمیں اپنے اپنے دل کا جائزہ لینا چاہئے کہ ہمارا دل سخت ہے یا نرم، یہ جائزہ اس وقت لیں جب ہم اپنے رشتہ داروں، دوستوں، ماں باپ بھائی بہنوں، بیوی بچوں سے کوئی گفتگو کریں، اگر ہماری گفتگو اور معاملات میں نرمی ہے اور معاشرتی زندگی میں اخلاق و کردار ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا دل یقیناً نرم ہے اور اگر ہماری گفتگو میں صرف تلوار کی تیزی ہے اور معاملات میں خشک رویہ ہے اور طرزِ معاشرت میں سختی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا دل سخت ہے۔

آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں ایک مقصد دل کی پاکیزگی بھی ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر کو جن مقاصد کی تکمیل کے لئے بھیجا ان میں ایک مقصد دل کی پاکیزگی بھی ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے سورۂ آل عمران میں فرمایا:

لقد من اللّٰہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتب والحکمۃ O (آل عمران/ ۱۶۴)

حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا جبکہ ان میں انہی میں سے ایک ایسے عظیم الشان پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور احکام پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ظاہری اور باطنی گندگیوں سے ان لوگوں کی صفائی کرتے ہیں اور ان کو کتاب الٰہی اور سمجھ کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں۔

اس آیت میں **یزکیھم** کا جو لفظ آیا ہے اس کا مطلب پاکیزگی ہے جس میں ظاہری پاکیزگی بھی ہے اور دل کی پاکیزگی بھی، مادہ پرست اور بادشاہ لوگ جسموں پر محنت کرتے ہیں اس لئے ان کی سلطنت کی حد رعایا کے بدنوں تک محدود ہوتی ہے، اور انبیاء کرام علیہم السلام دلوں پر محنت کرتے ہیں اور انہیں گندے عقائد اور گندے خیالات سے پاک کرتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی بادشاہت انسانوں کے دلوں پر قائم ہوتی ہے۔

دل کی صفائی کا خیال کیوں نہیں؟

حاضرینِ کرام! ایک مسلمان کا شعار یہ ہو کہ وہ اپنے دل کی پاکیزگی کا خیال رکھے آج ہمیں اپنے چہرہ کی صفائی کے لئے وقت ہے، جسم کی صفائی کے لئے وقت ہے، روزانہ غسل کرنے کے لئے وقت ہے، کپڑوں کی صفائی کے لئے وقت ہے، مگر جس دل کی صفائی میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی گزار دی اس دل کی صفائی کا ہمیں کوئی خیال نہیں اس دل کی صفائی کے لئے ہمارے پاس وقت اور فرصت ہی نہیں۔

ہم جس برتن میں دودھ گرم کرتے ہیں اس برتن میں دودھ ڈالنے سے پہلے برتن کو خوب اچھی طرح دھو لیتے ہیں، اس کو اچھی طرح صاف کر لیتے ہیں، جب اطمینان ہو جاتا ہے کہ برتن صاف ہو گیا تو پھر دودھ گرم کرتے ہیں لیکن جس دل میں ہم اللہ کی محبت، ایمان کی قوت اور سرکار دو عالم ﷺ کی عظمت داخل کرنا چاہتے ہیں یہ دل گندگیوں سے بھرا ہوا ہے، یہ دل غرور، گھمنڈ، لالچ، حرص، کینہ، بغض اور عداوت جیسی ہزاروں گندگیوں کی وجہ سے گندہ ہو چکا ہے اور ہم اسی گندے دل میں ایمان بھی داخل کر رہے ہیں، رسول کی عظمت بھی اسی گندے دل میں بٹھا رہے ہیں حالانکہ ایمان کی عظمت اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم پہلے اپنے دل کو صاف کرنے اور پاک رکھنے کی کوشش اور فکر کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اپنے دلوں کا جائزہ لینے اور اپنے اپنے دلوں کو پاکیزہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے دنیا کے سارے انسانوں کے دلوں میں ہماری محبت پیدا فرما دے۔ آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین .

■ ■ ■

مصیبتوں میں دین پر قائم رہیں
جھوٹے عاملوں کے چکر میں نہ رہیں

- سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھا جا چکا ہے
- حالات و حادثات آزمائش کے لئے آتے ہیں
- مومن بندہ صبر سے کام لیتا ہے
- صبر اور نماز سے مدد حاصل کریں
- مومن بندہ اپنا رُخ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رکھتا ہے
- ایمان کی کمزوری کی یہی علامت ہے
- یہ ایمان پر ڈاکہ ڈالنا نہیں تو پھر اور کیا ہے؟
- ظالموں کو ظلم سے روکیں
- جھوٹے عاملوں کی حوصلہ افزائی نہ کریں
- کفریہ کلمات سے پرہیز کریں
- اپنا دکھڑا اللہ تعالیٰ کے دربار میں سناؤ
- مصیبت دینے والا ہی مصیبت کو دور کرسکتا ہے
- مشکل کشا تو صرف اللہ تعالیٰ ہے
- مانگو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو
- آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد مخلوق کو خالق سے ملانا تھا
- ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے
- دھوکہ باز عاملوں کے حربے
- آج بھی نیک خصلت اور متقی عامل موجود ہیں
- خون نجس ہے جس سے آیات قرآنی لکھنا درست نہیں
- تلاوت قرآن کا سلسلہ رکھیں
- عملیات کے نام پر جادوگری
- دھوکہ باز عامل شیطان کے چیلے
- دین پر ثابت قدم رہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی بیدہ الملک وھو علی کل شیئی قدیر والصلوٰۃ والسلام علی افضل البشر سیدنا محمد و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین اما بعد. فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم . بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم .

قل لن یصیبنا الا ما کتب اللّٰہ لنا ھو مولنا و علی اللّٰہ فلیتوکل المومنون O (التوبۃ / ۵۱)

ولنبلونکم بشیئی من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشرالصبرین O (البقرۃ/۱۵۶)

وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم (الشوریٰ/۳۰)

قل کل من عنداللّٰہO(النساء/۷۸)

یایھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللّٰہ مع الصبرینO(البقرۃ/۹۱)

انما یرید الشیطٰن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسرO(المائدہ / ۹۱)

یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم ولاتجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضاً O (الحجرات/۱۲)

فاذا عزمت فتوکل علی اللّٰہ ان اللّٰہ یحب المتوکلین O (آل عمران/۱۵۹)

ومن یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبہo ومن یتوکل علی اللّٰہ فان اللّٰہ عزیز حکیم O (الانفال / ۴۹)

ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون O (حم السجدہ/ ۳۰)

و انیبوا الیٰ ربکم واسلمو الہ O (الزمر / ۵۴)

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من بیت تقرافیہ سورۃ البقرۃ الاخرج منہ الشیطان ولہ ضریط O (دارمی)

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تجعلوا بیوتکم مقابر ان الشیطان ینفر من البیت الذی تقرا فیہ سورۃ البقرۃ O (رواۃ مسلم)

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللّٰہ کتب کتابا قبل ان یخلق السمٰوٰت والارض بالفی عام فانزل منہ اٰیتین ختم بھما سورۃ البقرۃ ولا تقراٰن فی دارٍ ثلاث لیال فیفربھا الشیطان O (دارمی)

او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام O

حاضرینِ کرام! قرآن مجید اور احادیث شریفہ کی تعلیمات کی روشنی میں ہم مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مختارِ کل اور قادرِ مطلق ہیں، کائنات کا سارا نظام اسی رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھوں میں ہے، سورج کا نکلنا اور ڈوبنا اسی اللہ کے اِرادہ سے ہورہا ہے، آسمان کا بغیر ستون کے قائم رہنا اور زمین کا اپنے خزانوں کو اگلنا اسی خالق و مالک کے اختیار سے ہورہا ہے، چاند، ستارے، سیارے، سمندر، پہاڑ، جن وانس اور ساری مخلوقات اسی ایک اللہ کے قبضہ میں ہیں، ہم میں جتنے لوگ زندگی کی سانسیں لے رہے ہیں اسی کے اِرادہ واختیار سے ہیں، ہم میں جتنے لوگ مررہے ہیں اسی کے اِرادہ واختیار سے مررہے ہیں، کسی کو اگر نفع پہنچ رہا ہے تو اس نفع کے پیچھے

اللہ تعالیٰ کا اِرادہ کام کررہا ہے، اگر کسی کو نقصان سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے تو اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کارفرما ہے، اگر کوئی بیمار ہورہا ہے تو یہ بیماری بھی اللہ تعالیٰ کے اِرادہ سے ہے اور اگر کوئی بیماری سے صحت پا رہا ہے تو اس میں بھی اللہ تعالیٰ کا اِرادہ شامل ہے۔

ہماری زندگی کی ابتداء سے لے کر انتہاء تک، پیدائش سے لے کر موت تک اور موت کے بعد کی زندگی سے متعلق بھی سارے فیصلے ہوچکے ہیں، ہماری تقدیر لکھی جاچکی ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمھا الا ھو O

غیب کی ساری کنجیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں ان کنجیوں کو وہی ایک اللہ جانتا ہے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھا جاچکا ہے

اور انسان کو جو بھی حیرانی، پریشانی، دکھ، رنج، الم، غم، بیماری، حادثہ، ناکامی، نقصان اور ذلت ورسوائی پہنچتی ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھا جاچکا ہے، اسی لئے قرآن مجید میں یہ بات بتلادی گئی:

قل لن یصیبنا الا ما کتب اللّٰہ لنا O (التوبة/ ۵۱)

اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ ہمیں کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر یہ کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے مقدر میں لکھ دیا ہے۔

آج اگر ہم پر کوئی حادثہ ہوتا ہے تو یہ ہمارے لئے نئی بات ہے مگر رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کے علم میں یہ ازل سے ہے، اللہ تعالیٰ کے لئے یہ نئی بات نہیں ہے۔

حالات وحادثات آزمائش کے لئے آتے ہیں

بزرگانِ محترم! اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسانی زندگی میں کبھی خوشی آتی ہے تو کبھی غم آتا ہے، کبھی کامیابی نصیب ہوتی ہے تو کبھی ناکامی ملتی ہے، کبھی آرام وراحت نصیب

ہوتی ہے تو کبھی مشقت اور تکلیف آتی ہے، کبھی صحت نصیب ہوتی ہے تو کبھی بیماری لاحق ہوتی ہے، کبھی نفع ملتا ہے تو کبھی نقصان سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ کسی کے ہاں نئے مہمان کی آمد کی خوشیاں ہیں تو کہیں کسی کے دنیا سے رخصت ہونے کی خبریں ہیں یہ دنیا ہے یہاں ہر دن اس قسم کے واقعات ہوتے رہتے ہیں اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش کے طور پر ہوتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۱۵۶) میں فرمایا:

ولنبلونکم بشیئی من الخوف والجوع و نقص من الاموال والانفس والثمرات O (البقرہ/۱۵۶)

اور ہم ضرور تم کو آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور مالوں، جانوں اور پھلوں کی کمی سے

اللہ تعالیٰ مختارِ کل ہیں وہ اپنے بندوں کو مختلف طریقوں سے آزماتے ہیں، کبھی اولاد موت کے منہ میں چلی جاتی ہے اور آزمائش ماں باپ کی ہوتی ہے کہ اس صدمہ پر صبر کرتے ہیں یا بے صبری کا شکار ہوجاتے ہیں، کبھی بھوک اور پیاس میں مبتلا کرتے ہیں اور آزماتے ہیں کہ اس بھوک اور پیاس میں ہم واویلا مچاتے ہیں یا صبر کرتے ہیں، کبھی مالوں میں کمی کرتے ہیں کبھی ہمارے باغوں اور کھیتوں کے پھلوں اور فصلوں میں کمی کرتے ہیں اور امتحان لیتے ہیں کہ ایسے نازک وقت میں ہم برداشت اور صبر سے کام لیتے ہیں یا شکوہ شکایت کرتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا:

وبشر الصبریں . (البقرہ/۱۰۶) اے پیارے پیغمبر! میرے بندوں میں جو ان تمام حالات میں صبر کرتے ہیں آپ انہیں خوشخبری دیجئے۔

مومن بندہ صبر سے کام لیتا ہے

حاضرین کرام! مشکل اوقات میں مومن بندوں کا کام یہ ہے کہ وہ صبر کریں اور اسی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوں اسی کی عبادت میں مصروف ہوں اور اسی سے گڑگڑا کر مدد مانگیں۔

یایھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ O (البقرہ/۹۱)

اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرو۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مصائب میں ایک اللہ کی طرف رجوع ہونا، نماز جیسی افضل عبادت میں مصروف ہونا، اسی کے سامنے اپنی حالتِ زار بیان کرنا اور جو کچھ مصیبت پہنچے اس پر واویلا مچانے، گریبان پھاڑنے اور سینہ کوبی کرنے کے بجائے صبر سے کام لینا چاہئے۔

اور جو لوگ ایسے موقعوں پر صبر سے کام لیتے ہیں ان کے لئے خوشخبری سنائی گئی کہ:

ان اللّٰہ مع الصبرین . بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔

صبر اور نماز سے مدد حاصل کریں

بزرگانِ محترم! مشکلات اور مصائب کا مقابلہ کرنے کا نبوی طریقہ یہ ہے کہ ہم نماز اور صبر کا دامن تھام لیں، ایسے ناخوشگواری کے ماحول میں اللہ تعالیٰ سے لپٹ جانا اور ہر قسم کی تکلیف کو برداشت کرنا اور حق کے راستہ پر جمے رہنا ہی مومن ومسلمان کا شیوہ ہے، زندگی میں کبھی موافق حالات آتے ہیں تو کبھی ناموافق حالات آتے ہیں، ناموافق حالات کا جب سامنا ہو تو ہمیں جانوروں کی طرح بدکنا نہیں ہے۔

مومن بندہ اپنا رخ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رکھتا ہے

ہم بہت سے ناقص اور کمزور ایمان والوں کو آج کل اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ایک سے دو مرتبہ کوئی بیماری آگئی، معمول سے زیادہ تنگدستی گھروں میں آگئی، کاروبار میں کسی وجہ سے نقصان ہوگیا، ایک سے دو مرتبہ کوئی حادثہ ہوگیا، دو تین مرتبہ بچی کے رشتے ٹوٹ گئے، بس یہیں سے ایک اللہ کے دربار کو خیر باد کہا، غلط راستوں میں پڑ گئے اور کبھی درگاہوں کے پجاری بن گئے تو کبھی دھوکہ باز، جادوگر اور شعبدہ باز عاملوں کے چکر لگانے لگ گئے۔

حاضرین کرام! ہم مومن ومسلمان ہیں اور اس زبردست اور طاقتور غالب وخالق پروردگار کی عبادت کرنے والے ہیں جس کے ہاتھ میں کل کائنات ہے اور اس کی عبادت کرتے ہوئے ہم ہر رکعت میں یہ اعتراف کرتے ہیں کہ:

ایاک نعبدو ایاک نستعین O (الفاتحہ ۴/)

اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

اب آپ ہی بتایئے کہ اللہ تعالیٰ کے روبرو ہم جب یہ بار بار عہد کرتے ہیں کہ آپ ہی سے مدد طلب کریں گے تو پھر اس بات کی کہاں گنجائش ہے کہ ہم کسی کاہن، کسی جادوگر، کسی عامل اور کسی تعویذ گنڈے کرنے والے سے مدد طلب کریں اور یہ کہیں کہ آپ ہی سب کچھ ہیں اور آپ ہی ہماری زندگی بدل سکتے ہیں، **نعوذ باللّٰہ من ذالک** .

ایمان کی کمزوری کی یہی علامت ہے

ہم دیکھ رہے ہیں کہ کمزور ایمان والے مرد اور کمزور ایمان والی عورتیں بکثرت دھوکہ باز عاملوں، مرشدوں اور سفلی عملیات کرنے والے شیطانوں کے چکر لگاتے ہیں، ان کی تعظیم میں اپنا سر جھکا دیتے ہیں، اپنی بگڑی بنانے کے لئے ان کے قدموں پر گر جاتے ہیں، اور ان مکاروں اور ڈاکوؤں کی جال میں پھنس جاتے ہیں۔ جو اپنے آپ کو بابا یا سوامی کا نام دے کر شہرت کی بلندی پر پہنچ جاتے ہیں۔

یہ ایمان پر ڈاکہ ڈالنا نہیں تو پھر اور کیا ہے؟

حاضرینِ کرام! میں آپ کو دو اور دو چار کی طرح دوٹوک انداز میں یہ حقیقت بتلانا چاہتا ہوں کہ آج کل دھوکہ باز عاملوں اور جادوگروں نے کس طرح کمزور ایمان والوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کا سلسلہ جاری رکھا ہے، عاملوں کے سلسلہ میں واضح طور پر حقائق بیان کرنے سے پہلے بنیادی طور پر ایک بات ذہن میں رکھیں کہ آج بھی بعض مخلص عامل حضرات ضرور ایسے ہیں جو اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ، تقویٰ و پرہیزگاری کے ساتھ، خدمتِ خلق کے جذبہ کے تحت روحانی بیماریوں کے علاج معالجہ میں لگے ہوئے ہیں، ایسے عاملوں کے بارے میں جو قرآنی عملیات کرتے ہیں اور اس کو وہ پیشہ نہیں بناتے، اور لوگوں کا علاج کرتے ہوئے کسی کی حق تلفی نہیں کرتے، کسی پر ظلم نہیں کرتے اور سفلی عملیات سے دور رہ کر صرف اور صرف قرآنی ہدایات کی

روشنی میں بیماریوں کا علاج کرتے ہیں ایسے عاملوں کی تو یقیناً آج شدید ضرورت ہے لیکن ان عاملوں کے بارے میں جو قرآنی عملیات سے ہٹ کر سفلی عملیات کرتے ہیں، جادو ٹونا کرتے ہیں، مخلوق کو اللہ تعالیٰ سے جوڑنے کے بجائے شیطانی کاموں سے جوڑتے ہیں، میاں بیوی کے درمیان لڑائی جھگڑے پیدا کرتے ہیں، رشتہ داریوں کو توڑنے کے کام کرتے ہیں، آپس میں نفاق اور دشمنی پیدا کرتے ہیں اور بدگمانیاں پیدا کرتے ہیں، غیب کی باتیں بیان کرنے کے ڈھونگ رچاتے ہیں، لوگوں کو الو اور بے وقوف بنا کر اپنا الو سیدھا کرتے ہیں، مال و دولت جمع کرنے کی غرض سے لوگوں کی نفسیات سے کھیلتے ہیں، غریب اور مزدور پیشہ مردوں اور عورتوں کا مال اینٹھتے ہیں اور کمزوروں کا خون چوستے ہیں اور اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں، ایسے عاملوں کے بارے میں میں آپ حضرات کو صاف طور پر چند باتیں بتلانا چاہتا ہوں، تاکہ آپ ایسے ظالموں کے ظلم سے اور ان کے شر سے بچ سکیں۔

ظالموں کو ظلم سے روکیں

حاضرین کرام! شاید آپ یہ کہیں گے کہ میں عاملوں کے پیٹ پر لات مار رہا ہوں یہاں کسی کے پیٹ پر لات مارنے کی بات نہیں ہے یہاں ہماری شرعی اور دینی، اخلاقی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم ظالموں کو ظلم سے روکیں اور مظلوموں کو ظالم کے شر سے آگاہ کریں نبی کریم ﷺ نے توحید کا پیغام دینے سے پہلے مکۂ مکرمہ میں یہ آواز چند مخلص نوجوانوں کی حمایت کے ساتھ لگائی تھی کہ مکہ میں آج سے کوئی ظالم نہ رہے گا، کسی کمزور پر ظلم کرنے نہیں دیا جائے گا، مظلوموں کی مدد کی جائے گی، آج ہمارا بھی یہ اخلاقی اور دینی فریضہ ہے کہ ہم مظلوموں کی مدد کریں ان کا شعور بیدار کریں اور عملیات کے نام سے جو استحصال عامل حضرات کر رہے ہیں اور ظلم کی آگ بھڑکا رہے ہیں غریبوں کو اور غریب اور پریشان حال افراد کو اور زیادہ پریشان کر رہے ہیں ان عاملوں کے شر سے آگاہ کریں، اسی لئے میں نے اس موضوع کا انتخاب کیا ہے، تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ ظالموں کی اس ٹولی نے کیا دھوم مچا رکھی ہے؟

دھوکہ باز عاملوں کو آپ دیکھیں گے کہ یہ لوگ اپنے خصوصی لباس، لمبا کرتا، ہاتھ میں دومن کی

تسبیح، عجیب طرز کی پگڑی، کندھے پر مختلف رنگوں پر مشتمل رومال، خوشنما لباس، اونچی مسند اور اپنے اطراف کیلیے، لیمو، دھاگہ، تیل، شہد، عوددان وغیرہ لئے عجیب انداز سے بیٹھ کر ہر آنے والے پر اپنا رعب اور دبدبہ ڈالتے ہیں، دھوکہ باز عاملوں کی یہ ٹولی مالداروں کو بھی الو بناتی ہے، غریبوں کو بھی، عورتوں کو بھی الو بناتی ہے مردوں کو بھی، ان عاملوں کے پاس زیادہ تر عورتوں کی بھیڑ رہتی ہے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ مردوں کے مقابلہ میں عورتیں وہم اور شک وشبہ کا شکار جلد ہوجاتی ہیں جس کے نتیجہ میں کوئی بھی بیماری ایک سے دو مرتبہ آگئی تو ان کا خیال کسی شخص پر چلا جاتا ہے خصوصاً خاندان کے کسی فرد پر بدگمانی شروع ہوجاتی ہے کہ شاید فلاں رشتہ دار نے کچھ کرادیا ہے چنانچہ وہ اپنے شوہر کو اکساتی ہے کہ چلو! کسی عامل کے پاس اپنا علاج کرائیں جب شوہر راضی نہیں ہوتا تو شوہر کو چکمہ دے کر سسرال یا دواخانہ جانے کے بہانہ تنہا ہی عامل کے پاس چلی جاتی ہیں، اب عامل کو نیا شکار مل جاتا ہے اب عامل عورت کے وہم کی پرورش کرنے لگتا ہے پھر یہ سلسلہ آگے بڑھتا ہے، عورت اپنے گھر کے سارے حالات یہاں تک کہ میاں بیوی کے درمیان پوشیدہ راز کی باتیں بھی عامل صاحب کے سامنے اُگل دیتی ہے، بعض مرتبہ تو عورتیں عاملوں سے اس قدر بے تکلف ہوجاتی ہیں اور کھل کر باتیں کرتی ہیں کہ اپنے شوہر سے بھی اس قدر بے تکلفی نہیں ہوتی۔

بہت سے دھوکہ باز عامل ان عورتوں سے اس طرح قریب ہوکر بات کرتے ہیں کہ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ حضرت والا عامل صاحب اس عورت کے بھائی ہیں یا شوہر ہیں، عامل صاحب کے حجرۂ شریف کے اندر جاتے ہی ساری عورتوں کے لئے پردہ معاف ہوجاتا ہے۔

بزرگو اور دوستو! ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل اخبارات میں مختلف دکانوں کے اشتہارات کے ساتھ ساتھ عاملوں کی دکانوں کے اشتہارات بھی آنے لگے ہیں، کوئی عامل اپنا اشتہار یوں شائع کرتا ہے، پریشان افراد متوجہ ہوں، کسی بھی قسم کی دنیوی پریشانی، کاروبار کا نہ چلنا، شادی میں تاخیر، عدالتی مقدمے، گھریلو جھگڑے، جادو ٹونا بھانامتی وغیرہ کے حل کے لئے ہم سے ملئے، شرطیہ علاج کیا جائے گا، کسی عامل کا اشتہار اس طرح ہوتا ہے۔

مفت مفت مفت ......

بچوں کی بیماریاں، دنیا کی پریشانیاں، شادی میں رکاوٹ، آسیب اور اثرات سے چھٹکارے کے لئے آج ہی ملئے۔

کوئی عامل صاحب اپنا اشتہار اس طرح شائع کرتے ہیں، آپ کی تمنائیں پوری ہوں گی اور خوشیاں پھر آئیں گی، اگر آپ کو مسائل درپیش ہوں، ملازمت نہ ہو، کاروبار نہ ہو، کالا جادو خصوصی تنتر منتر وغیرہ سے آپ کو دس دن میں فائدہ ہوگا۔

کسی عامل صاحب کا اشتہار اخبار میں یوں شائع ہوتا ہے......

خدا نے چاہا تو خون کے آنسو پینے نہیں دوں گا، عامل صاحب خون کے آنسو نہیں تو اور کونسے آنسو پلائیں گے! خودغریبوں کا خون چوستے ہیں اور دوسروں کو خون کے آنسو پلاتے ہیں، عامل صاحب پھر کہتے ہیں اگر آپ مختلف جگہ جا کر ہار گئے ہوں تو نا امید نہ ہوں، ہمیں ایک بار آزمایئے، کاروبار، ستاروں کی گردش، بے روزگاری، طلاق، میاں بیوی کے جھگڑے، محبت کی شادی باہر جانے میں رکاوٹ، سوتن سے چھٹکارا، صرف (۲۴) گھنٹوں میں علاج......

جھوٹے عاملوں کی حوصلہ افزائی نہ کریں

حاضرین کرام! عامل صاحب کے اشتہار پر غور کیجئے کہ یہ کس طرح سے لوگوں کو الو بناتے ہیں ہم اور آپ اس معاملہ میں غور کریں کہ ان عاملوں کا کاروبار ہماری حوصلہ افزائی سے چلتا ہے، جب کسی عامل کے بارے میں ہم کو معلوم ہو جائے کہ وہ جھوٹا ہے، مکار ہے، دھوکہ باز ہے، شعبدہ باز ہے، جیب بھرو اور پیٹ بھرو ہے، سفلی عملیات کرتا ہے، شرعی قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے، عورتوں سے بے پردہ گفتگو کرتا ہے، ناجائز کام کرتا ہے، شیطانی حرکتیں کرتا ہے، نماز اور جماعت کے وقت بھی کاروبار میں مصروف رہتا ہے، ایسے عامل کی اگر ہم تعظیم کریں اور ان کی ہاں میں ہاں ملائیں اور ایسے عاملوں کے بارے میں ہم یہ کہیں کہ یہ قوم کی خدمت کر رہے ہیں اور ان کے پاس جانے اور علاج کرانے کا ہم دوسروں کو مشورہ بھی دے رہے ہیں تو ہم خود بھی اس جرم میں شریک ہیں اور اس گناہ میں مبتلا ہیں، ہمارا یہ فریضہ ہے کہ ہم ایسے جھوٹے عاملوں

کے جھوٹ اور ان کی دھوکہ بازی کا پوسٹ مارٹم کریں، ان کے دھوکہ سے لوگوں کو بچائیں اور لوگوں کو ان کے شر سے باخبر رکھیں تا کہ ان کی شعبدہ بازی کا کوئی شکار نہ ہو۔

جس طرح ہم اس شخص کو روک لیتے ہیں جو کسی گڑھے کی طرف تیزی سے جارہا ہو اس خوف سے کہ کہیں وہ گڑھے میں نہ گر جائے اسی طرح ہمارا اخلاقی فریضہ یہ بھی ہے کہ ہم دھوکہ باز عاملوں کے دھوکہ سے لوگوں کو باخبر رکھیں۔

آج کتنے عامل ایسے ہیں جو باپ بیٹے میں جدائیگی اور نفرت پیدا کر رہے ہیں، بہو ساس میں عداوت اور دشمنی پیدا کر رہے ہیں، میاں بیوی میں تفرقہ ڈال رہے ہیں، ماں بیٹی میں حسد کے جذبات پیدا کر رہے ہیں، خاندانوں میں لڑائی پیدا کر رہے ہیں، کوئی مریض ان کے پاس آتا ہے اور اپنے حالات بیان کرتا ہے تو عامل صاحب یہ کہتے ہیں کہ تمہارے گھر کی دائیں جانب تمہارے خاندان ہی کا ایک فرد ہے جس کی عمر مثلاً پچاس سال ہے اس نے تم پر کالا جادو کر دیا ہے وغیرہ اس طرح عامل کے کہنے کی وجہ سے اس مریض کی نگاہیں ادھر اُدھر دوڑتی ہیں اور اس کی نگاہ خاندان کے کسی ایک فرد پر پہنچتی ہے اور یہیں سے بدگمانی شروع ہو جاتی ہے اور خاندان تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔

بعض دھوکہ باز عاملوں کے پاس دیکھا یہ گیا کہ وہ اپنی دکان مختلف علماء کرام کے طفیل اور صدقہ میں چلا رہے ہیں، ہوتا یہ ہے کہ عامل صاحب اپنی حیثیت کو عوام میں جتلانے کے لئے اور اپنے اچھے اور سچے ہونے کا دعویٰ کرنے کے لئے بڑے بڑے علماء کرام کا سہارا لیتے ہیں اور یہ تدبیر اختیار کرتے ہیں کہ ان اکابر علماء کو اپنے شفاخانہ میں بلاتے ہیں ان کی اچھی خاصی دعوت کرتے ہیں اور ان کے سامنے یہ کہتے ہیں کہ ہم مخلوقِ خدا کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں ہزاروں غریب اور پریشان حال لوگوں کی پریشانی کو ہم دور کرتے ہیں، علماء حضرات بھی ان کی ظاہری خدمات کو دیکھ کر چند تعریفی جملے کہہ دیتے ہیں ان کے جانے کے بعد اب عامل حضرات عوام میں یہ تاثر قائم کرتے ہیں کہ فلاں عالم صاحب بھی میرے پاس تشریف لائے تھے، فلاں بزرگ بھی تشریف لائے تھے، فلاں مفتی صاحب بھی آئے تھے اور ہماری خدمات سے بہت خوش ہوئے،

پھر کیا ہے لوگوں میں یہ چرچا ہوتا ہے کہ فلاں عامل صاحب فلاں بابا صاحب بہت پہنچے ہوئے عامل ہیں ان کے پاس تو فلاں عالم صاحب بھی آتے ہیں، فلاں مفتی صاحب بھی آتے ہیں، اس طرح عاملوں کی دکان دن بدن چمکنے لگتی ہے۔

کفریہ کلمات سے پرہیز کریں

بزرگو اور دوستو! آج کمزور اور نادان مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ جب تجارت میں ناکامی ہوجاتی ہے، یا ملازمت سے محرومی ہوجاتی ہے یا گھروں میں کوئی بیماری یا مصیبت آپڑتی ہے یا کوئی حادثہ پیش آجاتا ہے تو وہ فوراً کسی عامل کے دربار میں پہنچ جاتے ہیں اور اس کے سامنے ساری تفصیلات بتلا کر یہ کہتے ہیں کہ ساروں کے پاس جا کر اب آپ کے پاس آئے ہیں جو کرنا ہے آپ ہی کو کرنا ہے آپ کے اِشارہ سے سب کچھ ہوسکتا ہے، اس قسم کے جملے عاملوں کے دربار میں پہنچ کر نادان اور کمزور ایمان والے مسلمان کہتے ہیں اور عاملوں کے دربار آباد کرتے ہیں اس قسم کے جملے رو رو کر عاملوں کے سامنے بیان کرنے والے نادانوں کو چاہئے کہ وہ سب سے پہلے اس بات پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے جو پیارا دین انہیں دیا ہے کیا اس دین نے انہیں اس بات کی تعلیم دی ہے کہ اپنے جیسے ایک مجبور انسان کے سامنے جا کر پیشانی رگڑیں، واویلا مچائیں، آہ وبکا کریں، فریاد کریں اور اپنے سارے راز ونیاز کی باتیں کہہ کر یہ التجا اور گزارش کریں کہ وہ ان پریشانیوں کو دور کردیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ بابا آنے والوں کی پریشانیاں دور نہیں کررہے ہیں بلکہ آنے والوں کی وجہ سے بابا کی پریشانیاں دور ہورہی ہیں، اس لئے کہ ہر دن ہزاروں کی کمائی ہورہی ہے، گھر میں عیش وعشرت کی زندگی گزر رہی ہے بعض عاملوں کے گھروں کی یہ حالت ہے کہ عامل صاحب عملیات میں کمارہے ہیں اور اس کمائی کو ان کی بیوی اور ان کے بچے فضول کاموں اور عیش وعشرت میں خرچ کررہے ہیں۔ عامل صاحب کی بیوی کی شاپنگ زوروں پر چل رہی ہے اور عامل صاحب کے بچوں کے ہاتھ میں قیمتی موبائیل اور بہترین گاڑی ہے اور غریبوں کی مجبوری کا فائدہ عامل کے گھر کے ہر فرد کو ہورہا ہے۔

اپنا دکھڑا اللہ تعالیٰ کے دربار میں سناؤ

بزرگو اور دوستو! لوگ اپنی بیوی بچوں کو لے کر صبح سے شام تک دھوپ اور گرمی میں عامل صاحب سے ملاقات کے لئے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں ہر قسم کی تکلیف گوارا کررہے ہیں، بیسیوں چکر لگارہے ہیں اور عاملوں کو اپنی کہانی سنارہے ہیں، میں ایسے نادانوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں اور ادباً درخواست کرتا ہوں کہ جتنی دیر عامل صاحب کے دربار میں لگایا اور جس کرب اور درد کے ساتھ عامل صاحب سے اپنا دکھڑا سنایا اسی درد کے ساتھ اتنا ہی وقت بلکہ اس سے بھی کم وقت میں دو رکعت اخلاص وللّٰہیت اور خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھیں اور تنہائیوں میں اپنے پروردگار کے حضور رو رو کر اپنا دکھڑا سنائیں، اپنے حالات بتلائیں اور حقیقی مختارکل اور قادر مطلق اور حقیقی مالک وخالق سے گڑگڑا کر اپنی پریشانی بیان کریں اور اس نے جو کلام ہماری ہدایت و رہبری، ہماری شفاء وکامیابی کے لئے نازل کیا ہے اس کتابِ رحمت کی تلاوت گھروں میں کریں اور سچے دل سے اسی کی طرف رجوع ہوں، اسی پر بھروسہ کریں اسی کی ذات پر کامل یقین رکھیں اور پنج وقتہ نمازوں کی پابندی کریں پھر دیکھیں آپ نہ کسی عامل کے دربار کے چکر لگانے کے محتاج رہیں گے اور نہ کسی مجاور کی بارگاہ میں جانے کی ضرورت محسوس کریں گے۔

حاضرین کرام! آپ یہ سوچئے کہ اب تک جس رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ نے قوت وصحت بخشی، زندگی عطا کی، سکون وچین عطا کیا وہی معبودِ حقیقی انہیں اب بھی دے گا؟ کیا اس کے خزانے میں کمی آگئی، اس کے پاس دولت ختم ہوگئی کہ ہم اس سے اپنا رُخ موڑ کر کسی ایسے محتاج اور بے بس انسان کے پاس جائیں جو ہم جیسا ایک انسان ہے، جس مجبور اور بے بس عامل کو اپنا مستقبل معلوم نہ ہو وہ ہمارا مستقبل کیا بنا سکے گا؟

مصیبت دینے والا ہی مصیبت کو دور کرسکتا ہے

اے وہ لوگو! جو عاملوں کے گھروں کے چکر لگاتے ہو، ان کے قدموں میں اپنا سر رکھ کر اپنی بلند پیشانی اور سر کی ناقدری کرتے ہو، اپنی کوتاہی پر توبہ کرو، حلال روزی کھاؤ، اللہ تعالیٰ کی سچی عبادت

کرو،قرآن مجید کی تلاوت کا سلسلہ رکھو، ہر وقت اپنے حقیقی پروردگار کی پناہ میں رہو، نبی کریم ﷺ نے جو پیاری دعائیں حفاظت اور امن وسلامتی کی ہمیں بتلائی ہیں وہ دعائیں پڑھتے رہو، جو بھی مصیبت آجائے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جاؤ جس نے مصیبت دی ہے اسی میں یہ طاقت ہے کہ اس مصیبت کو دور کرے اس لئے اسی کے سامنے ہاتھ پھیلاؤ، یہ جتنی مصیبتیں آتی ہیں یہ ہمارے درجات کی بلندی کے لئے ہیں یا ہمارے کئے ہوئے گناہوں کی سزا کے طور پر ہیں یا ہماری آزمائش کے لئے ہیں،اس لئے اللہ تعالیٰ نے جس حالت میں رکھا ہےاس پر راضی اورخوش رہواور اللہ تعالیٰ سے عافیت اورسلامتی طلب کرتے رہو، تمام نبیوں کے سردار نے بھی اسی رب سے عافیت وسلامتی کی بھیک مانگی ہے ۔

مشکل کشا تو صرف اللہ تعالیٰ ہیں

حاضرینِ کرام! اگر ہم آج کے ریا کار مرشدوں، پیروں اور دھوکہ باز عاملوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ غیب کی باتیں جانتے ہیں، مسائل حل کرتے ہیں، مرادیں پوری کرتے ہیں، مشکلات کوآسان کرتے ہیں تو ہمیں یہ بات جان لینی چاہئے کہ آج سے پندرہ سو سال پہلے جس آخری نبی ﷺ نے ہزاروں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے زندگی گزاری اور ظاہر ہے کہ آپ ﷺ سے بڑھ کر اور آپ ﷺ کے برابر کون ہوسکتا ہے مگر ہم تاریخ سے واقف اور باخبر ہیں کہ کبھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے مسائل کے حل کے لئے یا اپنی پریشانیوں سے نجات کے لئے یا اپنی بیماریوں میں افاقہ کے لئے نبی کریم ﷺ سے یہ نہیں پوچھا کہ آپ ہماری قسمت بتلائیے،آپ ہمارا مستقبل بتلائیے،آپ کوتو ساری چیزیں معلوم ہیں۔

مانگو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو

حاضرین کرام! نبی کریم ﷺ نے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایسی تربیت فرمائی تھی کہ:

اذا سالت فاسال اللّٰہ جب تمہیں کسی چیز کی ضرورت پیش آئے اور تم سوال کرنا چاہو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو ...... اور

واذا استعنت فاستعن باللہ جب تمہیں کسی کی مدد کی ضرورت پڑے تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو۔

آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد مخلوق کو خالق سے ملانا تھا

نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی یہ تھا کہ مخلوق کو خالق سے ملا دیں، مخلوق کو خالق سے مربوط کر دیں، آپ کی زندگی کا یہی مشن تھا اور آپ ﷺ نے یہی کام کیا یہی وجہ تھی کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنے مسائل کی تفصیلات نبی کریم ﷺ کو بتلاتے تھے مگر ان صحابہ نے آپ ﷺ سے کبھی ان پریشانیوں کے دور کرنے کی التجا نہیں کی اور جس طرح اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر مانگا جاتا ہے اس طرح کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے گڑگڑا کر نہیں مانگا، آپ ﷺ نے جس حقیقی خالق کی طرف ان کا رُخ کر دیا تھا صحابہ نے اسی خالق کی طرف اپنا رُخ کیا اور اسی کی عبادت کی، اسی کے سامنے اپنی مرادیں رکھیں، اسی سے مدد طلب کی، اسی کا سجدہ کیا، اور اسی کی بارگاہ کے پکے اور سچے بندے اور غلام بن گئے۔

بزرگانِ محترم! ہمیں اس بچے سے سبق حاصل کرنا چاہئے جس بچہ کو اس کی ماں مارتی ہے مگر وہ بچہ اپنی ماں ہی سے لپٹ جاتا ہے، ماں بچے کو مار رہی ہے مگر بچہ اسی کے آغوش میں جا رہا ہے، ایک بچہ کو یہ یقین ہے کہ جو ماں مجھے مار رہی ہے وہی ماں میری بھوک اور پیاس کو دور کرنے والی ہے، جو ماں مجھے سزا دے رہی ہے وہی ماں مجھے اپنے آغوش اور پناہ میں لینے والی ہے، اس بچے سے آج کے کمزور اور نادان مسلمانوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے جو مصیبت، حادثہ، بیماری اور تنگدستی کے آتے ہی ایک اللہ کو چھوڑ کر کبھی کسی درگاہ میں سجدے مارتے ہیں کبھی کسی عامل کی چوکھٹ پر بیٹھ جاتے ہیں۔

اے مسلمانو! اس بچے سے سبق حاصل کرو کہ وہ مارنے والی ماں سے لپٹ رہا ہے اور بتلا رہا ہے کہ یہی ماں میری سلامتی کا ذریعہ ہے اس بچے کی طرح ہمیں بھی اپنے رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کی طرف رجوع ہونا چاہئے، ہم بیمار بھی ہوں تو اسی رب کی طرف رجوع ہوں، ہم نقصان سے دوچار ہوں اسی رب کی طرف رجوع ہوں، ہم حادثہ میں پریشان ہوں اسی رب کی طرف رجوع ہوں، ہم مصائب میں مبتلا ہوں اسی رب کی طرف رجوع ہوں، ہم تنگدستی کا شکار ہوں اسی رب کی طرف رجوع ہوں اور ہم کسی کے جادو سے متاثر ہوں اسی رب کی طرف رجوع ہوں۔

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے

اے مسلمانو! یہی ایک دربار ہے جس دربار میں سارے خزانے ہیں، عزت کے خزانے بھی یہیں ہیں، کامیابی کے خزانے بھی یہیں ہیں، نفع کے خزانے بھی یہیں ہیں اور ترقی کے خزانے بھی یہیں ہیں، مال ودولت کے خزانے بھی یہیں ہیں اور علم ونعمت کے خزانے بھی یہیں ہیں، اور یادرکھو اے مسلمانو! ہم سب کا یہ اعتقاد ہے کہ **قل کل من عنداللّٰہ** (النساء/۷۸)، ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔

کسی کو وراحت مل رہی ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، کسی کو خوشی اور مسرت نصیب ہو رہی ہے تو وہ بھی اسی کی طرف سے ہے، کسی کو عزت ورفعت مل رہی ہے تو وہ بھی اسی کی طرف سے ہے، کسی کو کامیابی وکامرانی مل رہی ہے تو وہ بھی اسی کی طرف سے ہے، دکھ درد، غم والم، تکلیف واذیت، ذلت وپستی، ناکامی ونقصان، بیماری اور حادثات سب اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

دھوکہ باز عاملوں کے حربے

بزرگانِ محترم! مجھے کھل کر کہنے دیجئے اور اس بات کو ڈنکے کی چوٹ کہنے دیجئے تاکہ بات آپ حضرات کے سامنے واضح ہوجائے اور حقائق آپ کے سامنے کھل کر آجائیں کہ دھوکہ باز عاملوں کے حربے کیسے کیسے ہوتے ہیں اور وہ کس طرح آنے والے گاہکوں کو پریشان کرتے ہیں اور انہیں اپنا معتقد بنالیتے ہیں اس طرح لوگ ان سے مرعوب ہوجاتے ہیں۔

بہت سے عاملوں کی حالت یہ ہے کہ وہ بہت سے ایسے کام کرتے ہیں جو عام لوگ نہیں کرسکتے اصل میں وہ کوئی کرامت یا معجزہ نہیں بلکہ وہ شعبدہ بازی ہوتی ہے، یا جادو کے قبیل کی کوئی چیز ہوتی ہے یا سفلی عملیات کے ذریعہ کچھ محیر العقول چیزیں ہوتی ہیں یا مسمریزم کے فن کی وجہ سے کچھ کا کچھ دکھلا دیتے ہیں جس سے لوگ ناواقف ہوتے ہیں۔

بعض عامل سفلی عملیات کے ذریعہ اور شرکیہ حرکتوں کے ذریعہ شیاطین کو خوش کرتے ہیں اسی خوشی میں شیاطین ان عاملوں کے کچھ کام کردیتے ہیں جو کام وہ عامل حضرات نہیں کرسکتے جن

کاموں سے متاثر ہوکرلوگ ان کے اندھے معتقد ہوجاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ عامل صاحب پہنچے ہوئے ہیں، حالانکہ ان کی پہنچ پہنچہ تک بھی نہیں ہوتی۔

ہم نے ایسے عاملوں کوبھی دیکھا ہے جومحض عملیات میں مہارت حاصل کرنے کے لئے ایسی حرکتیں بھی کرتے ہیں جوشریعت میں بالکل حرام اور ناجائز ہوتی ہیں اور ایسے گندے کام بھی کرتے ہیں جن کاموں کوایک اچھا انسان سننا بھی برداشت نہیں کرتا۔

آج بھی نیک خصلت اورمتقی عامل موجود ہیں

بزرگانِ محترم! یہ اللہ کافضل وکرم ہے کہ آج بھی ایسے نیک خصلت،متقی، پرہیزگار، صالح اورشرعی حدود کی پابندی کرنے والے عامل موجود ہیں جوحدود میں رہ کرروحانی بیماریوں کا علاج کرتے ہیں اوران بیماروں کا رُخ اللہ تعالیٰ کی طرف موڑتے ہیں اوران کودورانِ علاج نماز کا پابند بناتے ہیں اورعورتوں سے بے تکلف ہونے سے پرہیز کرتے ہیں،شرعی پردہ کا پورا پورا لحاظ بھی رکھتے ہیں،ہمیں ایسے عاملوں سے کوئی شکایت نہیں ہے،لیکن وہ عامل جوعملیات کے پردے میں کمزوراورمجبورانسانوں پرظلم کررہے ہیں اوردولت بٹوررہے ہیں اوررشتہ داروں میں اور بدگمانیاں پیدا کررہے ہیں۔

ایسے مخلص عامل جوآٹے میں نمک کے برابر رہ گئے ہیں جو واقعی متقی پرہیزگار،مخلص، بے لوث خدمت گذاراور ہمدرد ہیں لوگوں کو چاہئے کہ شدیدضرورت پڑجائے توان سے وقتی طور پر مشورہ لیں اورعلاج کرائیں لیکن یہ کہ اپنا توکل اوربھروسہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پررکھیں اوریہ سمجھیں کہ یہ جوکچھ عاملوں سے علاج کرایا جارہاہے اس لئے ہے کہ یہ قرآنی علاج ہے،آیات قرآنی میں چونکہ شفا ہے اس لئے ہم علاج کرارہے ہیں اور دورانِ علاج بھی نظراسی رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ پررہے جس کے ہاتھ میں انسان کی حفاظت بھی ہے نجات بھی،صحت بھی ہے تندرستی بھی،نفع بھی ہے کامیابی بھی،آپ حضرات جس عامل کوبھی منتخب کریں پہلے یہ دیکھ لیں کہ یہ عامل متقی ہے یانہیں،قرآنی علاج کرتاہے یانہیں،عورتوں سے پردہ کرتاہے یانہیں؟ نمازوں کاپابند ہے یا نہیں،حرام غذا کھاتاہے یاحلال،اگرواقعی اطمینان ہوکہ یہ قرآنی علاج کرتاہے نمازوں کاپابندہے

عورتوں سے پردہ کرتا ہے اور حلال کماتا ہے حرام سے پرہیز کرتا ہے تو ضرورت پڑنے پر علاج کرائیں اور خواہ مخواہ عاملوں کے پاس جانے کی عادت نہ ڈال لیں، اس سے اعتقاد میں کمزوری آتی ہے اور ایک اللہ کی طرف سے توجہ ہٹتی ہے اور خواہ مخواہ دلوں میں کدورتیں، الجھنیں اور عداوتیں پیدا ہوتی ہیں اور خاندانوں میں نفرت اور جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔

خون نجس ہے اس سے آیات قرآنی لکھنا درست نہیں

بزرگانِ محترم! چلتے چلتے یہ بات بھی ذہن میں رکھئے کہ بعض عاملوں کا دستور یہ ہے کہ وہ کسی جانور مثلاً مرغی، گائے وغیرہ کو ذبح کر کے اس کے تازہ بہتے خون سے تعویذ لکھتے ہیں اب آپ ہی بتائیے کہ شریعت اسلامی میں خون پاک ہے یا ناپاک......؟

ظاہر ہے کہ خون نجس اور ناپاک ہے، جب خون نجس اور ناپاک ہے تو اس ناپاک چیز سے قرآن مجید کی آیت کا لکھنا کیسے درست ہوگا؟ معلوم یہ ہوا کہ عامل صاحب کو کسی شیطان نے یہ سبق سکھلایا ہے کہ کسی جانور کے خون سے لکھا جائے، فقہائے کرام نے خون جیسی نجس چیز سے آیاتِ قرآنی لکھنے کو حرام قرار دیا ہے، بعض دھوکہ باز سفلی عملیات کے عادی عاملوں نے علاج کے ایسے ایسے طریقے ایجاد کئے ہیں کہ ایک پاکیزہ اور مہذب مجلس میں ایسے غیر مہذب اور بیہودہ طریقے بیان کرنے میں بھی شرم اور جھجک محسوس ہوتی ہے، بہت سے دھوکہ باز عاملوں کے بارے میں ہم نے تحقیق کی ہے کہ وہ ان کے پاس آنے والے لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ تمہارے گھر میں کچھ چیزیں دفن ہیں جب تک وہ نہیں نکالیں گے اس وقت تک تمہارے گھر کی حالت ایسی ہی رہے گی، چنانچہ عامل صاحب انہیں تاریخ دیتے ہیں کہ فلاں تاریخ کو ہم آئیں گے اور ہم وہ دفینہ نکالیں گے، چنانچہ مقررہ تاریخ کو عامل صاحب آتے ہیں اور کسی تدبیر سے کچھ چیزیں خود ہی گڑھا کھود کر یا کسی سے کھدوا کر اندر ڈال دیتے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے وہ چیزیں نکال کر بتلاتے ہیں کہ دیکھو! یہ چیزیں ہیں اب نفسیاتی طور پر وہ شخص ایک طرف تو مطمئن ہو جاتا ہے کہ چلو! بلاٹل گئی اور دوسری طرف وہ عامل صاحب کا حد درجہ معتقد ہو جاتا ہے، بہت سے عامل اس قسم کی حرکتوں سے لوگوں کو دھوکہ بھی دیتے ہیں۔

عملیات کے نام پر جادوگری

عملیات کے نام پر ڈھونگ رچانے والے بعض دھوکہ باز عامل حقیقت میں جادوگر ہوتے ہیں اور جادوگری شیطان سے معاہدے کے بغیر مشکل ہوتی ہے اس لئے جادو میں درصل جادوگر شیطان سے معاہدہ کرتا ہے، اس معاہدہ میں جادوگر کو شیطان کے چند شرائط پر عمل کرنا پڑتا ہے اور ان شرائط کی بنیاد شرکیہ کلمات اور گندے اعمال پر ہوتی ہے، شیطان کی مدد کے بغیر جادو کے اثرات مرتب نہیں ہوتے اور شیطان کی مدد کی صورتیں الگ الگ ہوتی ہیں اور شیطان اپنی مدد کا آغاز اس وقت کرتا ہے جبکہ اس کی مرضی کے مطابق جادوگر کام کرے، چنانچہ شیطان جادوگروں سے ایسے ایسے کام لیتا ہے جن کو بیان کرتے ہوئے خون کھولتا ہے، شیطان کو خوش کرنے کے لئے اور اس کی قربت حاصل کرنے کے لئے دھوکہ باز عامل قرآن مجید کی بے ادبی کرنے سے بھی نہیں جھجکتے۔

بعض جادوگر شیطان کو راضی کرنے کے لئے بغیر بسم اللہ کے جانور ذبح کرتے ہیں، بعض جادوگر ستاروں کا سجدہ کرتے ہیں، ان جادوگروں اور عاملوں کے درمیان فرق کرنا آج کل بہت بڑا مسئلہ بن چکا ہے۔

ہم نے معتبر ذرائع سے سنا ہے کہ بعض دھوکہ باز عاملوں نے علاج کے بہانے نوجوان لڑکیوں کے ساتھ دست درازی بھی کی ہے، ایسے عاملوں کا معاشرہ میں کوئی مقام نہیں ہے، ایسے عامل فاسق وفاجر ہیں اور معاشرہ کے لئے ناسور ہیں۔

دھوکہ باز عامل شیطان کے چیلے ہیں

بزرگان محترم! شیطان کا مقصد یہ ہے کہ وہ انسانوں کے درمیان عداوت اور دشمنی ڈال دے چنانچہ قرآن مجید نے اس بات کی گواہی دی ہے:

انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء (المائدہ/ ۹۱)

کہ شیطان یہ چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان بغض اور عداوت ڈال دے اور جو کام شیطان کرتا ہے وہی کام آج کل کے دھوکہ باز عامل انجام دے رہے ہیں اور اپنی دکان کو چمکانے کے

لئے بھائی بہن کے درمیان باپ بیٹے کے درمیان، میاں بیوی کے درمیان، چچا بھتیجے کے درمیان دشمنی، عداوت اور بغض ڈال رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو بدگمانی سے بچنے کا حکم دیا ہے چنانچہ سورۂ حجرات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثمO(الحجرات/ ۱۲)

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں خواہ مخواہ کسی سے بدگمانی کرنا اور اپنے طور سے یہ رائے قائم کرلینا کہ فلاں نے کچھ جادو کرادیا ہے، فلاں نے بھانامتی کرادیا ہے، فلاں نے سفلی عمل کردیا ہے۔ اس قسم کی بدگمانیوں سے خاندانوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے اور آپسی محبتوں میں دراڑیں پڑجاتی ہیں۔

دین پر ثابت قدم رہیں

بزرگانِ محترم! جب بھی کوئی مصیبت اور پریشانی لاحق ہو، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا چاہئے اور صبر و ثابت قدمی سے اپنے دین اور ایمان پر قائم رہنا چاہئے اور جب اللہ کے بندے مصیبتوں میں ثابت قدمی سے اپنے دین و ایمان پر قائم رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت آتی ہے اور ایسے بندوں کے لئے جنت کی بشارتیں دی جاتی ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدونO(حم السجدہ/ ۳۰)

جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر وہ ثابت قدم رہے یقیناً ان پر فرشتے اُترتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور اس جنت کی بشارت سے خوش ہوجاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

اسی ثابت قدمی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھیں، اس لئے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ پر

بھروسہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہوجاتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ O

جوکوئی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہوجاتے ہیں۔

تلاوت قرآن کا سلسلہ رکھیں

حاضرین کرام ! اللہ تعالیٰ نے جو عظیم کتاب قرآن مجید جیسی نعمت ہمیں عطا کی ہے اس کتابِ الٰہی کی قدر و قیمت پہچانیں اور اس مقدس آفاقی کتابِ الٰہی کی تلاوت ہمیشہ گھروں میں ہوتی رہے، گھر کے مرد بھی عورتیں بھی، بچے بھی بوڑھے بھی، بڑے بھی چھوٹے بھی، قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہیں، اس تلاوت سے گھروں میں برکت اور رونق آتی ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور شیطان کی شرارتوں سے گھر محفوظ رہتے ہیں۔

خصوصاً سورۂ بقرہ کی تلاوت بکثرت جاری رکھیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے اس گھر سے شیطان ہوا خارج کرتے ہوئے باہر نکل جاتا ہے۔

سورۂ بقرہ کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اس گھر سے شیطان فرار ہوجاتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔

بزرگانِ محترم ! ذرا غور کیجئے نبی کریم ﷺ اس گھر کو قبرستان قرار دے رہے ہیں جس میں قرآن مجید کی تلاوت نہ ہو۔

آج ہم مسلمانوں کے گھروں میں ناولوں کا مطالعہ ہو رہا ہے، کہانیاں پڑھی جارہی ہیں، فلم اسٹوریاں سنائی جارہی ہیں، بھیانک جرائم کے بیہودہ قصے پڑھے جارہے ہیں، فلمی گانے گائے جارہے ہیں، دلچسپ من گھڑت قصے سنائے جارہے ہیں، مگر اللہ کے کلام کے پڑھنے والے اللہ کے کلام کو سمجھنے والے اور سمجھانے والوں سے آج ہمارے گھر خالی ہیں، ہمیں قرآن مجید سے قریب ہونا چاہئے اس کی تلاوت کا سلسلہ جاری رکھنا چاہئے، صبح وشام **قل اعوذ برب الفلق** اور **قل اعوذ برب الناس** پڑھیں۔ سورۂ فاتحہ، آیت الکرسی اور درود شریف پڑھتے رہیں، اور

اپنے رب کی طرف رجوع ہو جائیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وانیبوا الیٰ ربکم واسلمو الہ O (الزمر/۵۴)

تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرمانبردار بن جاؤ۔

بزرگانِ محترم ! میں نے آج آپ کے سامنے جن حقیقتوں کا انکشاف کیا ہے اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم ظالموں اور لٹیروں سے اور ان کے شر سے محفوظ رہیں اور ہم اپنے حقیقی پروردگار کی طرف اپنا رُخ رکھیں، ہمیں اسی رب کی طرف توجہ رکھنا چاہیے، جس رب کی طرف توجہ رکھنے کا حکم دنیا میں مبعوث تمام رسولوں اور پیغمبروں نے دیا، اللہ تعالیٰ ان تمام پیغمبروں پر درود وسلام بھیجے، اور ہم سب کو اسی پروردگار عالم کی طرف رجوع کرنے کی اور اپنے سارے مسائل ومصائب اسی کے سامنے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

■ ■ ■

داڑھی فطرت انسانی میں داخل ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے

- اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ
- اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو
- حضور ﷺ کی داڑھی مبارک
- داڑھی فطرت انسانی میں داخل ہے
- داڑھی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے
- داڑھی مونڈھنا چہرہ بنانا نہیں بلکہ چہرہ بگاڑنا ہے
- داڑھی مونڈھنا مجوسیوں کا طریقہ ہے
- کیا ہم حضور ﷺ سے واقعی محبت رکھتے ہیں
- داڑھی رکھنا سنت بھی ہے اور واجب بھی
- ہمارے لئے مصری اور عربی علماء نمونہ نہیں
- داڑھی مونڈھنا کسی بھی مسلک میں جائز نہیں
- لوگ داڑھی کیوں نہیں رکھتے ؟
- یہ سب لنگڑے عذر ہے
- ماں باپ کو راضی کرنے کے لئے داڑھی مونڈھنا درست نہیں
- کیا داڑھی شادی کے لئے رکاوٹ ہے؟
- ہر نوجوان بڑھاپا نہیں دیکھتا
- میرے رسول کا دل تراش رہے ہو؟
- کیا اسلام سے رشتہ توڑ لو گے؟
- داڑھی سے حسن کی تکمیل ہوتی ہے
- حکیم الاسلام کا حکیمانہ انداز
- اگر سارے مسلمان داڑھی رکھ لیں تو............

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی له ملک السمٰوٰت والارض والصلوٰة والسلام على النبى الامى محمد و آله وصحبه اجمعين O

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم . بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

لقد كان لكم فى رسول اللّٰه اسوة حسنة O (الاحزاب/۲۱)

اطيعوا اللّٰه واطيعوا الرسول لعلكم ترحمون O (آل عمران/۱۳۲)

قل ان كنتم تحبون اللّٰه فاتبعونى يحببكم اللّٰه O (آل عمران/۳۱)

وقال لا تخذن من عبادک نصيباً مفروضاO ولا ضلنهم ولامنينهم ولآمرنهم فليبتكن اذان الانعام ولآمرنهم فليغيرن خلق اللّٰه (النساء:۱۱۸)

يايها الذين اٰمنوا ادخلوا فى السلم كافة ولا تتبعوا خطوات الشيطن انه لكم عدومبين O (البقره/۲۸)

يا ابن ام لا تاخذ بلحيتى ولابراسى O (طٰهٰ: ۹۴)

لقد خلقنا الانسان فى احسن تقويم O (التين)

صبغة اللّٰه ومن احسن من اللّٰه صبغة O (البقره/۱۳۸)

افمن زين له سوء عمله فراٰه حسنا فان اللّٰه يضل من يشاء ويهدى من يشاءO (فاطر/۸)

وعن عائشةؓ قالت قال رسول اللّٰه ﷺ عشر من الفطرة قص

الشارب واعفاء اللحية والسواک واستنشاق الماء وقص الاظفار وغسل البراجم ونتف الابط و حلق العانة وانتفاض الماء والمضمضة

خالفوا المشركين احفو الشوارب و اعفو اللحیٰ O

وعن انسؓ كان لحية النبی ﷺ قد ملک من هنا الی هاهنا فامريديه عارضيه O (ابن عساكر)

بزرگانِ محترم! اس حقیقت کو جاننا اور ماننا ضروری ہے کہ دین صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج جیسے فرائض کے ادا کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ دین مسلمان کی زندگی کے ہر پہلو اور ہر جز سے متعلق ہے، مومن و مسلمان کا تعارف یہ نہیں ہے کہ وہ جب تک مسجد میں ہے تو مسلمان ہے، جب تک نماز میں ہے تو مسلمان ہے، جب تک روزہ کی حالت میں ہے تو مسلمان ہے، جب تک حج کے سفر میں ہے تو مسلمان ہے بلکہ مومن و مسلمان کا حقیقی تعارف یہ ہے کہ وہ مسجد میں ہو جب بھی مسلمان رہے، بازار میں ہو جب بھی مسلمان رہے، کاروبار میں مصروف ہو جب بھی مسلمان رہے، سفر میں ہو جب بھی مسلمان رہے، حضر میں ہو جب بھی مسلمان رہے، گھر میں ہو جب بھی مسلمان رہے، کسی کے گھر مہمان بن جائے جب بھی وہ مسلمان رہے، خوشی میں ہو جب بھی مسلمان رہے، غم میں ہو جب بھی مسلمان رہے، مالدار ہو جب بھی مسلمان رہے، غریب ہو، جب بھی مسلمان رہے، مسلمان کی ساری زندگی اسلام کے احکامات سے جڑی ہوئی ہو، مسلمان کی رفتار و گفتار، مسلمان کا کھانا پینا، مسلمان کا اٹھنا بیٹھنا، مسلمان کا سونا جاگنا اور مسلمان کا پہننا اوڑھنا سب کچھ اسلام کے دائرہ میں ہو۔ اسی وقت اس کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ یہ حقیقی مومن و مسلمان ہے۔

اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ

اسی لئے ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے یہ حکم دیا گیا کہ:

یایها الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم كافة O (البقرہ/۲)

اے ایمان والو! تم اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔

تمہاری صورت اسلامی ہو،تمہاری سیرت اسلامی ہو،تمہاری چال چلن اسلامی ہو،تمہاری تہذیب اسلامی ہو،تمہاری وضع قطع اسلامی ہو،تمہارا لباس اسلامی ہو،تمہاری خلوت اسلامی ہو، تمہاری جلوت اسلامی ہو،تمہارے تعلقات اسلامی ہوں،تمہاری دوستیاں اسلامی ہوں،تمہارے معاملات اسلامی ہوں،تمہاری طرز معاشرت اسلامی ہو،تمہارے اخلاق وکردار اسلامی ہوں، تمہاری ہرادا اسلامی ہو، پھر قرآن مجید کی نگاہوں میں تم پورے کے پورے مسلمان ہوجاؤ اور چونکہ پورے کے پورے مسلمان بننے میں سب سے بڑی رکاوٹ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

ولا تتبعوا اخطوات الشیطان O (البقرہ/۲۸)

تم شیطان کے نقش قدم پر مت چلو۔

اگرتم شیطان کے نقش قدم پر چلو گے تو پھر وہ تم کو ناقص اور کمزور مسلمان بنادے گا،اگرتم پکے، سچے، طاقتور اور کامل مسلمان بننا چاہتے ہو تو تمہیں شیطان کی نقش قدم پر چلنے سے منہ موڑنا ہوگا اور کامل مسلمان بننے کے لئے اس شخص کے نقش قدم پر چلنا ہوگا جس کی صورت بھی کامل ہے، سیرت بھی کامل ہے، جس کا ایمان بھی کامل ہے، اسلام بھی کامل ہے، جس کی تہذیب بھی کامل ہے، اسوہ بھی کامل ہے، جس کی شریعت بھی کامل ہے، اخلاق وکردار بھی کامل ہیں، جس کے معاملات بھی کامل ہیں، معاشرت بھی کامل ہے، تمہیں اسی کی اطاعت کرنی ہے، جسکو تاریخ نے محمد عربی ﷺ سے یاد کیا:

اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسی کامل ومکمل انسان، افضل البشر، سیدالمرسلین، رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاحکم دیا اور فرمایا:

اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون O (آل عمران/۱۳۲)

تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کروتاکہ تم پراس اطاعت کی وجہ سے رحم کیا جائے

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو اس حقیقت سے بھی آگاہ کر دیا کہ اگر تمہیں واقعی مجھ سے محبت ہو تو میری محبت تمہیں اسی وقت نصیب ہو گی جب تم میرے بھیجے ہوئے آخری پیغمبر کی سنتوں کو اختیار کر لو، میرے نبی کی اتباع اور اطاعت کر لو، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پیارے نبی ﷺ سے فرمایا:

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعونى يحببكم الله O (آل عمران/ ۱۲)

اے نبی! آپ اپنی پیاری اُمت سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اگر تم میری اتباع کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے۔

بزرگانِ محترم! ہم میں سے کون ایسا بدنصیب ہے جو یہ کہنے کی جرأت کرے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی محبت نہیں چاہتے، ہم میں کا ہر خوش نصیب یہی کہے گا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی محبت کے طلب گار ہیں، اس کی محبت کے بغیر زندگی کا لطف ہی کیا ہے؟ وہ زندگی ہی نہیں جس میں اللہ کی محبت کا جذبہ نہ ہو بلکہ وہ زندگی موت سے بدتر ہے۔ بہرحال ہم اللہ تعالیٰ کی محبت کے طلبگار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے شرط یہ ہے کہ ہم اس کے بھیجے ہوئے آخری پیغمبر کی اتباع کریں۔

حضور ﷺ کی داڑھی مبارک

بزرگان محترم! یوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور صورت سے متعلق سینکڑوں اور ہزاروں سنتیں ہیں جو ہم سب کے لئے نجات اور کامیابی کا ذریعہ ہیں لیکن میں آج آپ کے سامنے آپ ﷺ کی ایک اہم ترین سنت کے سلسلہ میں آیات قرآنی اور احادیثِ رسول کی روشنی میں چند باتیں بیان کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

ہم سارے مسلمان اس بات پر اتفاق کرتے ہیں اور کسی بھی مسلمان کو اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں اور یہ تاریخی اعتبار سے متفقہ فیصلہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے چہرۂ مبارک پر داڑھی تھی، نہ صرف داڑھی تھی بلکہ آپ ﷺ کی داڑھی خوب گھنی بھی تھی، چنانچہ شمائل ترمذی میں ابن ہالہؓ سے مروی ہے وہ آپ ﷺ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم كث اللحية O

رسول اکرم ﷺ خوب گھنی داڑھی والے تھے۔ اور ابن جوزیؒ نے فرمایا:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عظیم اللحیۃ O

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی داڑھی والے تھے۔

امام بخاری اور امام ابوداؤدؒ نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ ابومعمرؓ نے حضرت خبابؓ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں قرآن مجید پڑھا کرتے تھے؟ تو حضرت خبابؓ نے فرمایا ہاں!

ابومعمر نے پھر پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ظہر اور عصر کی رکعتوں میں قرآن مجید پڑھا کرتے تھے تو حضرت خبابؓ نے جواب دیا کہ آپ ﷺ کی داڑھی کے حرکت کرنے سے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی ڈاڑھی اتنی بڑی تھی کہ جب آپ ﷺ کے لب مبارک ہلتے تھے تو داڑھی مبارک بھی حرکت کرتی تھی۔

اسی طرح ابوداؤد نے حضرت انسؓ سے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب وضو کرتے تو ہتھیلی میں پانی لے کر داڑھی میں ڈالتے اور تھوڈی کا خلال کیا کرتے تھے۔

یہ چند روایتیں ہیں جو میں نے آپ کے سامنے رکھی ہیں جن روایتوں سے آپ خود فیصلہ کرسکتے ہیں کہ آپ ﷺ کی داڑھی گھنی تھی، خوب لمبی اور بڑی تھی ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ داڑھی رکھنا بھی سنت ہے اور ڈاڑھی لمبی رکھنا بھی سنت ہے، اور آپ ﷺ کی سنت پر عمل کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے، اللہ تعالیٰ کو داڑھی والا چہرہ اس قدر پسندیدہ ہے کہ فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل امین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ بابرکت میں مختلف شکلوں میں آیا کرتے تھے ان میں ایک شکل یہ بھی تھی کہ حضرت جبرئیل کبھی کبھی انسانی صورت میں بھی آیا کرتے تھے اور یہ بات بھی معلوم ہونی چاہئے کہ حضرت جبرئیل کس انسان کی صورت میں آپ ﷺ کی خدمت میں آتے تھے؟ نہ کسی یہودی کی شکل میں، نہ نصرانی اور مجوسی کی شکل میں، نہ مشرک اور منافق کی شکل میں اور نہ کسی مادہ پرست ماڈرن انسان کی شکل میں، بلکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت دحیہ کلبیؓ کی شکل میں آتے تھے اور حضرت دحیہ کلبیؓ متشرع اور داڑھی

رکھنے والے صحابی تھے تو ظاہر ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی داڑھی کے ساتھ آئے تھے اور اس بات کا کسی بھی حدیث سے ثبوت نہیں ملتا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کسی ایسے آدمی کی شکل میں آئے ہوں جس کے چہرہ پر داڑھی ہی نہ ہو۔

داڑھی فطرت انسانی میں داخل ہے

بزرگانِ محترم! ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ آج ہمیں کیوں فطرت سے نفرت ہے، انسانی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات رکھی ہے کہ مرد کے چہرے پر داڑھی کے بال ہوتے ہیں اور عورت کی فطرت یہ ہے کہ اس کے چہرہ پر بال نہیں ہوتے، یہ فطری بات ہے کہ آدمی کو قدرت نے جس طرح پیدا کیا ہے اس طرح رہے اور انبیاء کرام علیہم السلام نے فطرت الٰہی کا لحاظ رکھا اور جتنے انبیاء کرام علیہم السلام اس دنیا میں تشریف لائے سب نے ہی اس فطرت کو باقی رکھا۔

اس لئے یہ معلوم ہوا کہ فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ داڑھی رکھی جائے، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ دس باتیں فطرت میں داخل ہیں، جیسے مسواک کرنا، ناک صاف رکھنا، ناخن تراشنا، پانی سے استنجا کرنا، مسواک کرنا، مونچھیں کترانا اور داڑھی بڑھانا وغیرہ، معلوم یہ ہوا کہ انسانی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ آدمی مونچھیں کترائے اور داڑھی بڑھائے، مگر یہود و نصاریٰ نے، مشرکوں اور مجوسیوں نے فطرتِ انسانی میں مداخلت کی اور بجائے مونچھوں کو کترانے کے بڑھایا اور بجائے داڑھی کو بڑھانے کے مونڈھ دیا اور فطری طور پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس اعلیٰ وارفع ڈھنگ سے پیدا کیا انسان نے اس میں مداخلت کی اور احتجاج کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جس انداز سے ہمارا چہرہ بنایا ہے ہمیں وہ پسند نہیں ہم اپنے طریقہ سے اپنا چہرہ بنانا چاہتے ہیں۔

داڑھی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے

اس لئے بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ داڑھی صرف حضور ﷺ کی سنت نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔

قرآن مجید میں حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی کا تذکرہ ہے، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام

کوہِ طور سے واپس آئے اور واپسی تک ان کی قوم بچھڑے کی پرستش میں مبتلا ہوگئی تھی حالانکہ حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں اس گوسالہ پرستی سے روکا تھا لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے اور دیکھا کہ قوم بت پرست ہوگئی ہے تو حضرت ہارون علیہ السلام سے باز پرس کی اور ان کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ لئے تو حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے کہا جس کو سورۂ طٰہٰ میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

یا ابن ام لا تاخذ بلحیتی ولا براسی O (طٰہٰ/۹۴)

اے میرے بھائی! آپ میری داڑھی اور سر کے بال نہ پکڑو۔

اس سے معلوم یہ ہوا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو داڑھی تھی، درمنثور میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی داڑھیوں کا تذکرہ ہے۔

داڑھی ایک ایسی سنت ہے جس پر نبی کریم ﷺ سے پہلے کے برگزیدہ لوگوں نے رکھا اور آپ ﷺ نے بھی داڑھی رکھی اور آپ ﷺ کے تمام خلفاءِ راشدین اور صحابۂ کرامؓ نے داڑھی رکھی ان میں سے کسی سے بھی داڑھی مونڈھنے کا کوئی ثبوت کسی بھی حدیث کی کتاب میں ہمیں نہیں ملتا۔

داڑھی مونڈھنا چہرہ بنانا نہیں بلکہ چہرہ بگاڑنا ہے

دوستو! لوگ داڑھی مونڈھنے اور کترنے کے لئے چہرہ بنانے کا لفظ استعمال کرتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ یہ چہرہ بنانا نہیں ہے بلکہ چہرہ بگاڑنا ہے، اگر داڑھی مونڈھنے اور کترنے کو ہم چہرہ بنانے کا محاورہ استعمال کرتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم خاموش انداز میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ ہمارے چہروں پر داڑھی کے بال اُگا کر (نعوذ باللہ) ہمارے چہروں کو بگاڑ رہا ہے اور ہم اپنے چہرے بنا رہے ہیں اور دوسری طرف ہم اس معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی توہین کررہے ہیں اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کے چہرہ پر داڑھی تھی اور ہم اپنے چہرہ سے داڑھی نکالنے کے لئے یہ محاورہ استعمال کررہے ہیں کہ چہرہ بنانا ہے تو آپ ہی بتائیے کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ کا چہرہ بنا ہوا نہیں تھا نعوذ باللہ! شیطان نے ہمارے چہرہ کو بگاڑ دیا اور ہم اس کو سنوارنا اور بنانا کہہ کر ساری انسانیت کا مذاق اڑا رہے ہیں۔

سورۂ نساء کی ایک آیت کی روشنی میں یہ بات میں کہہ سکتا ہوں کہ آج جو لوگ اپنے چہرہ سے داڑھی کے بال دور کررہے ہیں یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی بناوٹ کو بدل رہے ہیں، آخر آپ ہی غور کریں کہ جب پیدا کرنے والے نے انسان کو پیدا کیا اور اس کی پیدائش میں یہ انداز رکھا کہ اس کے چہرہ پر داڑھی ہو تو کیا یہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیز میں مداخلت نہیں ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ شیطان نے ان کو یہ سبق پڑھایا ہے، چنانچہ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا:

وقال لا تـخذن من عبادک نصیبا مفروضاً O (النساء/۱۱۷)

میں تیرے بندوں میں سے اپنا مقرر حصہ گمراہ کرنے کے لئے ضرور لوں گا **ولا ضلنهم** میں ضرور تیرے بندوں کو بھٹکاؤں گا **ولا منینهم** اور ضرور میں ان کو ہوس دلاؤں گا کہ نہ قیامت ہوگی نہ عذاب ہوگا اور زندگی ابھی بہت لمبی ہے خوب مزے اُڑالو۔

ولآمرنهم فلیبتکن آذان الانعام O (النساء/۱۱۸)

میں ان کو اس بات کی تعلیم دوں گا کہ جس سے وہ جانوروں کے کانوں کو کاٹا کریں گے۔

ولآمرنهم فلیغیرن خلق اللّٰه O (النساء/۱۱۸)

اور یقیناً میں ان انسانوں کو حکم دوں گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی بناوٹ کو بدل ڈالیں گے۔

میں ان کی صورت کو بھی بدل دوں گا اور ان کی حالت بھی بدل دوں گا۔

بزرگانِ محترم! اس آیت پر آپ اور ہم غور کریں تو ہمیں محسوس ہوگا کہ داڑھی کا مونڈھنا گویا فطرتِ انسانی میں بگاڑ پیدا کرنا ہے۔

داڑھی مونڈھنا مجوسیوں کا طریقہ ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ داڑھی مونڈھنا دراصل شیطان کی پیروی کرنا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ داڑھی کاٹنا مجوسیوں کا طریقہ ہے، اللہ کی پیدائش اور بناوٹ کو بدلنا ہے اور فطرت کو بدلنا شیطانی عمل ہے۔

بزرگو اور دوستو! تاریخ ابن جریر میں یہ قصہ لکھا ہوا ہے کہ یمن کے شہزادے نے شاہ ایران کسریٰ کے حکم سے دو فوجیوں کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا، وہ دونوں نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے، ان کی داڑھی صفاچٹ تھی اور ان کی مونچھیں بڑی ہوئی تھیں، نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تم دونوں کے لئے ویل ہے، یعنی عذاب ہے کس نے تم کو اس طریقہ کا حکم دیا ان دونوں فوجیوں نے کہا کہ ہمارے رب یعنی کسریٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے، نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا لیکن میرے رب نے تو مجھے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کاٹنے کا حکم دیا ہے۔

بزرگانِ محترم! ہم اس واقعہ سے سبق حاصل کر سکتے ہیں کہ داڑھی کا مونڈھنا اور مونچھوں کا رکھنا کسریٰ کو پسند تھا جو دشمنِ رسول بھی تھا اور دشمنِ اسلام بھی، اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا چہرہ نبی کریم ﷺ کے چہرہ کے مطابق ہو تو ہم کو یہ عہد کرنا ہوگا کہ آج سے ہم داڑھی رکھیں گے اور مونچھیں کترائیں گے، ہم اس جملہ پر بھی غور کریں کہ آپ ﷺ نے ان دو فوجیوں کے بارے میں جنہوں نے اپنی داڑھی مونڈ رکھی تھی کیا فرمایا؟ تم دونوں کے لئے ویل ہے اور ویل تو عذاب کے معنی میں ہے۔

اس جملہ سے ہم خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو داڑھی مونڈھنے والوں اور بڑی بڑی مونچھیں رکھنے والوں سے کس قدر نفرت تھی؟

کیا ہم حضور ﷺ سے واقعی محبت رکھتے ہیں؟

حاضرین کرام! ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت صرف اظہارِ محبت سے مکمل نہیں ہوتی بلکہ محبت کا دعویٰ اس وقت میں سچا ثابت ہوگا جبکہ آپ ﷺ کی سنت، آپ کی تہذیب، آپ ﷺ کا طریقہ، آپ کا ہر عمل اور آپ ﷺ کی صورت ہمیں پسند اور محبوب ہو، اگر ہم کو حضور ﷺ کی صورت واقعی پسند ہے تو پھر ہمیں اپنے عمل سے بھی بتلانا چاہئے کہ واقعی ہم حضور ﷺ کے شیدائی ہیں آپ ﷺ کا چہرہ ہمیں پسند ہے، زبان سے حضور ﷺ کی محبت کا دعویٰ ہے اور چہرہ صاف طور پر جھٹلا رہا ہو کہ ہم کو تو یہود و نصاریٰ کا چہرہ پسند ہے اور رسول اللہ ﷺ کا چہرہ پسند نہیں تو پھر محبت کے اظہار سے کیا فائدہ؟

بزرگو اور دوستو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرنے میں صرف وہی شخص مخلص ہے جس

کو آپ ﷺ کا طریقہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ پسند ہو، جس کو یہودیوں کا طریقہ پسند اور محبوب ہو اور سیرت وصورت میں رسول اللہ ﷺ سے عملی محبت نہ ہو تو وہ شخص اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے

داڑھی مونڈھنا مشرکوں اور یہودیوں کا طریقہ ہے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ:

خالفوا المشرکین احفوا الشوارب واعفوا اللحیٰ O

اے لوگو! تم مشرکین کی مخالفت کرو اور مونچھوں کو پست کرو اور داڑھی کو بڑھاؤ۔

اور ابن عدیؒ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

داڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھیں پست کرو اور یہودیوں کی جیسی صورت نہ بناؤ۔

ابوداؤد نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا، مونچھوں کو کتراؤ اور داڑھی کو بڑھاؤ اور مجوسیوں کی مخالفت کرو۔

ان تمام واضح حدیثوں سے آپ اور ہم سمجھ سکتے ہیں کہ داڑھی کی کس قدر اہمیت ہے؟

داڑھی رکھنا سنت بھی ہے اور واجب بھی

بزرگو اور دوستو! آج کل لوگ داڑھی جیسی عظیم سنت سے بچنے کے لئے یہ بہانہ تلاش کرتے ہیں کہ داڑھی رکھنا سنت ہی تو ہے، اگر سنت پر عمل نہ کریں تو کوئی بڑا گناہ تو نہیں ہے، یہ بات کان کھول کر سن لیں کہ چونکہ آپ ﷺ نے تاکید کے ساتھ داڑھی رکھنے کا حکم دیا ہے اس لئے داڑھی رکھنا واجب ہے، آپ ﷺ نے جہاں بھی داڑھی رکھنے کا حکم دیا ہے وہاں امر کا صیغہ استعمال کیا ہے کہ داڑھی کو بڑھاؤ یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرامؓ نے ہمیشہ داڑھی رکھنے کا اہتمام کیا، اگر داڑھی رکھنا واجب نہ ہوتا تو صحابۂ کرامؓ میں سے بہت سے صحابۂ کرامؓ داڑھی مونڈتے مگر کسی بھی صحابی نے ایسی حرکت نہ کی بلکہ سارے صحابہ کرامؓ نے داڑھی رکھی اور اس کا صدفی صد اہتمام کیا۔

تمام صحابہ کرامؓ نے، تمام خلفاء راشدین نے، تمام تابعین نے، تمام تبع تابعین نے، تمام مجتہدین نے، تمام مفسرین نے، تمام محدثین نے، تمام سلف صالحین نے، تمام ائمہ وفقہاء نے داڑھی

رکھی، ان میں سے کسی نے بھی داڑھی مونڈنے کی نہ اجازت دی اور نہ ہی خود داڑھی مونڈ کر سنت کی خلاف ورزی کی۔

ہمارے لئے مصری اور عربی علماء نمونہ نہیں بلکہ محمد عربی ﷺ نمونہ ہیں

آج کے مادہ پرست لوگوں کے نزدیک یہی ایک بہانہ ہے کہ مصر اور عرب کے علماء بھی تو آخر عالم ہیں وہ بھی قرآن وحدیث جانتے ہیں وہ بھی تو داڑھی مونڈتے اور کتراتے ہیں۔

بزرگو اور دوستو! ہمارے لئے چودھویں صدی کے عربی اور مصری علماء نمونہ نہیں ہیں، اگر چند مصری اور عربی علماء نے داڑھی مونڈھ لی تو کیا اسلام کے احکامات اور رسول اللہ ﷺ کی صورت و سیرت اور آپ ﷺ کی سنتیں بدل جائیں گی؟ انگریزی تہذیب سے مرعوب چند مصری علماء نے اگر یہ حرکت کی ہے تو یہ لوگ نہ ہمارے لئے نمونہ ہیں اور نہ ہی ہم ان کی اتباع کے پابند ہیں، ہم تمام کو جس عظیم ہستی کی سیرت پر عمل کا حکم دیا گیا ہے وہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ہمارے لئے انہی کی اطاعت واتباع کا حکم ہے ہمارے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی نمونہ ہے۔

قرآن مجید نے جب یہ اعلان کر دیا کہ:

لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة O (الاحزاب/ ٢١)

تمہارے لئے نبی کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

اور آپ ﷺ نے جب یہ بتلا دیا کہ:

عليكم بسنتى و سنة خلفاء الراشدين O

تم پر میری سنت پر عمل کرنا اور میرے خلفاء راشدین کی سنتوں پر عمل کرنا ضروری ہے

تو پھر اس بات کی گنجائش ہی کہاں ہے کہ ہم کسی اور کی اتباع کریں۔

اگر آپ ﷺ محبوب ہیں تو آپ کا طریقہ بھی محبوب ہونا چاہئے

بزرگان محترم! یہ ہم سب کا ذاتی تجربہ ہے کہ جن سے ہم کو محبت ہوتی ہے ان کی ہر ادا اور ہر عادت بھی ہمیں اچھی اور بھلی لگتی ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جس کام کے کرتے ہوئے اپنے پیارے محبوب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا بس وہ کام اس دن سے ان کے نزدیک محبوب ہو گیا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کدو کے ٹکڑے تلاش کر کر کے کھا رہے تھے، حضور ﷺ کو تلاش کرتے دیکھ کر اس روز سے مجھے کدو سے محبت ہو گئی۔

آپ غور فرمائیے کہ محبت ایسی چیز ہوتی ہے، جس چیز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نوش فرمایا اور کبھی نہیں، اس سلسلہ میں حضرت انسؓ کا یہ معمول ہے کہ ہمیشہ کے لئے وہ چیز ان کی نگاہ میں محبوب ہو گئی اور آپ ﷺ نے عمر بھر داڑھی رکھی اور زندگی بھر آپ ﷺ کے مبارک چہرہ پر نورانی داڑھی رہی تو پھر ہمارے دل میں ایسی محبوب سنت سے کیوں نفرت ہے؟

آج بہت سے مسلمان داڑھی رکھنے کو اپنی توہین سمجھتے ہیں اور داڑھی مونڈنے کو شائستہ، مہذب پیارا اور محبوب طریقہ تصور کرتے ہیں، اگر ہمارا رشتہ واقعی اپنے پیارے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ سے ہو اور واقعی آپ ﷺ کی دی ہوئی تہذیب سے محبت ہو تو ایسا شخص کبھی بھی داڑھی مونڈھنے کو پیارا طریقہ قرار نہیں دیتا۔

داڑھی مونڈنا کسی بھی مسلک میں جائز نہیں ہے

بزرگانِ محترم! داڑھی مونڈنا کسی بھی مسلک میں جائز نہیں ہے، حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی ہر مسلک میں داڑھی مونڈنا حرام ہے، امام شافعیؒ نے اپنی کتاب اَلْاُمُّ میں خود اس بات کی صراحت کی ہے کہ داڑھی مونڈنا حرام ہے۔

مالکی حضرات کے نزدیک بھی داڑھی منڈانا حرام ہے اور اسی طرح داڑھی کا کتروانا بھی ان کے نزدیک حرام ہے جبکہ اس سے صورت بگڑ جائے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب شرح المنیر میں یوں لکھا ہے کہ معتبر قول یہی ہے کہ داڑھی منڈانا حرام ہے اور اس حکم میں کسی کا بھی اختلاف نقل نہیں کیا گیا ہے۔

لوگ داڑھی کیوں نہیں رکھتے ؟

عزیزانِ گرامی ! ہمیں اس بات پر غور کرنا ہے کہ لوگ آج کل کیوں داڑھی رکھنے سے نفرت کررہے ہیں؟ داڑھی منڈانے یا کتروانے میں جو وجوہات ہیں وہ ایسی ہیں جن کوایک دیندار، متقی اور عقلمند انسان قبول نہیں کرسکتا، عموماً لوگ اس لئے داڑھی نہیں رکھتے کہ داڑھی رکھنے سے چہرہ کی خوبصورتی متاثر ہوتی ہے، داڑھی رکھنے سے ماں باپ ناراض ہوجاتے ہیں، داڑھی رکھ لیں تو شادی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، داڑھی رکھ لیں تو بیوی ناراض ہوجاتی ہے، داڑھی رکھ لیں تو دفتروں میں ملازمت کا مسئلہ کھڑا ہوجاتا ہے۔ داڑھی رکھیں گے تو لوگ مولوی صاحب یا مرشد کہیں گے یا لوگ اس لئے داڑھی نہیں رکھتے کہ ان کا پروگرام یہ ہوتا ہے کہ حج کے بعد داڑھی رکھیں گے یا اس لئے داڑھی نہیں رکھتے کہ دل میں یہ بات ہوتی ہے کہ وظیفہ لینے کے بعد داڑھی رکھیں گے یا اس لئے داڑھی نہیں رکھتے کہ ابھی اعمال و عادات داڑھی کے مناسب نہیں ہوئے ہیں، جب پورے نمازی اور روزہ دار بن جائیں گے تو داڑھی بھی رکھیں گے یا اس لئے داڑھی نہیں رکھتے کہ ایسی صورت میں دوست واجبات مذاق اڑائیں گے یا اس لئے داڑھی نہیں رکھتے کہ داڑھی تو بڑھاپے میں رکھی جاتی ہے ابھی نوجوانی ہے عیش کرنے کے دن ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک.

یہ سب لنگڑے عذر ہیں

اس قسم کے لنگڑے عذر اور ایمان سوز وجوہات کی بنیاد پر داڑھی جیسی نعمت سے محروم ہونا عقلمندی کی بات نہیں ہے اگر اس وجہ سے داڑھی نہیں رکھی جاتی کہ چہرے کی خوبصورتی متاثر ہوتی ہے تو میں یہ کہنا چاہوں گا کہ کیا جتنے لوگ داڑھی رکھتے ہیں وہ بدصورت ہیں، دنیا کی سب سے زیادہ حسین وجمیل شخصیت جن کی خوبصورتی پر سورج اور چاند رشک کریں وہ آپ ﷺ ہیں اب آپ ہی بتایئے کہ آپ ﷺ کے چہرہ پر داڑھی تھی یا نہیں؟ دنیا کا سب سے خوبصورت چہرہ وہی چہرہ ہے جس پر داڑھی جیسی نورانی چیز موجود ہے۔

اور اگر غور کیا جائے تو چہرہ کی نورانیت اور چہرہ کا حسن داڑھی مونڈھنے سے متاثر ہوتا ہے، اگر مرد کے چہرہ کا حسن داڑھی سے متاثر ہوتا تو اللہ تعالیٰ جو بہتر پیدا کرنے والے اور عمدہ پیدا کرنے والے ہیں

وہ مرد کے چہرہ پرداڑھی ہی نہ اُ گاتے جبکہ خود اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کے بارے میں فرمایا:

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم O (التین/۴)

ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔

اور اگر اس لئے داڑھی نہیں رکھی جاتی کہ داڑھی رکھنے سے ماں باپ ناراض ہوتے ہیں تو میں یہ کہنا چاہوں گا کہ آپ کے سامنے دو چیزیں ہیں، ایک تو اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور دوسرے ماں باپ کی محبت، ہم اور آپ اسی وقت کامل مومن ہوسکتے ہیں جب کہ اللہ کے رسول ﷺ ماں باپ سے زیادہ، بھائی بہنوں سے زیادہ، بیوی بچوں سے زیادہ، دوست واحباب سے زیادہ، پڑوسیوں رشتہ داروں اور دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب بن جائیں۔

لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین

ماں باپ کو راضی کرنے کیلئے داڑھی مونڈھنا درست نہیں

اے نوجوانو! شریعت میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کرکے ماں باپ کو راضی کیا جائے، داڑھی مونڈھنے سے اللہ اور اس کے رسول ناراض ہوتے ہیں اور اگر ماں باپ داڑھی رکھنے سے ناراض ہوتے ہیں تو ایسے موقعوں پر ماں باپ کو ناراض کیا جاسکتا ہے۔ اور ہم ایسے ماں باپ سے درخواست کرتے ہیں جو اپنے بچوں کو داڑھی رکھنے سے روکتے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ اولاد امانت اور نعمت کے طور پر دی ہے، اولاد کو سدھارنے کی ذمہ داری آپ پر ہے اگر آپ اپنی اولاد کو شریعت کی تعلیمات سے خود دور کرنے کی کوشش کریں گے اور اگر اپنی اولاد کو خود نبی رحمت ﷺ کے طریقہ سے ہٹائیں گے تو کل قیامت کے دن آپ کو اس کا حساب اور جواب دینا پڑے گا۔

کیا داڑھی شادی کے لئے رکاوٹ ہے؟

اور اگر اس لئے داڑھی منڈائی جاتی ہے کہ داڑھی شادی میں رکاوٹ ہوگی اور لوگ لڑکی نہیں دیں گے تو اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جس کو نبی کی سنت سے زیادہ شادی سے

الفت ومحبت ہو ایسے شخص کا ایمان ہی خطرہ میں ہے اور جس کو سسرال والوں کا اس قدر لحاظ ہے کہ ان کی پسند کی خاطر نبی کی پسند سے محروم ہورہا ہے تو ایسے لحاظ پر تو لعنت کے سوا کیا کیا جاسکتا ہے؟ اور اگر ایسی بیوی مل رہی ہے جس کے رشتہ دار اور سرپرست داڑھی والے نوجوان سے نفرت کرتے ہوں تو ایسے لوگوں سے بھلائی کی امید کہاں باقی رہتی ہے؟

اور اگر اس لئے داڑھی منڈائی جاتی ہے کہ بیوی داڑھی سے نفرت کرتی ہے تو مسئلہ کا حل یہ نہیں کہ داڑھی منڈائی جائے بلکہ مسئلہ کا شرعی حل یہ ہے کہ بیوی کی ذہن سازی کی جائے اور اس کو داڑھی کی اہمیت سمجھائی جائے اور اس کو اس بات پر آمادہ کرلیا جائے کہ وہ داڑھی والے شوہر کے ساتھ رہے، اگر ایسی بدنصیب بیوی ہے کہ مطلق اس کو ماڈرن شوہر سے محبت ہے اور وہ ڈاڑھی ہی سے نفرت کرتی ہے اور داڑھی سے اس کو بغض وعداوت ہے اور وہ اپنی بات پر مصر ہے اور ضد کررہی ہے تو اسلام میں ایسی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ اس عورت کی بات مانی جائے، اگر وہ یہ کہتی ہے کہ مجھے اسلام پسند نہیں ہے اور تمہارا نماز پڑھنا پسند نہیں ہے پسند نہیں ہے تو یاد رکھنا چاہئے کہ کیا ہم بیوی کی خاطر اپنی نماز اور اپنے دین سے محروم ہوجائیں گے، یہاں مسئلہ داڑھی سے زیادہ دین کی عظمت واہمیت کا ہے جس کو پیارے پیغمبر کی تعلیمات سے عشق ہو، دینِ اسلام کے طرز و طریق سے محبت ہو، ایسا شخص کبھی پھسل نہیں سکتا اور مخلوق کو خوش کرنے کے لئے اپنے خالق کو ناراض نہیں کرسکتا، اب رہی یہ بات کہ دفتروں میں ملازمت کے لئے داڑھی بہت بڑا مسئلہ ہے، داڑھی رکھیں گے تو آفیسر تعصب سے کام لے گا، داڑھی رکھیں گے تو ملازمت نہیں دی جائے گی، داڑھی رکھیں گے تو مسائل پیدا ہوں گا، ایک ایسا مسلمان جس کا بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو، جو توکل علی اللہ کی زندگی بسر کرتا ہو، اس کے لئے ملازمت کوئی مسئلہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ پر جو لوگ توکل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ روزی کے اسباب خودبخود پیدا کرتے ہیں زندہ رہنے کے لئے صرف ملازمت ہی ایک راستہ نہیں ہے کہ اگر ملازمت نہیں ملتی تو زندہ نہیں رہ سکیں گے۔

میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جتنے داڑھی والے ہیں کیا وہ بے روزگار ہیں، بھوکے پیاسے ہیں، فاقہ سے مررہے ہیں، کیا داڑھی والے دفتروں میں ملازمت نہیں کررہے ہیں، کیا داڑھی والے

بڑے بڑے عہدوں پر فائز نہیں ہیں، کیا داڑھی والے اونچے منصب پر فائز نہیں ہیں، مسئلہ داڑھی کا نہیں ہے مسئلہ اپنی نفسانی خواہشات کا ہے، مسئلہ ملازمت کا نہیں ہے مسئلہ ایمان ویقین کا ہے، اگر ہمارا یقین مضبوط ہو اور توکل بھرپور ہو تو ضرور اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اسباب پیدا فرمائیں گے۔

اور ہماری یہ زندگی تو آزمائشی زندگی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں آزمانا چاہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کی محبت اور نبی رحمت ﷺ کی سنتوں سے لگاؤ کی بنیاد پر ہم اپنے دین پر قائم رہیں گے تو اللہ تعالیٰ ضرور اسباب پیدا فرمائیں گے۔

اور لوگ یہ کہہ کر داڑھی سے رخصت لیتے ہیں کہ ابھی تو جوانی ہے عیش وآرام کرنے کی زندگی ہے جب بوڑھے ہو جائیں گے تو داڑھی رکھ لیں گے۔

ہر نوجوان بڑھاپا نہیں دیکھتا

نوجوانو! کیا جتنے نوجوان دنیا میں گزرے ہیں سب نے بڑھاپا دیکھا ہے؟ کتنے نوجوان بھرپور جوانی میں اپنے رب سے مل گئے؟ کتنے نوجوانوں نے بھرپور جوانی میں موت کا منہ دیکھا؟ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر شخص کو بڑھاپے کی عمر دی جائے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ دین کے احکام بڑھاپے کے لئے نہیں ہیں بلکہ دین کے احکامات زندگی کے ہر حصہ میں عمل کرنے کے لئے ہیں اور اللہ کے رسول نے جو احکام بتلائے ہیں ان میں یہ شرط نہیں لگائی گئی ہے کہ یہ احکام بوڑھوں کے لئے ہیں اور بڑھاپے میں عمل کے لئے ہیں، آدمی جب بالغ ہو جاتا ہے تو شریعت کے تمام احکام کا پابند ہو جاتا ہے، اپنی طرف سے دین کے احکام پر عمل کرنے کو بڑھاپے کے لئے محدود کر لینا سراسر دین میں مداخلت کرنا ہے۔

میرے رسول کا دل تراش رہے ہو

بزرگانِ محترم! آج ہم داڑھی مونڈھ کر یہود اور نصاریٰ کی عملی طور پر تائید کر رہے ہیں گویا خاموش انداز میں اپنا تائیدی ووٹ دے رہے ہیں کہ ہم کو یہودیوں، مشرکوں، مجوسیوں اور نصاریٰ کا چہرہ پسند ہے اور ہم کو رسول اللہ ﷺ کا وہ مبارک چہرہ پسند نہیں ہے، اگرچہ کہ ہم زبان

سے نہیں کہتے مگر ہمارا عمل اس بات کی گواہی دے رہا ہے۔ میں بجا طور پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہم داڑھی مونڈ کر نبی کریم ﷺ کی سنتوں پر قینچی اور استرہ چلا رہے ہیں۔

مرزا قتیل ایک ادیب گزرے ہیں ان کے فن سے متاثر ہوکر ایک ایرانی شخص ان سے ملاقات کے لئے پہنچا جس وقت وہ ایرانی مرزا قتیل کے پاس پہنچا تو مرزا قتیل داڑھی کا صفایا کررہے تھے ایرانی نے تعجب سے پوچھا، آغا ریش می تراشی؟ جناب! آپ داڑھی مونڈ رہے ہیں؟ مرزا قتیل نے جواب دیا، ہاں! بال تراش رہا ہوں کسی کا دل نہیں تراش رہا ہوں۔

ایرانی نے بے ساختہ جواب دیا، بلے! دل رسول می تراشی، کسی کا دل دکھانا کیا معنی تم تو میرے نبی کا دل چھیل رہے ہو؟

آج ہم بیوی کا دل رکھنے کے لئے داڑھی تراش رہے ہیں، دوستوں اور ماں باپ کا دل رکھنے کے لئے داڑھی تراش رہے ہیں اور ادھر نبی کریم ﷺ کا دل چھلنی ہورہا ہے اور آپ ﷺ کا دل تراشا جارہا ہے تو اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ ہائے افسوس صد ہزار افسوس......

کیا اسلام سے رشتہ توڑلو گے؟

بزرگانِ محترم! بہت سے لوگ اس لئے داڑھی نہیں رکھتے کہ داڑھی کی ذمہ داریاں بہت ہیں اور ہم اس قابل نہیں ہیں، جب اس ذمہ داری کے اٹھانے کے قابل ہوجائیں گے تو داڑھی ضرور رکھیں گے، ایسے لوگوں سے ہم یہ سوال کرنا چاہتے ہیں کہ انسان ہونے کے ناطے ہم پر جتنی ذمہ داریاں ہیں کیا ہم نے ان ذمہ داریوں کو پورا کیا ہے اور اس سے ایک قدم اور آگے بڑھیئے کہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم پر جو ذمہ داریاں ہیں ان ذمہ داریوں کو کیا ہم نے پورا کیا ہے؟

اگر مسلمان ہونے کی حیثیت سے جو ذمہ داریاں ہم پر ہیں ان ذمہ داریوں کو پورا نہ کر پارہے ہوں تو کیا اسلام سے خارج ہوجائیں گے؟ انسان ہونے کی حیثیت سے جو ذمہ داریاں ہم پر ہیں ان ذمہ داریوں کو ہم پورا نہ کر پارہے ہوں تو کیا انسانیت کے دائرہ سے نکل کر جانوروں کی فہرست میں داخل ہوجائیں گے اور شہر سے نکل کر جنگل میں زندگی بسر کریں گے؟

بعض لوگ داڑھی کی ذمہ داری سے بچنے کے لئے یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے بہت سے داڑھی

والوں کو بے ایمان، دھوکہ باز اور فراڈ دیکھا ہے، اگر ہم بھی ڈاڑھی رکھیں گے تو لوگ ہم کو بھی ویسا ہی سمجھیں گے، اگر کوئی کافر یہ کہے کہ بہت سے مسلمان دھوکہ دیتے ہیں بہت سے مسلمان بے ایمانی کرتے ہیں تو کیا ہم اسلام ہی سے رشتہ توڑ لیں گے؟

سڑک پر چلنے سے حادثہ ہونے کا خدشہ ہوتا ہے تو کیا ہم سڑک پر چلنا ہی چھوڑ دیں گے؟ ہوائی جہاز کا اغوا کیا جاتا ہے تو کیا اس خوف سے بیرونی اسفار ہی ترک کر دیں گے؟ ٹرین پٹریوں سے اتر جاتی ہے کیا اس خوف سے ٹرین میں سفر کرنا ہی چھوڑ دیں گے؟ یہ سب شیطانی حیلے اور بہانے ہیں، ہمیں ایسی بیجا اور بچکانی باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے اور نبی رحمت ﷺ کی پیاری سنتوں پر عمل کرنا چاہئے

داڑھی سے حسن کی تکمیل ہوتی ہے

عزیزان گرامی! داڑھی سے حسن و جمال میں کمی نہیں آتی بلکہ داڑھی سے آدمی کا وقار بڑھتا ہے، شخصیت ابھرتی ہے، اور لوگوں میں داڑھی رکھنے والوں کی عزت ہوتی ہے، لیکن داڑھی کا مقصد اپنے وقار کو بڑھانا یا لوگوں میں اپنی عزت بڑھا لینا ہرگز نہیں ہے لیکن طبعی طور پر داڑھی سے یہ چیزیں خود بخود نصیب ہوتی ہیں۔

داڑھی رکھنے سے لوگوں کی دعائیں ملتی ہیں، اس لئے کہ جب بھی داڑھی والا آدمی راستوں، سڑکوں اور بازاروں سے گزرتا ہے لوگ اس کو دیکھ کر سلام کرتے ہیں اس لئے کہ اس کی داڑھی اور وضع قطع سے لوگوں کو یقین ہو جاتا ہے کہ یہ مسلمان ہے اور اس کو سلام کرنا چاہئے، اگر داڑھی ہوگی تو یہی داڑھی سلامتی کی دعاء کا ذریعہ بنتی ہے اب آپ ہی بتلایئے کہ داڑھی مفید ہے یا مضر؟

بزرگو اور دوستو! اللہ تعالیٰ نے ہم انسانوں کو دوسری مخلوقات کے مقابلہ میں قابل اکرام و عظمت بنایا ہے خود پیدا کرنے والے نے ہم انسانوں کے بارے میں فرمایا:

ولقد کرمنا بنی آدم . ہم نے آدم کی اولاد کو مکرم بنایا۔

اور اس انسان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

خلقت بیدی . میں نے اس انسان کو اپنے ہاتھ سے بنایا۔

جس رب ذوالجلال ﷻ نے ہمیں اپنے ہاتھ سے اس قدر اچھے اور عمدہ انداز میں بنایا ہو تو پھر ہمیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ چیز میں بگاڑ پیدا نہیں کر لینا چاہیئے۔

داڑھی رب ذوالجلال ﷻ کی طرف سے ہمارے لئے ایک عطیہ ہے یہ ایک ایسا عطیہ ہے جس سے مردوں کی مردانگی ظاہر ہوتی ہے۔ جس طرح عورتوں کی زینت سر کے بالوں سے ہے اسی طرح مردوں کی زینت داڑھی کے بالوں سے ہے، ہم خود لوگوں کی داڑھیوں سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ کس قدر حسین اور پروقار محض داڑھی کی وجہ سے نظر آتے ہیں؟ لوگ بھی عجیب ہیں کہ اگر سر سے بال اُڑ جاتے ہیں تو ایسے شخص کو گنجا کہہ کر ستاتے ہیں اور گنجے پن کو معیوب سمجھتے ہیں مگر چہرہ کو گنجا کر لیا جاتا ہے تو اس کو فیشن کا نام دے کر خوش ہوتے ہیں، افسوس ہے لوگوں کی اس ادنیٰ اور کمزور عقل اور ان کی گھٹیا سوچ پر......

ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ رسول کریم ﷺ کو کسریٰ کے فوجیوں کے ایسے چہروں کو دیکھ کر ناراضگی ہوئی جن پر داڑھی نہیں تھی تو آپ ہی بتایئے کہ ہم مسلمان اگر آپ ﷺ کی سنت کا مذاق اڑائیں تو آپ ﷺ کو کس قدر تکلیف اور اذیت ہوگی؟ اور آپ ﷺ کو اذیت پہنچانا گویا حقیقی خالق و مالک کو اذیت پہنچانا ہے، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

من اذانی فقد آذی اللّٰہ تعالیٰ O

جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی

حکیم الاسلامؒ کا حکیمانہ انداز

آج کل لوگ خطیبوں، اماموں اور مقرروں کو پابند کرتے ہیں کہ داڑھی کے سلسلہ میں کوئی بات اپنی تقریر میں نہ بتلائیں ایک مرتبہ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کسی جگہ تقریر کے لئے بلایا گیا، جن لوگوں نے حضرت کو دعوت دی تھی ان میں اکثر کے چہرے داڑھی سے محروم تھے، انہوں نے اسٹیج پہنچنے سے پہلے باتوں باتوں میں حضرت حکیم الاسلامؒ سے درخواست کی کہ حضرت! آپ داڑھی کے سلسلہ میں کچھ بیان نہ فرمائیں۔

حضرت حکیم الاسلامؒ نے سکوت اختیار فرمایا، جب حضرت نے تقریر شروع فرمائی تو کہا

کہ بزرگو! ہمارے چند کرم فرما حضرات نے مجھ سے درخواست کی کہ میں داڑھی کے بارے میں کچھ نہ کہوں، ہاں! میں تو داڑھی کے بارے میں کچھ نہیں کہتا البتہ اللہ کے رسول ﷺ نے جو کچھ داڑھی کے بارے میں کہا ہے وہ بیان کرتا ہوں پھر حضرت نے بڑی تفصیل سے داڑھی کے وجوب کے بارے میں تفصیلات بتلائیں۔

اگر سارے مسلمان داڑھی رکھ لیں تو......

اگر ہندوستان کے سارے مسلمان داڑھی رکھنے والے بن جائیں اور اسلامی وضع قطع کے پابند ہو جائیں تو پھر ہندوستان میں ہر جگہ مسلمان ہی مسلمان نظر آئیں گے، ہم سکھ برادری سے سبق حاصل کر سکتے ہیں کہ تعداد کے اعتبار سے یہ طبقہ ہندوستان میں بہت کم ہے لیکن اس طبقہ کا ہر فرد جہاں بھی ہوتا ہے نمایاں نظر آتا ہے، ٹرین میں مسلمان ہوتا ہے مگر نظر نہیں آتا، مگر وہی سکھ برابر نظر آئے گا، بسوں میں مسلمان ہوتا ہے مگر نظر نہیں آتا مگر وہی سکھ برابر نظر آئے گا، بازاروں میں مسلمان ہوتا ہے مگر نظر نہیں آتا مگر وہی سکھ برابر نظر آئے گا، تقریبات میں، مجمعوں میں، شہ نشینوں پر مسلمان ہوتا ضرور ہے مگر نظر نہیں آتا، مگر سکھ برابر نظر آتا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ اکثر مسلمان نام سے پہچانے جا رہے ہیں ان سے جب نام پوچھا جائے تو جب معلوم ہوگا کہ یہ مسلمان ہیں۔ مگر سکھ کو پہچاننے کے لئے اس سے اس کا نام پوچھنا ضروری نہیں بلکہ وہ اپنی وضع قطع اور مذہبی طرزِ زندگی سے خود پہچانا جاتا ہے۔

آج اگر مسلمان اسلامی وضع قطع، شرعی لباس، اسلامی چہرہ، اسلامی رفتار و گفتار اور اسلامی صاف و شفاف معاملات، اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرت کے ساتھ زندہ رہے گا تو جو لوگ اس ہندوستان میں اسلام و ایمان سے محروم ہیں وہ اسلام کے دروازے تک آئیں گے اور اسلام کے سایہ تلے جینے کی تمنا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو داڑھی کی اہمیت، قدر و قیمت اور عظمت کو سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین .

■ ■ ■

خدمت خلق بھی عبادت ہے

- ہم خود اپنے بارے میں ریسرچ کریں
- ہم انسان بھی ہیں اور مسلمان بھی
- کائنات کی ہر چیز انسان کو نفع پہنچا رہی ہے
- حقیقی مسلمان ایسا ہوتا ہے
- صرف نماز، روزہ اور حج سے آدمی متقی نہیں ہوتا
- صرف مسلمان کے گھر میں پیدا ہونے کی وجہ سے......
- خدمت خلق سے اللہ اور اس کے رسول خوش ہوتے ہیں
- لوگوں کو تکلیف سے بچانے والا جنت میں
- مسلمان نفع بخش بنے، مضرت رساں نہیں
- یہ بھی صدقہ ہے
- جب تجھے تیری نیکی خوش کر دے
- رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کو بیماروں، بھوکوں اور پیاسوں سے پیار

■ ■ ■

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی خلق الانسان من طین والصلوٰۃ والسلام علی محمد وآلہ وصحبہ اجمعین الی یوم الدین . اما بعد .

فاعوذباللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم .

انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللّٰہ لعلکم ترحمون O (الحجرات/۱۰)

یایھا الناس انا خلقنکم من ذکرو انثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللّٰہ اتقکم . ان اللّٰہ غفور رحیم O (الحجرات/۱۳)

واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا اوردوھا .

لاتثریب علیکم الیوم . واما السائل فلا تنھر .

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم المومن مرأۃ المومن والمومن اخو المومن یکف عنہ ضیعتہ و یحوطہ من ورا ءہ O (ابوداود و ترمذی)

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ .

اذا سرتک حسنتک وساء تک سیئتک فانت مومن (احمد)

من کان فی حاجۃ اخیہ کان اللّٰہ فی حاجتہ ومن فرج عن مسلم کربۃ فرج اللّٰہ عنہ کربۃ من کربات یوم القیمۃ (بخاری و مسلم عن ابن عمر)

انا وکافل الیتیم لہ او لغیرہ فی الجنۃ ھکذا واشار بالسبابۃ والوسطیٰ وفرج بینھما شیئاً O

عن ابی قتادةؓ قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول من انظر معسراً او وضع عنه انجاه اللّٰه من کرب یوم القیمة O (مسلم)

وعن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ الخلق عیال اللّٰه فاحب الخلق الی اللّٰه من احسن الی عیاله O (مشکواة)

وعن انسؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ من قضی لاحد من امتی یریدان یسره بها فقد سر نی ومن سرنی فقد سر اللّٰه ومن سر اللّٰه ادخله اللّٰه الجنةO(مشکواة)

عن ابی موسیٰ الا شعریؓ قال قال النبی ﷺ فکوا العانی واطعموا الجائع وعودوا المریض O

وعن جابرؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ کل معروف صدقة وان من المعروف ان تلقی اخاک بوجهٍ طلق وان تفرع من دلوک فی اناء اخیک (ترمذی)

وعن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ قال لقد رایت رجلا یتقلب فی الجنة فی شجرة قطعها من ظهر الطریق کانت توذی الناس (مسلم)

وعن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ علی کل مسلم صدقة قالوا فان لم یجد قال فلیعمل بیدیه فینفع نفسه و یتصدق قالوا فان لم یستطع قال فیعین ذا الحاجة الملهوف قالوا فان لم یفعله قال فیامر بالمعروف قالوا فان لم یفعل قال فیمسک عن الشرفانه له صدقة O

حاضرین کرام! ہم سب جانتے ہیں کہ آج کا یہ دور تحقیق کا دور ہے، یہ زمانہ ریسرچ کا زمانہ ہے، ہر طرف علم کا چرچا ہے، ہر طرف فنون حاصل کرنے کی دھن ہے، چاروں طرف سے جنرل نالیج (General Knowledge) کے نام سے ساری دنیا کی معلومات حاصل ہورہی ہیں، میڈیا نے پوری دنیا کو سمٹ کرایک اسکرین پر لا کھڑا کیا ہے، چپہ چپہ کی خبریں بچہ بچہ کو معلوم ہورہی ہیں، ہر گھر ریڈیو اسٹیشن بنا ہوا ہے، نئی نئی ایجادات کے استعمال کرنے کا شوق ہر مرد اور ہر عورت میں پیدا ہو چکا ہے، غرضیکہ دنیا کی ہر نئی چیز معلومات کے اعتبار سے پرانی ہوچکی ہے، مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ ساری دنیا کو پہچاننے اور جاننے کے باوجود ہم نے اپنے آپ کو نہیں پہچانا ہے، اگر ہم اپنے آپ کو پہچان لیتے تو پھر اپنے رب کو پہچاننا ہمارے لئے آسان ہوجاتا **من عرف نفسه فقد عرف ربه** جو اپنے آپ کو اور اپنی حیثیت اور حقیقت کو پہچان لے گا اس کے لئے یہ بات آسان ہوجائے گی کہ وہ اپنے رب کی حیثیت اور حقیقت کو پہچان لے، جس کو اپنی مجبوری اپنی کمتری، اپنی بے چارگی، کمزوری اور اپنی محتاجی کا احساس ہوجائے گا اس کا رُخ یقیناً اس رب ذوالجلال خالق کائنات کی طرف ہوجائے گا جس نے اس کو پیدا کیا اور اس رب کی کبریائی، بڑائی اور اس کی بے نیازی کا احساس ضرور پیدا ہوگا۔

حاضرین کرام! آج کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو نہیں پہچانا، اگر ہم اپنے آپ کو پہچان لیں اور پھر اس کے تقاضہ کے مطابق عمل پیرا ہوجائیں تو یہ بات چیلنج کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ ہم سے ہمارا رب بھی خوش ہوگا اور ہمارے متعلقین بھی خوش ہوں گے، گھر کے لوگ بھی خوش ہوں اور گھر کے باہر کے لوگ بھی خوش ہوں گے۔

ہم خود اپنے بارے میں ریسرچ کریں

اب سوال یہ ہے کہ ہم نے دنیا کی تمام چیزوں کی تحقیق کی ہے، ہر چیز پر ریسرچ کیا ہے آیئے! آج ہم خود اپنے بارے میں ریسرچ کریں، قرآن مجید فرقانِ حمید ہمیں اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ **و فی انفسکم افلا تبصرون** تمہیں اپنے آپ کے بارے میں غور کرنا ہے کیا تم دیکھتے نہیں ہو، ہم سب سے پہلے کیا تھے اب کیا ہیں اس بات کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

ہمارا سب سے پہلا تعارف یہ ہے کہ ہم انسان ہیں اور انسان کو اس لئے اس پیارے لفظ سے نوازا گیا کہ قدرت نے اس انسان میں دوسری مخلوقات کے مقابلہ میں انس و محبت ، ہمدردی و شفقت، نرمی و رواداری، غمخواری و دلداری کا جذبہ زیادہ رکھا ہے، اگر ہمیں اپنا یہ تعارف یاد رہے اور صرف ہمارا یہ پہلا نام ہی یاد رہے کہ ہم انسان ہیں تو پھر ہم سے کسی کو نفرت، عداوت، دشمنی، مکر، دھوکہ، فریب، کینہ، حسد، بغاوت، بے دردی، ظلم و بربریت اور دہشت جیسی چیزوں کی توقع نہیں ہوگی

ہم انسان بھی ہیں اور مسلمان بھی

ہمارا تعارف یہی ہے کہ ہم انسان ہیں اور انسان ہونا خود اس کے اشرف و افضل ہونے کی علامت ہے، پھر نور علی نور کہ انسان ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے ساتھ ایک ایسی ابدی اور لا فانی نسبت جڑ گئی ہے کہ ہم اسلام جیسے نا قابل تبدیل مذہب سے وابستہ ہو گئے ہیں، امن و سلامتی کے حامل اس مذہب سے وابستگی اور نسبت کی وجہ سے ہمارا تعارف یہ ہو جاتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور امن و سلامتی کے حامل فرد ہیں، اب دنیا کا جو فرد بھی ہم کو دیکھے گا وہ اس نظریہ سے ہمیں دیکھے گا کہ **المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده** کہ یہ تو وہی مسلمان ہے جس کی زبان سے خوبی و بھلائی کی توقع ہے جس کی زبان سے جو بھی آواز نکلے گی وہ دنیا میں امن و سلامتی کی گونج پیدا کرے گی، جس کے ہاتھ سے وہی اعمال سرزد ہوں گے جن سے محبت و الفت، ہمدردی و غمخواری، امن و سلامتی، سچائی و امانت داری، وعدہ وفائی و وفا شعاری، شکر و احسان شناسی، غیرت و حیا، سلامتِ طبع و صفائی، خوش ذوقی و خوش کلامی، حلم و متانت اور وقار و سنجیدگی، علو ہمت اور وسعتِ ظرفی، اعتدال و میانہ روی، عدل و انصاف، قوت و شجاعت، فیاضی و سخاوت، عفو و درگزر، شفقت و رحمت، نرمی و شگفتگی، تواضع و انکساری، سادگی و دانشمندی، ایثار و خیر خواہی، حسن معاملہ و بھائی چارگی جیسی عادتیں اور اوصاف کے پھول کھلیں گے، پھر اسی مسلمان سے دنیا کی فضاء معطر ہوگئی۔

مسلمانو! ہم اس لئے انسان نہیں کہلائے جائیں گے کہ کسی انسان کے پیٹ سے ہمارا جنم ہوا ہے ہم اس لئے انسان نہیں ہیں کہ حکومت ہمیں مردم شماری میں انسانوں کی فہرست میں شامل کر لیتی ہے بلکہ ہم اپنے اعمال، اپنی عادتیں، اپنے اخلاق و کردار اور اپنے اوصافِ جمیلہ سے

انسان ہیں، اور ہم اس لئے مسلمان نہیں ہیں کہ کسی مسلمان گھرانے میں ہماری پیدائش ہوئی ہے بلکہ ہم اس لئے مسلمان ہیں کہ ہم نے اس دینِ حنیف کو قبول کیا ہے جس میں اللہ کے حقوق ادا کرنے کی بھی تعلیم ہے اور اللہ کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے کی بھی تعلیم ہے، ہم اس لئے مسلمان ہیں کہ ہم اس آخری پیغمبر رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں جن کی زندگی ساری انسانیت پر رحم کرتے ہوئے، امن کا پیغام دیتے ہوئے، مخلوقِ خدا کی خدمت کرتے ہوئے، لوگوں کے حقوق ادا کرتے ہوئے، بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہ دکھلاتے ہوئے، کمزوروں کی مدد کرتے ہوئے، مظلوموں پر شفقت کرتے ہوئے، ظالموں کو ظلم سے باز رکھتے ہوئے، مسکینوں اور محتاجوں کی بھوک مٹاتے ہوئے، ننگوں کو کپڑے پہناتے ہوئے، رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتے ہوئے، بڑوں کا احترام اور ادب کرتے ہوئے اور چھوٹوں پر شفقت اور محبت کرتے ہوئے اور پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے گزری ہے۔

حاضرینِ کرام! ہم سب مسلمانوں کے لئے یقیناً یہ بات قابلِ غور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں اللہ کے نبی اور اللہ کے بندے ہونے کی حیثیت سے جو پاکیزہ، نفع بخش اور بے داغ قابلِ تقلید و تحسین زندگی گزاری ہے اس زندگی سے ہم سب سبق حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کا اندازہ بھی لگا سکتے ہیں کہ آپ ﷺ نے عملی میدان میں اللہ کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ کی مخلوق کی نفع رسانی کے لئے کس قدر محنت و ریاضت فرمائی ہے، سیرت کے اوراق جن لوگوں کے لئے اجنبی ہیں ہوسکتا ہے کہ ان لوگوں کو آپ ﷺ کی نفع بخش زندگی کے بارے میں اس بات کا احساس نہ ہوا ہو کہ آپ ﷺ نے مخلوقِ خدا کو کس قدر نفع پہنچایا لیکن جن لوگوں نے سیرتِ طیبہ کا باقاعدہ مطالعہ کیا ہے اور آپ ﷺ کی داخلی و خارجی زندگی، مکی و مدنی زندگی، ازدواجی و معاشرتی زندگی کا جائزہ لیا ہے وہ اس حقیقت کو نہ صرف تسلیم کریں گے بلکہ وہ یہ کہنے پر مجبور ہوجائیں گے کہ آپ ﷺ نے ساری انسانیت کی ہدایت و درستگی کے لئے اپنی زندگی کو ہمہ تن وقف کردیا تھا اور نہ صرف خود یہ کام کیا بلکہ آپ ﷺ نے ایک پاکیزہ جماعت کو اسی جذبہ کے ساتھ میدانِ عمل میں لا کھڑا کیا جو راتوں کی تنہائی میں یادِ الٰہی سے جسم میں لرزہ پیدا کرے اور

اپنے ایمان کو استحکام بخشے اور دن کے اجالوں میں اللہ کی مخلوق کی دنیا وعقبٰی سنوارنے اور سدھارنے میں لگ جائے۔

کائنات کی ہر چیز انسان کو نفع پہنچارہی ہے

بزرگانِ محترم! ہم پہلے تو انسان ہیں پھر مسلمان ہیں اور جان رکھنے والی ذی شعور مخلوق میں ہمارا مقام سب سے آگے ہے اس اعتبار سے ہم اس بات پر غور کرسکتے ہیں کہ اللہ کی مخلوق ساری انسانیت بلکہ ساری کائنات کو نفع دینے میں لگی ہے چاہے وہ جان والی ہو یا بے جان، چھوٹی ہو یا بڑی، ہم بادلوں کو دیکھ رہے ہیں کہ یہ پانی برسا کر مردہ زمین کو زندہ کررہے ہیں اور اللہ کی مخلوق کی روزی کا ذریعہ بن رہے ہیں، ہم زرخیز زمین کو دیکھ رہے ہیں کہ انسانوں کے بوئے ہوئے بیج کو مزیدار اور خوشبودار پھلوں اور پھولوں میں تبدیل کرتے ہوئے فائدہ پہنچارہی ہے، ہم سورج کو دیکھ رہے ہے یہ اپنی روشنی اور گرمی سے اللہ کی مخلوق کو مسلسل نفع پہنچارہا ہے، درخت اپنے پھلوں، میووں، ترکاریوں اور مختلف قسم کے اناج کے ذریعہ بھوکے اور پیاسے انسانوں کی ضرورت پوری کررہے ہیں، گائے، بھینس، بکری وغیرہ سفید ومقوی دودھ کے ذریعہ کروڑوں انسانوں کو طاقت بخش رہے ہیں، شہد کی مکھیاں صحت بخش شہد فراہم کرتے ہوئے انسانوں کی ضرورت پوری کررہی ہیں، اونٹ گھوڑے اور گدھے انسانوں کا اوران کے ساز وسامان کا بوجھ اٹھارہے ہیں اوران کی زندگی کی رونق بنے ہوئے ہیں، یہ بے جان سڑکیں بھی کروڑوں انسانوں کو منزل تک پہنچارہی ہیں، سمندر کی لاکھوں مچھلیاں اپنی جان دے کر لاکھوں انسانوں کی غذا بن رہی ہیں، گھنے اور سایہ دار درخت سڑکوں کے اطراف کھڑے ہوکر راہ گیروں کو سایہ دے رہے ہیں، چراغ اور موم بتیاں خود جل کر دوسروں کو روشنی دے رہے ہیں۔

کائنات کی جس چیز پر بھی انسان کی نظر پڑرہی ہے وہ انسان کی خدمت میں لگی ہوئی ہے اور نفع دے رہی ہے، ان ساری چیزوں کو دیکھ کر ایک باشعور انسان کا سویا ہوا ضمیر بیدار ہوسکتا ہے اور مردہ غیرت زندہ ہوسکتی ہے کہ جب یہ بے شعور اور بے جان مخلوقات نفع بخشی کے جذبہ میں جی رہی ہیں تو پھر میں ایک انسان ہوں، انس ومحبت کا سرچشمہ ہوں، میں ایک مسلمان ہوں امن وسلامتی کا پیکر

ہوں، میں ایک ایسے دین کا سپاہی ہوں جس نے مجھے ہاتھ اور زبان سے سلامتی پہنچانے کی تعلیم دی میں ایک ایسی کتاب کا حامل قاری ہوں جس نے بکھرے ہوئے انسانوں کو یکجا کیا، ذلت کی کھائی میں پھنسے ہوئے لوگوں کو عزت کی بلندی دی، ضلالت وگمراہی میں رہنے والوں کو ہدایت کا جام پلایا، میں ایک ایسے نبی کا امتی ہوں جن کی تعلیمات میں عدل وانصاف بھی ہے، صداقت وامانت بھی، جن کی سیرت میں اخلاق کی بلندی بھی ہے کردار کا معیار بھی، جن کے عمل میں اخلاص کی خوشبو بھی ہے استقامت کا جذبہ بھی، جن کی معاشرت میں نرمی وشفقت بھی ہے، جودوسخا بھی، میں ایسے پاکیزہ اور باعظمت نبی کا امتی ہوں جو بےنظیر و بےمثال نبی اور پیغمبر ہیں، یہ ہو نہیں سکتا کہ میرا وجود کسی کو ذہنی جسمانی یا قلبی اذیت وتکلیف کا ذریعہ بن جائے، میں وہ مسلمان ہوں جس کا تعارف میرے نبی نے یوں پیش کیا ہے:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده O

مسلمان تو وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامتی سے رہیں۔

مسلمانو! ہمیں اس حدیث کی روشنی میں اپنی زندگی کا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا ہم نے اپنی زندگی میں اپنی زبان کی گفتار سے دوسروں کو سلامتی کا پیغام دیا ہے اور اپنے ہاتھوں کے اعمال سے دوسروں کو امن و سلامتی بخشی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اپنے عمل سے بتایا ہے کہ ہم واقعی مسلمان ہیں۔

حقیقی مسلمان ایسا ہوتا ہے

ایک مسلمان بحیثیتِ مسلمان کسی کو نہ دھوکہ دے سکتا ہے اور نہ کسی پر ظلم کرسکتا ہے، نہ وعدہ خلافی کرسکتا ہے اور نہ کسی کے ساتھ خیانت کرسکتا ہے، نہ کسی پر حسد کرسکتا ہے اور نہ کسی کی عیب جوئی کرسکتا ہے، نہ کسی کی توہین وتذلیل کرسکتا ہے اور ایک مسلمان بحیثیت مسلمان کسی پر نہ تہمت لگا سکتا ہے اور نہ کسی کا مذاق اڑا سکتا ہے نہ کسی کا مال لوٹ سکتا ہے نہ کسی کو ذہنی اذیت پہنچا سکتا ہے اور نہ جسمانی تکلیف دے سکتا ہے، بلکہ ایک مسلمان ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے عدل و انصاف قائم کرے گا، کئے ہوئے وعدہ کی تکمیل کرے گا، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے گا، سچائی کا دامن تھامے رہے گا، امانت داری کا عملاً ثبوت پیش کرے گا، کمزوروں، محتاجوں، اور

تنگدستوں کی مدد کرے گا، یتیموں پر شفقت کا ہاتھ پھیرے گا، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرے گا، ماں باپ کی خدمت و اطاعت کرے گا، اولاد کی صحیح پرورش اور تربیت کرے گا، دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھے گا، مسلمان ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے دوسروں کی عزت، عصمت اور عفت کا بھرپور لحاظ رکھے گا، ظلم و بربریت کو ختم کرے گا، مظلوم کی حمایت و مدد کرے گا، نرمی اور ہمدردی کا برتاؤ کرے گا، حلم و بردباری سے سارے امور انجام دے گا، انتقام کی آگ میں بھڑکنے کے بجائے عفوودرگزر سے کام لے گا۔

بزرگانِ محترم! مسلمان ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ایسی پاکیزہ اور ایثار وقربانی سے بھرپور زندگی گزارے گا کہ دوسروں کی بیماری کا اس کو اس قدر درد واحساس ہوگا کہ وہ اپنی بیماری کو بھول جائے، دوسروں کی بھوک کا اس قدر احساس ہوگا کہ اپنی بھوک کا احساس باقی نہ رہے، دوسروں کی پیاس بجھانے میں اس کو اس قدر لطف ملے گا جتنا کہ خود پانی پینے سے لطف محسوس ہوتا ہے، مسلمان صرف نماز پڑھ لینے، روزہ رکھ لینے، زکوٰۃ دے دینے یا حج کر لینے، یا تلاوت قرآن میں مصروف ہوجانے یا ذکر وتسبیح میں منہمک ہوجانے کا نام نہیں ہے، جس طرح یہ سارے کام ایک مسلمان پر بندہ ہونے کی حیثیت سے لازم ہیں اسی طرح مخلوق کے ساتھ ہمدردی وغمخواری، الفت ومحبت، ایثار و بھائی چارگی، شفقت و دردمندی، عدل و انصاف، عفو و درگزر جیسی عمدہ خصلتوں کا اختیار کرنا بھی لازم ہے، ہم صرف خالق کائنات کی عبادت سے فارغ ہوکر دوسرے سارے اعمال سے سبکدوش نہیں ہوسکتے۔ ہمارا کام یہ بھی ہوگا کہ اللہ کی اس مخلوق کے ساتھ احسان کریں اور ان کے ساتھ ایثار و ہمدردی کا برتاؤ کریں، جب کہیں چل کر اللہ کے محبوب بن سکیں گے، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

الخلق عيال الله فاحب الخلق الى الله من احسن الى عياله O

مخلوق اللہ کا عیال ہے اور اللہ کی مخلوق میں وہی شخص زیادہ محبوب او پسندیدہ ہے جو اللہ کی اس مخلوق کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔

صرف نماز، روزہ اور حج سے آدمی متقی نہیں ہوتا

بزرگانِ محترم! اسلام نے مال و دولت کے حاصل کرنے میں قناعت سے کام لینے کا حکم دیا لیکن لوگوں نے اس قناعت کو دین کے دائرہ میں استعمال کیا، دین کے چند کاموں پر قناعت کرلی، صرف وضع قطع درست کرلی، صرف چند نمازیں ادا کرلیں اور اسی پر قناعت کرلی اور سمجھ گئے کہ دین میں پورے پورے داخل ہوگئے حالانکہ دین اس وقت پورا ہوتا ہے جبکہ اللہ کے بندے ایک طرف اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کریں اور دوسری طرف بندوں کے حقوق ادا کریں، آج آدمی بہن کا حق مارتا ہے اور مسجد میں ہزاروں سجدے مارتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں متقی ہوگیا، آج آدمی بیوی پر ظلم کرتا ہے اور رمضان میں دن بھر بھوکا رہ کر روزہ رکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں متقی ہوگیا، آج آدمی فریضۂ حج ادا کرلیتا ہے اور لفظ حاجی کو اپنے نام سے ہمیشہ کے لئے جوڑ لیتا ہے اور سمجھ بیٹھتا ہے کہ میں متقی، پرہیزگار دیندار اور لوگوں کے لئے مقتداء بن گیا حالانکہ اس کی حالت یہ ہے کہ اس کی عادتوں سے پڑوسی ناراض ہے، اس کے ظالمانہ کردار کی وجہ سے رشتہ دار قطع تعلق کئے ہوئے ہیں، اس کی رفتار و گفتار سے اہل محلّہ ناراض و نالاں ہیں، اس کے اخلاق و کردار سے متعلقین پریشان ہیں۔

بزرگانِ محترم! ہمیں اسلام میں پورے طور پر داخل ہونے کا حکم دیا گیا۔

یـایـها الذیـن اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافة O

اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ۔

آج ہم صرف نماز یا صرف روزہ یا صرف حج یا صرف تلاوت یا صرف تسبیح کی بنیاد پر یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم تو پکے اور پختے مسلمان بن گئے ہیں۔ ہم سب مسلمانوں کو چاہئے کہ رنگ و نسل کے امتیاز کو اور خاندان ونسب کے فرق کو بالائے طاق رکھیں، اور ایک ہی صف میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کے بعد ایک دوسرے کو السلام علیکم ورحمتہ اللہ کہہ دینے کے بعد دل سے یہ صدا بلند کریں کہ میری طرف سے تمہارے حق میں سلامتی کا پیغام ہے ہم تم سب ایک ہیں۔

یاایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی O

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے

اس تصور کے ساتھ ہم سب مسلمانوں کو زندہ رہنا ہے کہ ہم سب ایک باپ آدم اور ایک ماں حوا کی اولاد ہیں، رہی بات خاندان اور قبیلہ کی......

وجعلنکم شعوباً و قبائل لتعارفوا O

یہ جو مختلف خاندان اور قبیلوں میں اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت کو بانٹ دیا ہے صرف اس لئے کہ **لتعارفوا** تا کہ ایک دوسرے کی پہچان ہو، سینکڑوں، ہزاروں، لاکھوں اور کروڑوں انسانوں میں خاندانوں اور قبیلوں کے فرق کی وجہ سے جلد تعارف ہو جاتا ہے، یہ ایک انتظامی ضرورت کی بنیاد پر خاندان اور قبیلوں کا فرق ہے **لا لتفاخروا** فخر کرنے، ناز کرنے، گھمنڈ کرنے، اِترانے، شیخی بازی کرنے، ڈینگیں مارنے، غرور کرنے اور تکبر کرنے کے لئے یہ فرق نہیں ہے، رنگوں کا یہ فرق تعارف کے لئے ہے، لمبے اور گڈے، موٹے اور دبلے کا یہ فرق صرف تعارف کے لئے ہے، ہاں! ایک چیز کی بنیاد پر تم میں کسی کو کسی پر فوقیت اور فضیلت ہو سکتی ہے وہ ہے تقویٰ......

ان اکرمکم عند اللہ اتقکم O

تم میں زیادہ قابل اکرام و تعظیم اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں زیادہ متقی اور پرہیز گار ہو۔

صرف مسلمان کے گھر میں پیدا ہو جانے کی وجہ سے ہم مسلمان نہیں ہیں

بزرگانِ محترم! ہم مسلمان اس لئے نہیں ہیں کہ کسی مسلمان کے گھر میں ہماری پیدائش ہو گئی، ہم مسلمان اس لئے نہیں ہیں کہ ہمارے رشتہ دار مسلمان ہیں، ہم مسلمان اس لئے نہیں ہیں کہ ہم کسی مسلم محلّہ یا مسلم شہر یا اسلامی ملک میں پیدا ہو گئے ہیں بلکہ ہم اپنے عقیدہ، اپنے عمل، اپنے اخلاق، اپنے کردار، اپنی صاف ستھری، بے داغ اور نفع بخش و بے ضرر زندگی کی بنیاد پر مسلمان ہیں۔

مسلمان کی شان ہی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو نفع پہنچائے، ان کی ضرورتوں کی تکمیل کرے، ان کے

تقاضوں کو پورا کرے اور اپنی طرف سے کسی کو بال برابر بھی نقصان نہ پہنچائے، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے عملاً اپنی ترسٹھ سالہ زندگی کو اللہ تعالیٰ کی عبادت وریاضت اور اللہ کی مخلوق کی خیر خواہی اور نفع بخشی میں گزار دیا، وقت کا نبی ایک معمولی سی باندی کی خدمت میں مصروف ہے، ایک باندی کہہ رہی ہے کہ میرا کچھ کام ہے آپ کو کرنا ہے اور وقت کے نبی اور نبیوں کے سردار رحمتہ للعالمین ایک غریب باندی کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں اور زبان سے کہہ رہے ہیں کہ تم مجھے جہاں لے جانا چاہو لے جاؤ اور مجھ سے جو کام لینا ہے لے لو میں تمہاری خدمت کروں گا اور تمہاری اس ضرورت کی تکمیل میں تمہارا ہاتھ بٹاؤں گا۔

حاضرین کرام! ہم اپنے پروردگار کو راضی اور خوش کرنے کا ایک ہی راستہ جانتے ہیں کہ اذان ہوئی اور نماز پڑھ لیا تو سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا یہ ایک ہی راستہ ہے کہ نماز پڑھ لی جائے یقیناً نماز تمام اعمال میں افضل واعلیٰ عمل ہے لیکن صرف ایک ہی عمل اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ نہیں ہے بعض ایسے اعمال بھی اللہ کی رضا مندی اور جنت کے پانے کا ذریعہ بن جاتے ہیں جن اعمال کو عموماً ہم دین کا کام ہی نہیں سمجھتے یا اس کو عموماً نیکی ہی تصور نہیں کرتے، نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

خدمت خلق سے اللہ اور اس کے رسول خوش ہوتے ہیں

من قضیٰ لاحد من امتی یریدان یسرہ بھا فقد سرنی ومن سرنی فقد سر اللّٰہ ومن سر اللّٰہ ادخلہ اللّٰہ الجنۃ O (مشکواۃ عن انس)

جو کوئی شخص میری امت کے کسی فرد کی کوئی ضرورت پوری کرنے اور اس کو سہولت پہنچانے کے لئے دوڑ دھوپ کرے اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس بندۂ خدا کو خوش کردے۔ آدمی بظاہر سمجھتا ہے کہ کسی کا کام کردیں تو جس کا کام کیا گیا صرف وہ خوش ہوگیا۔

بزرگانِ محترم! صرف وہ خوش نہیں، بلکہ اس حدیث کے ان الفاظ پر غور کیجئے، فقد سرنی پیارے پیغمبر فرماتے ہیں کہ میری اُمت کے ایک فرد کی ضرورت کو پورا کرکے جس نے اس بندہ کو خوش کیا گویا اس نے مجھے خوش کیا، ومن سرنی فقد سر اللّٰہ اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا، ومن سر اللّٰہ ادخلہ اللّٰہ الجنۃ جس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا اللہ تعالیٰ اس کو

جنت میں داخل کر دیں گے۔

حاضرین کرام! آپ غور کیجئے انسان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اس کے سوا کیا ہوسکتا ہے کہ اس کا رب اس سے راضی ہو جائے اور رب کی رضا اور خوشنودی کو ایک بندۂ خدا کی ضرورت کی تکمیل میں رکھ دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ راضی ہو گئے اور جنت بھی مل گئی۔

لوگوں کو تکلیف سے بچانے والا جنت میں کروٹیں لیتا ہے

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا میں نے ایک آدمی کو جنت میں دیکھا کہ وہ جنت میں عیش و آرام سے کروٹیں بدل رہا ہے، ہوسکتا ہے کہ ہم یہ سوچیں کہ شاید یہ شخص تہجد گزار ہوگا، بہت بڑا عالم و فاضل ہوگا یا بہت بڑا سخی و فیاض ہوگا، نہیں! آپ ﷺ نے آگے اِرشاد فرمایا، اس شخص کو یہ جنت صرف اس لئے ملی تھی کہ اس نے راستہ چلتے ہوئے دیکھا تھا کہ ایک درخت راستہ میں پڑا ہوا ہے جس سے لوگوں کو تکلیف ہو رہی ہے تو اس نے اس درخت کو کاٹ کر راستہ سے ہٹا دیا اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ عمل جس میں لوگوں کو تکلیف سے بچانا مقصود تھا اس قدر پسند آیا کہ بظاہر اس چھوٹے سے عمل کی وجہ سے اس کو جنت عطا کر دی گئی۔

بزرگانِ محترم! ہمیں صرف مسلمان بننا نہیں ہے بلکہ ہمیں نفع بخش مسلمان بننا ہے اس طرح کہ ہمارے دل میں یہ جذبہ طوفان کی طرح ہو کہ ہم اپنے قول و عمل سے اور اپنے اخلاق و کردار سے دوسروں کو نفع پہنچائیں گے اور ہم سے کسی کو کسی قسم کی کوئی تکلیف اور اذیت ہرگز نہیں ہوگی۔

مسلمان نفع بخش بنے مضرت رساں نہیں

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا، **علی کل مسلم صدقه** ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ صدقہ کرے، ظاہر ہے یہ جملہ جن قدسی صفات صحابۂ کرام سے خطاب کرتے ہوئے کہا جا رہا تھا ان میں اکثر تو فقیر، تنگدست اور محتاج لوگ تھے ان میں صدقہ و خیرات کرنے کی سکت کہاں تھی؟ یہ خود اس قدر ضرورت مند تھے کہ ان کو کوئی صدقہ کا مال دے مگر آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ صدقہ کرے، صحابۂ کرامؓ نے نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کو سنا اور اپنا اپنا جائزہ لیا اور پوچھنے والوں نے پوچھ لیا۔

قالوا فان لم نجد اے اللہ کے رسول اگر ہمارے پاس صدقہ کرنے کے لئے مال ہی نہ ہوتو پھر ہم کیا کریں نبی کریم ﷺ نے فرمایا، **فليعمل بيديه فينفع نفسه و يتصدق** اس کو چاہئے کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے محنت مزدوری کرے اس سے خود بھی نفع اٹھائے اور اللہ کی راہ میں صدقہ بھی کرے۔

اس مجمع میں ایسے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ بھی تھے جن میں محنت ومشقت کرنے کی طاقت بھی نہ تھی ،ضعیف، لاچار، کمزور وبے بس تھے، بڑے بوڑھے بھی تھے کہنے لگے، **قالوا فان لم نجد** اگر ہم میں محنت ومشقت کی طاقت نہ ہو اور یہ بھی نہ کرسکیں تو کیا جب بھی ہم پر لازم ہے کہ ہم صدقہ کریں؟ آپ نے اِرشاد فرمایا، **فيعين ذا الحاجة الملهوف** فریاد لے کر آنے والے مظلوم محتاج کی مدد کرے۔

صحابہؓ نے پھر فرمایا اگر کسی نے یہ بھی نہیں کیا تو پھر کیا کرے؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

فيامر بالمعروف اس کو چاہئے کہ وہ لوگوں کو بھلائی کا حکم دے۔

اگر اس نے لوگوں کو بھلائی کا حکم دیا تو اس کی طرف سے یہی صدقہ ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا **فان لم نجد** اگر وہ کسی کو بھلائی کا حکم نہ دے سکا تو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا، **فيمسک عن الشر فانه له صدقة** اس کو چاہئے کہ وہ برائی سے رک جائے۔

اس شخص کا کسی برائی سے رکنا بھی اس کے حق میں صدقہ ہے۔

اس حدیث کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کا جو مزاج بنایا ہے وہ یہ کہ مسلمان کو چاہئے کہ وہ کسی نہ کسی طرح اُمت کے دوسرے افراد کے حق میں نفع بخش مسلمان بن جائے، کسی نہ کسی شکل میں اس سے دوسرے کو فائدہ پہنچ جائے۔ سلام ہو نبی رحمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی قبر اطہر پر کہ آپ ﷺ نے کسی بھی شخص کو نیکی اور اجر سے محروم نہ کیا اور ہر ایک کو اجر کے حاصل کرنے کا نسخہ بتلا دیا۔

یہ بھی صدقہ ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفر مایا:

تعدل بین الاثنین صدقه O

لوگو! اگر تم دوآدمیوں کے درمیان میں انصاف سے صلح کرادوتو یہ بھی صدقہ ہے۔

ایک مالدار اور صاحب ثروت ہزاروں لاکھوں روپئے خرچ کرتا ہے وہ بھی اللہ کی راہ میں صدقہ ہے اور ایک آدمی جس کے پاس دینارودرہم بھی نہیں، روپیہ پیسہ بھی نہیں، سونا چاندی بھی نہیں، اور وہ دوآدمیوں کولڑتے ہوئے دیکھتا ہے اور ان دونوں کے درمیان میں پہنچ کر انصاف کے ساتھ صلح کرادیتا ہے تو بظاہر اس شخص نے کوئی صدقہ وخیرات نہیں کیا مگر نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اس شخص کو بھی صدقہ وخیرات کرنے کا اجروثواب ملے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشادفر مایا:

وتعين الرجل فی دابة فستحمله عليها او ترفع له عليها متاعه صدقه

اگر تم کسی کواس کی سواری پر بٹھادو یا اس کا سامان اس کی سواری پر رکھ دو یہ بھی صدقہ ہے

اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر آدمی خود سے اپنی سواری پرنہیں بیٹھ سکتا یا اپنا سامان اکیلا نہیں رکھ پارہا ہے اور آپ اس کی مدد کرتے ہیں اور ہاتھ بٹاتے ہیں تو یہ بھی اجروثواب کے اعتبار سے صدقہ ہے، آپ ﷺ نے اِرشادفر مایا:

وبكل خطوة تمشيها الى الصلوٰة صدقه O

تمہارا ہر وہ قدم جس سے چل کر تم نماز کے لئے مسجد میں جاتے ہو وہ بھی صدقہ ہے۔

وتميط الاذى عن الطريق صدقه O

راستہ سے تکلیف دینے والی چیزیں ہٹانا بھی صدقہ ہے۔

اس قسم کی احادیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج کو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ آپ ﷺ یہ چاہتے ہیں کہ ایک مسلمان کسی نہ کسی طرح دوسروں کے کام آئے ، دوسروں کی مدد کرے،

دوسروں کے ساتھ ایثار و ہمدردی کا برتاؤ کرے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بار بار لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی فضیلت بیان فرمائی

دوسروں کو پریشانی سے بچانے والا خود پریشانی سے محفوظ

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

من کان فی حاجة اخیه کان اللّٰه فی حاجته O

جو کوئی اپنے بھائی کی ضرورت پورا کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت اور ضرورت کو پورا کر دیتے ہیں۔

ومن فرج عن مسلم کربة فرج اللّٰه عنه کربة من کربات یوم القیمة

اور جو کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کی پریشانی کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی پریشانیوں میں سے کسی پریشانی کو دور کر دیتا ہے۔

بزرگانِ محترم! کسی شخص کی مدد ہم اس لئے کرتے ہیں کہ اس کو فائدہ پہنچے مگر یہ اللہ تعالیٰ کا احسان اور اس کا کرم ہے کہ وہ ہمیں اس مدد و نصرت پر اجر و ثواب بھی دیتے ہیں اور اس مدد و نصرت کی برکت سے ہمارے کام بھی بنا دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی یہ مدد و نصرت دنیا میں بھی ہوتی ہے اور اس ہولناک دن بھی جس کو ساری انسانیت کے جمع ہونے کا دن قرار دیا گیا اللہ تعالیٰ اس بندے کی مشکل کو آسان فرما دیں گے۔

جب تجھے تیری نیکی خوشی کر دے

حاضرین کرام! جب ہم اس قسم کی نیکی کے کام کریں، یعنی کسی بیوہ کی دستگیری کریں، کسی یتیم کی پرورش کریں، کسی محتاج کی مدد کریں، کسی تنگدست کی ضرورت پوری کریں، کسی مفلوج کی حاجت پوری کریں، کسی طالب علم کی حوصلہ افزائی کریں یا کسی مقروض کو مہلت دیں کسی بھٹکے ہوئے کو سیدھی راہ بتلا دیں یا کسی پریشان حال مسافر کی مدد کریں اور ان تمام نیکیوں کے کام کرتے ہوئے ہمارے دل میں خوشی اور مسرت محسوس ہو اور اس کے مقابلہ میں اگر

ہم سے کوئی غلطی ہو جائے، یا ہم سے کوئی لغزش ہو جائے یا ہم سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے یا ہم سے کسی کو ذہنی یا قلبی یا جسمانی تکلیف پہنچ جائے اور اس وقت ہمارے دل میں دکھ اور غم محسوس ہو یہ کیفیت جب پیدا ہو جائے کہ نیکی کرنے پر خوشی کا احساس اور گناہ اور تکلیف پہنچانے پر غم کا احساس ہونے لگے تو پھر ہمارے لئے خوشخبری ہے اس بات کی کہ ایمان کی چنگاریاں دل میں موجود ہیں۔

اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ:

اذا سرتک حسنک وساء تک سیئتک فانت مومن O

جب تجھے تیری نیکی خوش کردے اور تیری برائی تجھے غم میں مبتلا کردے تو سمجھ لے کہ تو واقعی مومن ہے

رب ذوالجلال کو بیماروں، بھوکوں اور پیاسوں سے کس قدر پیار ہے

بزرگانِ محترم! ہم سمجھتے ہیں کہ صرف نماز اور روزہ میں اللہ تعالیٰ ملتے ہیں، ہاں! یقیناً اللہ کا بندہ جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اللہ کے سامنے ہوتا ہے اور یہ عمل تو حقوق اللہ سے متعلق ہے، اگر مومن بندہ بندوں کے حقوق ادا کرتا ہے تو وہ وہاں بھی اپنے پروردگار کو پائے گا اور اس کی خوشنودی حاصل کرسکے گا، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ابن آدم سے خطاب کرتے ہوئے کہیں گے۔

یا ابن آدم مرضت فلم تعدنی O

اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تھا تو نے میری عیادت نہیں کی

وہ کہے گا کہ اے میرے رب! میں کیسے آپ کی عیادت کرتا آپ تو ساری کائنات کے رب ہیں

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نہیں جانتا کہ فلاں بندہ بیمار تھا اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ عرض کریں گے......

یا ابن آدم استطعمتک فلم تطعمنی O

اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا تو نے مجھے نہ کھلایا۔

وہ کہے گا، اے میرے رب! میں کیسے آپ کو کھانا کھلاتا حالانکہ آپ تو ساری کائنات کے پروردگار ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تو نہیں جانتا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا اور تو نے اسے نہیں کھلایا کیا تو نہیں جانتا کہ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو اس کھانے کو میرے یہاں پاتا۔

یا ابن آدم استسقیتک فلم تسقنی O

اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے مجھے پانی نہ دیا۔

وہ کہے گا اے میرے پروردگار میں کیسے آپ کو پانی پلاتا حالانکہ آپ تو ساری کائنات کے رب ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا لیکن تو نے اسے پانی نہ پلایا اگر تو اسے پانی پلاتا تو اس پلائے ہوئے پانی کو میرے یہاں پاتا۔

غور فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کی بیماری کو بندے کی بھوک کو اور بندے کی پیاس کو اپنی طرف منسوب کیا اور یہ بتلا دیا کہ اگر تو عیادت کرتا تو بیمار کے پاس مجھ کو پاتا۔

اس قسم کی حدیثوں اور آیتوں سے ہم بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ مخلوق کی خدمت اور مخلوقِ خدا کی ضروریات کی تکمیل کس قدر اہم نیکی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے اور ایک دوسرے کے ساتھ انس ومحبت، ہمدردی وغمخواری، رواداری ومروت، نرمی و خوشدلی سے پیش آنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین .

■ ■ ■

نبی رحمت ﷺ کی اطاعت

- سب پر اطاعت لازمی ہے
- یہود ونصاریٰ کب خوش ہوتے ہیں؟
- انبیاء کرام علیہم السلام بھی احکام الٰہی کے پابند
- قرآن مجید اور سیرت رسول دستور حیات
- اطاعت رسول میں ہدایت پوشیدہ ہے
- دوسروں کی اتباع سے آدمی گمراہ ہو جاتا ہے
- گذری ہوئی قوموں کی تباہی کی وجہ
- ہمارے باپ دادا سے یہ رواج چلا آرہا ہے
- ہمارے لئے نمونہ باپ دادا کا طریقہ نہیں
- ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے محبوب
- قرآن مجید میں بار بار اطاعت کا حکم
- اولی الامر کون ہیں؟
- اطاعت کرنے والے ہی کامیاب
- اطاعت کرنے والے رحمت الٰہی کے مستحق
- اطاعت الٰہی کی جزاء
- اطاعتِ رسول درحقیقت اطاعتِ الٰہی ہے
- مومن کے لئے اللہ اور رسول کی اطاعت
- اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والے جنت میں
- حضرت کعبؓ نے نبی رحمت ﷺ سے کیا مانگا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره الکفٰرون . والصلوٰة والسلام علی رسوله النبی الامی وآله وصحبه اجمعین . اما بعد . قال اللّٰہ تعالیٰ فی القرآن المجید . اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم .

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولیٰ ونصله جهنم وساء ت مصیراً O (النساء : ۱۱۵)

ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انه لکم عدومبین O (الانعام : ۱۴۲)

فامنوا باللّٰہ و رسوله النبی الامی الذی یؤمن باللّٰہ وکلمته واتبعوه لعلکم تهتدون O (الاعراف : ۱۵۸)

ومن یطع اللّٰہ ورسوله یدخله جنت تجری من تحتها الانهر خلدین فیها ذالک الفوز العظیم O (النساء : ۱۳)

واطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول O (التغابن ۱۲/)

ومن یطع اللّٰہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللّٰہ علیهم من النبیین والصدیقین والشهداء والصلحین و حسن اولٰئک رفیقا O (النساء : ۶۹)

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ و یغفرلکم

من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ O (النساء/۸۰)

واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون (النور: ۵۶)

ومن یطع اللّٰہ و رسولہ فقد فاز فوزاً اعظیماً O (الاحزاب : ۷۱)

فان تطیعوا یوتکم اللّٰہ اجراً حسناً O (الفتح : ۱۶)

وان تطیعوا اللّٰہ و رسولہ لایلتکم من اعمالکم شیئاً O

بزرگانِ محترم! جس طرح دنیوی نظام کے تحت رعایا پر یہ لازم ہوتا ہے کہ بادشاہ، حاکم، وزیراعظم یا وزیراعلیٰ کے نافذ کئے ہوئے احکام واصول پرعمل کریں اوران کی بات مانیں اسی طرح دینی اعتبار سے اللہ کے بندوں پرلازم اورضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بھی اطاعت کریں اوراللہ تعالیٰ نے جن کو نبی اوررسول بنا کراس دنیا میں بھیجا ہےان کی بھی اطاعت واتباع کریں، جس طرح بااخلاق رعایا کافریضہ یہ ہوتا ہے کہ وہ قانون کواپنے ہاتھ میں لینے کے بجائے اس کے بنائے ہوئے قانون پرعمل کریں اسی طرح مسلمانوں کا دینی واخلاقی فریضہ یہ ہے اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین واحکامات پرعمل کریں، بندہ کا کام قانون سازی نہیں ہے کہ اپنے اختیار سے کسی چیز کوفرض اورضروری قرار دے اوراپنی خواہش سے کسی چیز کوحرام قرار دے دے بلکہ بندے کا کام اوراس کا فریضہ یہ ہے کہ جوقانون قرآن مجیداوراحادیث شریفہ کے سایہ میں بنادیا گیا ہےاس قانون پرعمل کرےاور اٰمنا و صدقنا کےکلمات اپنی زبان سےصدقِ دل سے کہہ دے کہ میں قرآن وحدیث پرایمان لےآتا ہوں اللہ اوررسول کےاحکامات کی تصدیق کرتا ہوں اور اپنے اعضاءوجوارح،اعمال وافعال کے ذریعہ ان احکامات پرعمل پیرا ہوتا ہوں۔

سب پراطاعت لازمی ہے

قرآن مجید کی اصطلاح میں قانونِ الٰہی پرعمل پیرا ہونے ہی کواتباع اوراطاعت کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کےاحکامات پرعمل کرنے کی ذمہ داری نبیوں پربھی ہے رسولوں پربھی،صحابۂ کرام پربھی ہے تابعین پربھی،علماء،فضلاء،فقہاءومحدثین مفسرین واولیاء واسلاف واخلاف سب پر ہے،اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کوبھی اس حکم کا پابند بنادیا کہ آپ ﷺ پروحی کے ذریعہ جواحکامات

نازل ہوئے ہیں ان احکامات کی آپ اتباع کریں چنانچہ سورۂ یونس کی آیت نمبر (۱۹) میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

واتبع ما یوحیٰ الیک O

جو کچھ آپ کے پاس وحی بھیجی جاتی ہے اے پیارے پیغمبر! آپ اس وحی کی اتباع کیجئے۔

اسی حکم کی بنا پر نبی کریم ﷺ نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ان اتبع الا ما یوحی الی O

میں تو صرف اسی بات کی اتباع کرتا ہوں جو میرے پاس وحی کے ذریعہ پہنچا ہے۔

اگر ہم قرآن مجید کی آیات کا جائزہ لیں تو ہمیں محسوس ومعلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو کافروں، منافقوں، مشرکوں اور یہود ونصاریٰ کی اتباع کرنے سے روکا گیا ہے، یہاں یہ بات جان لینا چاہئے کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی کسی منافق کی، کسی کافر کی، کسی یہودی یا نصرانی کی یا کسی مشرک کی اطاعت یا اتباع ہرگز نہیں کی اور آپ ﷺ معصوم ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی یہودی، نصرانی، کافر ومشرک کی اطاعت واتباع کریں، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو متنبہ کیا تاکہ نبی کریم ﷺ کی اُمت کو معلوم ہوجائے کہ یہود و نصاریٰ اور کافروں اور منافقوں کی اتباع واطاعت کرنا ایک مسلمان کے لئے اور ایک نبی کے لئے بالکل درست نہیں ہے۔

یہود ونصاری کب خوش ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ولن ترضیٰ عنک الیھود ولا النصریٰ حتی تتبع ملتھم قل ان ھدی اللّٰہ ھو الھدیٰ ولئن اتبعت اھواء ھم بعد الذی جاءک من العلم مالک من اللّٰہ من ولی ولا نصیر O

اے پیارے پیغمبر! یہ یہود ونصاریٰ اس وقت تک آپ سے خوش نہ ہوں گے جب تک کہ آپ ان کی اتباع نہ کریں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ چاہتے ہیں کہ آپ ان کی باتوں کو مانیں اور ان پر عمل کریں، جس دن اے پیارے پیغمبر! آپ ان یہود ونصاریٰ کے نقش قدم پر چلیں گے اس دن یہ لوگ آپ سے خوش ہوجائیں گے، مگر اے پیارے حبیب! آپ ان کے سامنے اس حقیقت کا اعلان کردیجئے، قل ان هدى الله هو الهدى ہدایت کا راستہ تو بس ایک ہی راستہ ہے جس کو دینِ اسلام کہا جاتا ہے جس کو میں لے کرآیا ہوں۔

ولئن اتبعت اهواء هم بعد الذى جاء ك من العلم مالك من الله من ولى ولا نصير O

اے پیارے پیغمبر! اگر آپ ان یہود ونصاریٰ کی خواہش کے مطابق ان کی اتباع کرتے ہیں جبکہ آپ کو اس بات کا علم ہوچکا ہے کہ حق بات آپ تک پہنچ چکی ہے تو اس بات کو سن لیجئے کہ آپ کا اس وقت نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی آپ کا مددگار رہوگا۔

آپ اگر یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مدد آپ کے ساتھ رہے تو آپ کو اسی دینِ متین کی اتباع کرنا ہے جو آپ کو دیا گیا ہے۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر (۴۸) میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہ بھی حکم دیا کہ:

فاحكم بينهم بما انزل الله ولا تتبع اهواء هم عما جاء ك من الحق

لوگوں کے معاملات میں اللہ کے حکم کے مطابق ہی فیصلہ کیجئے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں نازل کیا ہے اور حق بات کو چھوڑ کر لوگوں کی خواہش کی اتباع آپ ہرگز نہ کیجئے۔

سورۂ احزاب کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

يايها النبى اتق الله ولا تطع الكفرين والمنفقين O

اے پیارے پیغمبر! آپ اللہ سے ڈریئے اور کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانئے۔

انبیاء کرام علیہم السلام بھی احکام الٰہی کے پابند ہوتے ہیں

بزرگانِ محترم! ہم ان آیات سے اس بات کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وقت کا نبی بھی اپنی زندگی

میں قرآنی ہدایات پر خود عمل کرنے اور لوگوں کے معاملات میں قرآنی ہدایات ہی کے مطابق احکامات نافذ کرنے کا پابند ہے، جب وقت کے نبی کو اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنے طور سے کوئی فیصلہ دیں یا اپنی مرضی سے کوئی حکم نافذ کریں تو ہم اور آپ جو آپ ﷺ کے ادنیٰ امتی ہیں ہمیں کیسے یہ اختیار رہوگا کہ ہم کسی بھی معاملہ میں اپنے اختیار سے کوئی فیصلہ نافذ کریں، ہم اس بات کے پورے پورے پابند ہیں کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ حق قرار دیں اسی کو ہم بھی حق قرار دیں، جس چیز کو اللہ تعالیٰ باطل قرار دیں اسی کو ہم بھی باطل قرار دیں، جس چیز کو اللہ تعالیٰ حلال قرار دیں اسی کو ہم بھی حلال قرار دیں اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ حرام قرار دیں اسی کو ہم بھی حرام قرار دیں، جس چیز کو اللہ تعالیٰ فرض، ضروری اور واجب قرار دیں اسی چیز کو ہم بھی فرض، ضروری اور واجب سمجھیں۔

قرآن مجید اور سیرت رسول دستور حیات ہے

بزرگانِ محترم! جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو وحی کے ذریعہ پاکیزہ اور مقدس مذہب دین اسلام عطا کیا ہے اور اس دین میں انسانی زندگی کے لئے کامل و مکمل دستور موجود ہے اور ہر قسم کے عیب اور نقص سے پاک جب یہ مذہب ہے اور اس مذہب پر عمل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے عملی نمونہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی عطا کی ہے تو پھر ہمارے لئے قرآن مجید کے احکامات اور نبی کریم ﷺ کی سیرت ہی دستورِ حیات ہے، نبی کریم ﷺ نے اپنی تیئیس سالہ نبوی زندگی گزارنے کے بعد جو پیغام ہم سب کو دیا وہ یہ تھا کہ **ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما** میں تم میں دو چیزیں چھوڑ جا رہا ہوں جب تک تم ان دو چیزوں کو مضبوطی سے تھامے رہوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، وہ دو چیزیں یہ ہیں اللہ کی کتاب قرآن مجید اور میری سنت یعنی نبی کریم ﷺ کی مقدس اور پاکیزہ بے مثال سیرت......

اطاعت رسول ﷺ میں ہدایت پوشیدہ ہے

حاضرین کرام! قرآن مجید کی انہی ہدایات پر عمل کرنے اور نبی کریم ﷺ کی اسی بے نظیر سیرت پر عمل پیرا ہونے کا نام اتباع و اطاعت ہے جس کا حکم قرآن مجید میں دیا گیا ہے۔

سورۂ اعراف کی آیت نمبر (۱۵۸) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فامنوا باللّٰہ و رسولہ النبی الامی الذی یؤمن باللّٰہ و کلمتہ و اتبعوہ لعلکم تھتدون O

اے لوگو! تم اللہ پر ایمان لے آؤ اوراس کے بھیجے ہوئے پیغمبر نبی امی پر ایمان لے آؤ جو نبی خود اللہ تعالیٰ پر اوراس کی تمام باتوں پر ایمان رکھتے ہیں اوراے لوگو! **و اتبعوہ لعلکم تھتدون** تم اس نبی برحق کی اتباع واطاعت کرو، اسی کے نقش قدم پر چلو تاکہ تم سیدھی راہ پر آجاؤ۔

اس آیت سے ہم اندازہ لگاسکتے ہیں کہ آدمی راہِ راست پراسی وقت آسکتا ہے جب کہ وہ اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت اوراتباع کرلے، اسی لئے قرآن مجید میں اللہ اوراس کے رسول کے علاوہ دوسروں کی اتباع سے دوٹوک انداز میں روکا گیا ہے

دوسروں کی اتباع سے آدمی گمراہ ہوجاتا ہے

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ کی آیت نمبر(۷۷) میں فرمایا:

ولا تتبعوا اھواء قوم قد ضلوا من قبل و اضلوا کثیراً وضلوا عن سواء السبیل O

اے لوگو! تم ان لوگوں کے خیالات پر مت چلو جو پہلے خود بھی غلطی میں پڑچکے ہیں اورانہوں نے دوسروں کو بھی غلطی میں ڈال دیا ہے، یہ لوگ خود بھٹکے ہوئے ہیں، تم اگر بھٹکے ہوئے آدمی کے پیچھے چلوگے تو خود بھی بھٹک جاؤگے۔

سورۂ انعام کی آیت نمبر(۱۴۲) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین O

تم شیطان کے نقش قدم پر مت چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

جس طرح دشمن کسی کے ساتھ بھلائی نہیں چاہتا یہ شیطان بھی تمہاری بھلائی نہیں چاہتا، وہ نہیں چاہتا کہ تم سیدھی راہ پر چلو، شیطان یہ چاہتا ہے کہ تم راہِ راست سے ہٹ جاؤ تاکہ جہنم کا ایندھن بن جاؤ۔

سورۂ انعام کی آیت نمبر(۱۵۳) میں اللہ تعالیٰ نے ہم سب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیله O

اے لوگو! تم دینِ اسلام کے علاوہ دوسری راہوں پر مت چلو اگر تم قرآن وحدیث کے مقدس اور پاکیزہ راستہ سے ہٹ کر دوسرے راستہ کی طرف چلو گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹک جاؤ گے۔

سورۂ نور کی آیت نمبر (۳۱) میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

یایھا الذین اٰمنوا لاتتبعوا خطوات الشیطٰن ومن یتبع خطوات الشیطٰن فانه یامر بالفحشاء والمنکر O

اے ایمان والو! تم شیطان کے نقش قدم پر مت چلو اور جو شخص شیطان کے نقش قدم پر چلتا ہے تو وہ بے حیائی اور برائی کا ہی حکم دیتا ہے۔

سورۂ اعراف کی آیت نمبر (۳) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم O

لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے جو پیغام آیا ہے اس پیغام کی اتباع کرو۔

گزری ہوئی قوموں کی تباہی کی وجہ

بزرگانِ محترم! ہم سے پہلے جو قومیں تباہ وبرباد ہوئیں اور اللہ کے قہر اور عذاب کا شکار ہوئیں اس کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے نبیوں اور رسولوں کی اتباع کے بجائے اپنے زمانہ کے ظالم، ضدی اور سرکش سرداروں کی اتباع کی تھی اور ان کی اتباع نے انہیں تباہ وبرباد کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے سورۂ ھود میں قوم عاد کے بارے میں فرمایا:

وتلک عاد جحدوا بایت ربھم وعصوا رسله واتبعوا امر کل جبار عنید O

یہ قوم عاد ایسی قوم تھی جس قوم نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا اور ان کی طرف بھیجے ہوئے پیغمبروں کا انکار کیا اور ایسے لوگوں کے کہنے پر چلتے رہے جو ظالم اور ضدی قسم کے تھے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جس قوم نے اپنے سرداروں کی اتباع کی وہ تو تباہ و برباد ہو گئے اور جنہوں نے اپنے نبیوں اور رسولوں کی بات مانی انہیں نجات اور کامیابی نصیب ہوگئی۔

ہمارے باپ دادا سے یہ رواج چلا آرہا ہے

بزرگانِ محترم! آج ہماری بے حسی اور نادانی کا عالم یہ ہے کہ جب کوئی عالم دین رسم ورواج کے بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ کہتا ہے کہ یہ سنت ہے اور یہ بدعت ہے، یہ جائز ہے اور یہ ناجائز ہے، یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، یہ حق ہے اور یہ باطل ہے تو بعض بے حس اور نادان لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ رسم و رواج ہمارے باپ دادا کے زمانہ سے پیڑی در پیڑی چلے آرہے ہیں، اگر یہ غلط رواج ہوتا تو ہمارے باپ دادا اس رواج کو کیوں اختیار کرتے؟

جو لوگ اس قسم کا سوال کرتے ہیں انہیں یہ جان لینا چاہئے کہ نبی کریم ﷺ کے دور میں اسی قسم کا جملہ مکہ کے مشرکین نے بھی کہا تھا جس کو سورۂ لقمان کی آیت نمبر (۲۱) میں یوں بیان کیا گیا ہے:

واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللّٰہ قالوا بل نتبع ما وجدنا علیہ اٰباء نا

جب ان مشرکین سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل کئے ہیں تم ان کی اتباع کرو تو یہ مشرکین یہ کہتے ہیں ہم تو اسی کی اتباع کریں گے جس پر اپنے بڑوں کو ہم نے پایا۔

آج مشرکین کا یہ جملہ بعض نادان اور جاہل مسلمان بھی ادا کرتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا کے طریقہ پر ہم چلیں گے۔

ہمارے لئے نمونہ باپ دادا کا طریقہ نہیں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے

بزرگو اور دوستو! ہمارے لئے نمونہ باپ دادا کا طریقہ نہیں ہے، بلکہ ہمارے لئے نمونہ نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری اور پاکیزہ زندگی ہے، قرآن مجید نے ہم سے یہ نہیں کہا کہ:

اتبعوا ما وجدتم اٰباء کم O

تم اپنے ماں باپ کو جس طریقہ پر پاؤ اس طریقہ کی اتباع کرو

بلکہ ہمیں یہ ہدایت دی گئی کہ **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ** تمہارے لئے

اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے۔

یہ کہہ دینا بہت آسان ہے کہ یہ طریقہ ہمارے باپ دادا سے چلا آ رہا ہے لیکن اس جملہ کا جواب کل قیامت کے دن بھی دینا ہے، اگر ہمارے باپ دادا نے کفر وشرک کیا تو کیا ہم بھی ان کے طریقہ کو اختیار کرلیں گے؟ ہرگز نہیں!

ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب آپ ﷺ ہوجائیں

بزرگانِ محترم! ہمیں اپنے باپ دادا، اپنے خاندان، اپنی گھڑی ہوئی تہذیب اور اپنے بنائے ہوئے رسوم و رواج سے زیادہ پیارے پیغمبر کا طریقہ زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہونا چاہئے، نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والدہ و ولدہ والناس اجمعین O

تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

ہمیں اپنے دل کا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا ہمارے دل میں نبی کریم ﷺ کی محبت زیادہ ہے یا اپنے بیوی بچوں، ماں باپ اور دوسرے متعلقین کی محبت زیادہ ہے، اگر دل گواہی دے رہا ہے کہ واقعی نبی کریم ﷺ کی محبت ہمارے دل میں دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ نجات کامیابی اور سلامتی آپ کا قدم چوم رہی ہے، اور جب آپ ﷺ محبوب ہوں تو اس طریقہ پر عمل کرنا بھی ضروری اور لازمی ہوجاتا ہے جو طریقہ آپ ﷺ نے ہمیں بتلایا

قرآن مجید میں بار بار اطاعت کا حکم

اسی لئے قرآن مجید میں بار بار اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا، سورۃ النساء کی آیت نمبر (۵۹) میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

یاَیھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم

اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرواور رسول کی اطاعت کرواور جوتم میں سے حاکم ہیں ان کی بھی اطاعت کرو۔

اولی الامر کون ہیں؟

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی اطاعت کاحکم جہاں دیا گیاوہیں اولی الامر کی اطاعت کابھی حکم دیا گیاسوال یہ ہے کہ اولی الامر سےکون مراد ہیں؟

حضرت ابن عباسؓ،حضرت مجاہداورحضرت حسن بصری رحمہم اللہ وغیرہ نے اولی الامر سے علماءاورفقہاءمرادلیاہے،اس لئے کہ علماءاورفقہاءرسول کریم ﷺ کے نائب اوروارث ہیں اور دین کانظام اوردین کے احکامات کی تشریح وتفسیراوران کے نافذکرنے کی ذمہ داری علماءوفقہاء کے ہاتھ میں ہوتی ہےاس لئےحکم دیا گیا کہ اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اولی الامر کی بھی اطاعت کی جائے۔

اطاعت کرنے والے ہی کامیاب

سورۂ نورکی آیت نمبر(۵۲)میں اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں کے لئے کامیابی وکامرانی کی خوشخبری دی گئی:

ومن یطع اللّٰہ ورسولہ و یخش اللّٰہ ویتقہ فاولئک ھم الفائزون O

جوشخص اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت کرے اللہ تعالیٰ سے ڈرےاورتقویٰ اختیارکرے ایسے لوگ ہی بامراداورکامیاب ہیں،اس سے معلوم یہ ہوا کہ اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت کے بغیرآخرت کی کامیابی ملنا ناممکن ہے۔

اطاعت کرنے والے رحمتِ الٰہی کے مستحق

اسی سورۂ نورکی آیت نمبر(۵۶)سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی اطاعت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نصیب ہوتی ہے،چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

و اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون O

لوگو! نماز کی پابندی کرواورزکوٰۃ ادا کرواوررسول اکرمﷺ کی اطاعت کروتا کہ پررحم کیا جائے

اطاعت الٰہی کی جزاء

سورۂ فتح کی آیت نمبر(۱۶) میں اطاعت کے صلہ میں ملنے والے اجر کا تذکرہ کیا گیا:

فان تطیعوا یؤتکم اللّٰہ اجر احسناً O

اگرتم اطاعت کرلوتو اللہ تعالیٰ تم کو اچھا اجرعطا فرمائیں گے۔

اوراسی آیت کے بعد یہ وعدہ کیا گیا کہ:

ومن یطع اللّٰہ و رسولہ یدخلہ جنت تجری من تحتھا الانھر O

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائیں گے جن کے نیچے نہریں ہوں گی۔

بزرگانِ محترم! ہم متعدد آیات کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ دنیااورآخرت کی کامیابی اطاعت خداورسول میں ہے۔ بے مثال اجراور جنت کا داخلہ اطاعتِ خداورسول میں پوشیدہ ہے۔

اطاعت رسول درحقیقت اطاعت الٰہی ہے

حاضرین کرام! اگرایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع واطاعت کرتا ہے آپ ﷺ کی نماز جس طرح تھی اسی طرح نماز ادا کرتا ہے، آپ ﷺ نے جیسے روزہ رکھا اسی طرح روزہ رکھتا ہے، آپ ﷺ نے جس طرح حج کیا اسی طرح حج کرتا ہے، آپ ﷺ نے جیسے نکاح فرمایا ویسے ہی نکاح کرتا ہے، آپ ﷺ نے جس طرح لباس پہنا اسی طرح لباس پہنتا ہے، آپ ﷺ نے جس طرح گفتگو کی اسی طرح گفتگو کرتا ہے، آپ ﷺ نے جس طرح سچائی، امانتداری اور وعدہ وفائی کی اسی طرح سچائی، امانت داری اور وعدہ وفائی کا لحاظ رکھتا ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں جو کوئی شخص نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرتا ہے اس کو جان لینا چاہئے کہ اس نے ایک طرف نبی کریم ﷺ کی اطاعت کی اور دوسری طرف اس نے اللہ تعالیٰ کی بھی اطاعت کی اس لئے کہ آپ ﷺ کا طریقہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہے، آپ ﷺ کی نماز اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق

ہے، آپ ﷺ کا ج اللہ تعالیٰ کی منشا کے موافق ہے آپ ﷺ کی معاشرتی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکامات کے موافق ہے، آپ ﷺ جو بھی عمل کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے، آپ ﷺ کوئی بات کہتے ہیں تو وہی کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے۔

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ O

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتے جو کچھ کہتے ہیں وہی کہتے ہیں جو وحی کے ذریعہ سے آپ ﷺ کو بتلا دی جاتی ہے۔

اسی لئے قرآن مجید نے دوٹوک انداز میں اس حقیقت سے آگاہ کر دیا کہ:

ومن یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ O

جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

اور قرآن مجید میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دیا گیا وہیں بیسیوں آیات میں رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا۔

مسلمانو! ہمارے لئے نبی رحمت ﷺ کی اطاعت واتباع کے سوا کوئی اور راستہ ہے ہی نہیں۔

مومن کیلئے اللہ اور رسول کی اطاعت ہی زیبا دیتی ہے

اگر ہم مومن ومسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو پھر ہمارے لئے صرف اور صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہم آپ ﷺ کی اطاعت کرلیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ انفال کی پہلی آیت میں فرمایا:

واطیعوا اللّٰہ ورسولہ ان کنتم مومنین O

تم اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔

ایک مومن ومسلمان اپنا چہرہ ہر چیز سے موڑ سکتا ہے مگر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے منہ موڑ نہیں سکتا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ انفال کی آیت نمبر (۲۰) میں ہم ایمان والوں کو للکار کر فرمایا:

یایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللّٰہ و رسولہ ولا تولوا عنہ وانتم تسمعون

اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس کا کہنا ماننے سے

منہ نہ موڑو جبکہ تم سن رہے ہو۔

اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والے جنت میں نبیوں کے ساتھ

بزرگانِ محترم! میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ کے دل میں ایک مومن و مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ آرزو ہوتی ہے کہ جنت میں آپ نبیوں کے ساتھ رہیں، صدیقین کے ساتھ رہیں، شہیدوں کے ساتھ رہیں، نیکوکاروں کے ساتھ رہیں، اگر واقعی آپ کے دل میں یہ آرزو اور تمنا ہے تو یہ تمنا اور آرزو اللہ تعالیٰ مبارک کرے، لیکن اس آرزو کو پورا کرنے کے لئے کیا فارمولہ اختیار کرنا چاہئے؟ وہ کونسا نسخہ ہے جس کے استعمال کے بعد ہم اس قابل ہوسکیں گے کہ جنت میں نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ رہیں، یہ نسخہ قرآن مجید پیش کرتا ہے، سورۂ نساء کی آیت نمبر (٦٩) پڑھئے۔

ومن يطع اللّٰه و الرسول فاولئک مع الذين انعم اللّٰه عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصلحين وحسن اولئک رفيقاً O

اور جولوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں یہ لوگ ان مقدس پاکیزہ اور خوش نصیب لوگوں کے ساتھ رہیں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی یہ لوگ نبیوں اور صدیقین اور شہداء وصالحین کے ساتھ رہیں گے، غور فرمائیے کہ جب ہمارے حق میں جنت کا فیصلہ ہوگا تو ہم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وجہ سے نبیوں، شہیدوں، صدیقوں اور نیک لوگوں کی صحبت میں رہ سکیں گے۔

اگر سچی آرزو دل میں ہوگی تو ایسا شخص دنیا کی ساری خواہشات کو لات مارے گا اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے لئے اپنی زندگی وقف کردے گا۔

بزرگانِ محترم! آج ہم بڑے آرام وراحت کے ماحول میں بیٹھے اس آیت کو سن رہے ہیں لیکن معلوم ہونا چاہئے کہ اس آیت کے نازل ہونے کا سبب کیا تھا؟

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز ایک صحابی رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے

اورعرض کیا یارسول اللہ! میرے دل میں آپ کی محبت اپنی جان سے بھی زیادہ ہے، اپنی بیوی سے بھی زیادہ ہے، اپنی اولاد سے بھی زیادہ ہے، بعض اوقات میں اپنے گھر میں بے چین رہتا ہوں یہاں تک کہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ ﷺ کی زیارت کرلیتا ہوں جب آپ ﷺ کی زیارت ہوجاتی ہے تو میرے دل کوسکون ملتا ہے۔

یارسول اللہ! اب مجھے فکر ہے کہ جب آپ ﷺ کی وفات ہوجائے گی اور مجھے بھی موت آجائے گی تو میں جانتا ہوں کہ آپ جنت میں نبیوں کے ساتھ اونچے درجوں میں ہوں گے اور مجھے پہلے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ میں جنت میں پہنچوں گا یانہیں، اگر جنت میں داخل ہوجاؤں تو جنت کے جس درجہ میں رہوں گا وہ تو آپ کے درجہ سے کوسوں دور ہوگا پھر میں وہاں آپ کی زیارت نہ کرسکوں گا اس وقت مجھے کیسے صبر آئے گا؟ آپ کو دیکھے بغیر مجھے کیسے چین آئے گا؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی رسول کی یہ بات سنی اتنے میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

ومن یطع اللّٰہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللّٰہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحین O

جولوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اوررسول اکرم ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں یہ خوش نصیب لوگ ان خوش نصیب لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام واحسان ہوا یعنی یہ اطاعت کرنے والے جنت میں نبیوں کے ساتھ ہوں گے، صدیقین کے ساتھ ہوں گے، شہیدوں کے ساتھ ہوں گے، اورصالحین کے ساتھ ہوں گے۔

بزرگانِ محترم! اب سوال یہ ہے کہ اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت کرنے والے کس طرح ان اونچے رتبہ والوں کے ساتھ ہوں گے؟ کیا صورت ہوگی کہ یہ اطاعت کرنے والے ان خوش نصیب لوگوں کے ساتھ ہوں گے؟ مختلف تفسیروں کے مطالعہ کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ جس کی ایک صورت یہ ہوگی کہ جنت میں سب اپنی اپنی جگہ سے ایک دوسرے کودیکھیں گے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اِرشادفرمایا:

اہل جنت اپنی کھڑکیوں میں اپنے سے اوپر کے طبقہ والوں کو دیکھیں گے، جیسا دنیا میں تم ستاروں کو دیکھتے ہو۔

یا یہ صورت ہوگی کہ ایک دوسرے کے درجات میں ملاقات کے لئے آیا جایا کریں گے جیسا کہ ابن جریرؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ اونچے درجات والے نیچے درجات والوں کی طرف اتر کر آیا کریں گے، ان کے ساتھ ملاقات کریں گے اور ان کے ساتھ بیٹھا کریں گے۔

بزرگانِ محترم! کس قدر خوشگوار، پر بہار، دلفریب، بابرکت اور رحمت سے بھرپور وہ ماحول ہوگا جس میں نبی کی اطاعت کرنے والے نبی کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے، ملاقات کریں گے، اس مبارک اور خوشگوار ماحول کے پانے کے ہم بھی مستحق ہوسکتے ہیں لیکن شرط یہی ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرلیں۔

صحابۂ کرامؓ بھی کس قدر نبی سے الفت ومحبت رکھنے والے تھے کہ انہیں یہ فکر لاحق ہے کہ جنت میں نبی کا دیدار ہوگا یا نہیں وہ سوچ رہے ہیں کہ آج تو ہم آپ ﷺ سے جب چاہے ملاقات کرسکتے ہیں لیکن موت کے بعد ہم کس طرح آپ ﷺ کو دیکھ سکیں گے؟

حضرت کعبؓ نے نبی رحمت ﷺ سے کیا مانگا؟

حضرت کعب بن اسلمیؓ جلیل القدر صحابی ہیں انہیں یہ شرف حاصل تھا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ رات گزارا کرتے تھے اور آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے، ایک رات تہجد کے وقت حضرت کعبؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وضو کا پانی اور مسواک وغیرہ رکھ دی، نبی کریم ﷺ ان کی اس خدمت سے بہت خوش ہوئے اور اس خوشی کے عالم میں فرمایا، مانگو کیا مانگتے ہو؟ حضرت کعبؓ اسلمیؓ نے موقع کو غنیمت جانا، ہم ہوتے تو سونا چاندی مانگتے، گھر اور بنگلہ مانگتے، روپئے پیسے مانگتے دینار ودرہم مانگتے، دنیا کی دولت مانگتے، مگر سلام ہو نبی رحمت ﷺ پر اور ان کے صحابہ پر کہ صحابی رسول حضرت کعبؓ اسلمیؓ نے عرض کیا میں جنت میں آپ کی صحبت چاہتا ہوں، نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا، اور کچھ؟ تو انہوں نے عرض کیا اور کچھ نہیں، اس جواب پر نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا

اگرتم جنت میں میرے ساتھ رہنا چاہتے ہوتو خوب سجدے کیا کرو اور نوافل کی کثرت رکھوتمہارا مقصد حاصل ہوجائے گا اور جنت میں میری صحبت نصیب ہوگی۔

بزرگانِ محترم ! ہمیں اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں نبی کریم ﷺ کی سچی اتباع واطاعت کرنی چاہئے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو دنیا کی مختلف تہذیبوں سے مرعوب ہونے سے بچائے اور صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع نصیب فرمائے۔آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین .

■ ■ ■

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام عَلٰی سَیِّدِالْمُرْسَلِیْن مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن . اَمَّا بَعْدُ . فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم O

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَرَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْن O (البقرہ/۲۷۷)

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرَّاکِعِیْن O (البقرہ/۴۳)

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَیُطِیْعُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰئِکَ سَیَرْحَمُھُمُ اللّٰہ O (التوبۃ / ۷۱)

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰکِیْنَ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْھَا وَالْمُؤَلَّفَۃِ قُلُوْبُھُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَابْنِ السَّبِیْلِ فَرِیْضَۃً مِّنَ اللّٰہِ O (البقرہ/۶۰)

رِجَالٌ لَّاتُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِاللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ O (النور/۳۷)

وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَجُنُوْبُھُمْ وَظُھُوْرُھُمْ ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَاکُنْتُمْ تَکْنِزُوْنO(التوبۃ /

(۳۵

عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ مَا خَالَطَتِ الصَّدَقَۃُ مَالاً قَطُّ اِلَّا اَھْلَکَتْہُ (رواہ الشافعی والبخاری فی تاریخہ)

* * * * *

حاضرینِ کرام! مذہبِ اسلام ہمیں ایک طرف اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے تو دوسری طرف بندوں کے حقوق ادا کرنے کا حکم بھی دیتا ہے، اسی لئے اسلام کے بنیادی ارکان میں ایسے ارکان بھی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ہوتے ہیں اور مخلوق کے حقوق بھی ادا ہوتے ہیں، ہم نماز پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا ہوتا ہے اور زکواۃ ادا کرتے ہیں جس سے اللہ کی مخلوق کا حق ادا ہوتا ہے، قرآن مجید سے پہلے جو آسمانی کتابیں نازل ہوئیں ان میں بھی زکواۃ وصدقات کی ترغیب تھی اور قرآن مجید میں بار بار ایمان والوں کو زکواۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا، چنانچہ متعدد آیتیں زکواۃ کی فرضیت، فضیلت اور اہمیت پر دلالت کرتی ہیں اور زکواۃ کے ادا نہ کرنے پر وعیدیں بھی قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں۔

چونکہ زکواۃ اسلام کا بنیادی رکن ہے قرآن مجید اور احادیث شریفہ میں بکثرت زکواۃ کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں اس لئے آج کی اس مجلس میں زکواۃ سے متعلق چند باتیں بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، زکواۃ سے متعلق مختلف پہلو ہیں جن کے بیان کرنے کے بعد ہی آدمی مطمئن ہوسکتا ہے۔

زکواۃ کا مقصد کیا ہے؟ زکواۃ کی اہمیت اور فضیلت کیا ہے، زکواۃ ادا نہ کرنے کے نقصانات کیا ہیں، زکواۃ کب دینا چاہئے، زکواۃ کے مستحق کون ہیں یعنی کن کن لوگوں کو زکواۃ دینا چاہئے اور کن لوگوں کو نہیں دینا چاہئے، زکواۃ کب فرض ہوتی ہے، کس پر فرض ہوتی ہے، زکواۃ کا نصاب کیا ہے؟ یہ اہم جزئیات ہیں جن پر اگر بحث ہو تو انشاء اللہ ایک حد تک ہم اس فریضہ سے متعلق معلومات کے سلسلہ میں مطمئن ہوسکتے ہیں۔

حاضرینِ کرام! سب سے پہلے ہمیں یہ جان لینا چاہئے کہ زکواۃ کو اسلام نے کیوں مشروع کیا ہے اور اس کا مقصد کیا ہے؟ زکواۃ کا مقصد یہ ہے کہ مال و دولت کسی ایک کے پاس منجمد نہ ہو بلکہ مال و دولت زیادہ سے زیادہ گردش اور حرکت میں رہے جب تک دولت حرکت میں رہتی ہے لوگ معاشی اعتبار سے خوشحال رہتے ہیں، اس لئے حکم دیا گیا کہ صاحب ثروت مالدار اپنے مال کا ایک حصہ ان لوگوں تک پہنچائے جو اس مال کے محتاج ہیں اور زکواۃ کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں بھائی چارگی، ہمدردی اور ایثار کا جذبہ بیدار رہے، جب ایک مسلمان اپنی محنت سے کمایا ہوا مال اللہ کے حکم سے اللہ کے ان بندوں پر خرچ کرتا ہے جو مفلس، نادار، غریب اور محتاج ہیں تو اس کی وجہ سے دل میں نرمی اور غریبوں کی غربت کا احساس پیدا ہوتا ہے اور مال دیتے رہنے سے مال کی محبت میں کمی بھی آتی ہے اور جب مال کی محبت میں کمی آتی ہے تو آدمی کے اخلاق میں ترقی ہوتی ہے، زکواۃ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ غریبوں، محتاجوں، تنگدستوں، مفلسوں، کمزوروں، مظلوموں، پریشان حال مسافروں، قیدیوں، یتیموں، اور بیواؤں کی زندگی کی ضروریات پوری ہوجاتی ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جب مسلمان ماہِ رمضان المبارک میں زکواۃ ادا کرتے ہیں تو ہر غریب کے ہاں کسی نہ کسی قدر فراوانی اور خوشحالی آتی ہے، ان کے گھروں میں بھی خوشی کی لہریں دوڑنے لگتی ہیں اور زکواۃ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ زکواۃ ادا کرنے کی برکت سے اپنے پاس موجود مال محفوظ ہوجاتا ہے اور اگر آدمی صاحب نصاب ہونے کے باوجود زکواۃ ادا نہیں کرتا تو اس کا مال ضائع اور تباہ ہوجاتا ہے اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

مَا خَالَطَتِ الصَّدَقَةُ مَالاً قَطُّ اِلَّا اَهْلَكَتْهُ ○

''جس مال کی زکواۃ ادا نہ کی جائے وہ مال تباہ ہوجاتا ہے''

بزرگانِ محترم! بہر حال زکواۃ کے ادا کرنے سے غریب کا بھی فائدہ ہے اور مالدار کا بھی، غریب کا فائدہ یہ کہ اس کی ضرورت پوری ہوجاتی ہے اور مالدار کا فائدہ یہ ہے کہ اس کا مال محفوظ ہوجاتا ہے اور اسی کے ساتھ اس کا مال شرعی اعتبار سے پاک وصاف بھی ہوجاتا ہے اور زکواۃ ادا

کرنے سے آدمی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حقدار بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ O

''اور نماز قائم کرواور زکواۃ ادا کرواور رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کروتا کہ تم پر رحم کیا جائے''

بزرگانِ محترم ! ہم زکواۃ دے کر غریبوں اور مسکینوں پر رحم کرتے ہیں اور آسمان والا رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ ہم پر رحم کرتا ہے، اسی لئے حدیث میں یہ کہا گیا:

اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ O

''تم زمین والوں پر رحم کروآسمان والاتم پر رحم کرے گا''

اگر ہم اس دنیا میں غریبوں اور محتاجوں کو زکواۃ کا مال دے رہے ہیں تو حقیقت میں ہم اللہ تعالیٰ کو قرض دے رہے ہیں اور قرض کا اصول یہ ہوتا ہے کہ جو چیز بطورِ قرض دی جاتی ہے وہ لوٹا دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ میں زکواۃ وصدقات دینے کو قرضۂ حسنہ قرار دیا:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَاللّٰهِ هُوَ خَيْراً وَّاَعْظَمَ اَجْراً O

(المزمل/ ۲۰)

''لوگو! نماز قائم کرواور زکواۃ دیتے رہواور اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض دواور جو کچھ تم اپنے آگے بھیجو گے اپنے واسطے کوئی نیکی تو اللہ کے پاس اس سے بہتر پاؤ گے اور بہت بڑا اجر بھی پاؤ گے''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہم جو کچھ اللہ کی راہ میں زکواۃ، صدقات اور عطیات دے رہے ہیں یہ اللہ کے ہاں بطور قرضۂ حسنہ جمع ہو رہا ہے گویا ہمارا ابدی اور دائمی اکاونٹ میں اس کا اجر اور ثواب محفوظ ہو رہا ہے جب قیامت کے دن ہمارا کھاتہ کھل جائے گا تو یہی اجر، یہی ثواب اور بینک بیلنس ہمارے کام آئے گا۔

اور ہماری یہ نمازیں اور ہماری یہ زکواۃ کی ادائیگی کل قیامت کے دن کے خوف اور غم سے نجات کا ذریعہ بھی ثابت ہوں گے، سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۲۷۷) پرغور فرمایئے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلاَھُمْ یَحْزَنُوْنَ O (البقرہ/۲۷۷)

’’جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیئے اور نماز کو قائم رکھا اور زکواۃ دیتے رہے ان کے رب کے پاس اجر وثواب بھی ہے اور نہ ان کو وہاں خوف واندیشہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے‘‘

ایک مومن کے لئے سب سے بڑی فکر کی بات یہی ہے کہ کل قیامت کے دن اس کو ہر قسم کے خوف اور غم سے نجات مل جائے اور نجات کے اسباب یہ ہیں کہ ہم اس دنیا میں نماز کی پابندی کریں اور زکواۃ ادا کریں۔

بزرگانِ محترم! قرآن مجید اور احادیث شریفہ میں نماز اور زکواۃ کی اس قدر ترغیب اور تاکید کے باوجود آج مسلمانوں کا بیشتر طبقہ اس سے غافل ہے، آج ہمارے کاروبار، ہماری تجارتیں، ہماری ملازمتیں اور ہماری مصروفیتیں اس قدر بڑھ گئی ہیں کہ ان مصروفیتوں نے ہم کو اس نماز سے بھی غافل اور لاپرواہ بنادیا ہے اور زکواۃ کی ادائیگی سے بھی محروم کردیا ہے، آج کتنے بڑے بڑے مالدار مسلمان ایسے ہیں جن کو اپنے سرمایہ کا حساب کرنے اور اپنی تجارتوں کا جائزہ لے کر فرض زکواۃ ادا کرنے کی بھی فرصت نہیں ہے۔ اللہ کے نیک بندوں کو ان کی تجارت، نماز اور زکواۃ جیسے اہم فریضہ سے ہرگز غافل نہیں کرسکتی اسی لئے سورۂ نور کی آیت نمبر (۳۷) میں اللہ تعالیٰ نے ایسے نیک بندوں کے بارے میں فرمایا:

رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِاللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ O

’’یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کو ان کی تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی‘‘

ایمان والوں کے اوصاف وعادات یہ ہوتے ہیں کہ وہ امر بالمعروف بھی کرتے ہیں نہی عن المنکر بھی کرتے ہیں، ایک آدمی کے مومن ہونے کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ وہ اللہ کو ایک مان لے بلکہ اس کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے ان احکامات پر

عمل کیا جائے ،اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی علامتیں سورۂ توبہ کی آیت نمبر(۷۱) میں بیان کی ہیں:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰۤئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ O

’’اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں یہ ایسے ہیں کہ نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکواۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ ضرور رحمت فرمائے گا‘‘

حاضرینِ کرام! ان آیات سے زکواۃ کی اہمیت وافادیت معلوم ہوئی، اللہ تعالیٰ نے زکواۃ ادا نہ کرنے والوں کے لئے سورۂ توبہ کی آیت نمبر (۳۴) میں وعید بھی بیان کی ہے، چنانچہ فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ O

’’جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ، اے پیارے پیغمبر! آپ ان کو بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے، اللہ تعالیٰ نے اس دردناک عذاب کی شکل بھی بیان کر دی کہ:

يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ

(التوبہ/۳۵) قیامت کے دن جس سونے چاندی کو دنیا میں یہ لوگ استعمال کیا کرتے تھے اور اس کی زکواۃ ادا نہیں کرتے تھے اس کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس گرم تپے ہوئے سونے چاندی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پیٹھوں کو داغ دیا جائے گا، پھر ان کو اس کی وجہ بھی بتلا دی جائے گی کہ **هٰذا ما كنزتم لانفسكم** یہ عذاب اس لئے دیا

جا رہا ہے کہ تم دنیا میں اس سونے چاندی کے خزانے بنا کر رکھتے تھے اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تھے۔ پھر کہا جائے گا، **فذوقوا ما کنتم تکنزون** تم اس سونے چاندی کو جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

بزرگانِ محترم! جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابۂ کرامؓ نے یہ سمجھا کہ ان کو مال و دولت جمع کرنے سے بالکل ہی روک دیا گیا ہے اس لئے جو کچھ ان کے پاس تھا وہ سب اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا اِرادہ کیا اور ساتھ ہی ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کو گھبراہٹ بھی ہوئی کہ اگر سب کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں تو زندگی میں تکلیف اور دقت ضرور ہوگی، حضرت عمرؓ نے جب یہ عام گھبراہٹ محسوس کی تو نبی کریم ﷺ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی اور صحابۂ کرامؓ کی پریشانی کا تذکرہ کیا، نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے زکواۃ صرف اس لئے فرض کی ہے کہ زکواۃ ادا کرنے کے بعد تمہارے پاس جو مال بچ جائے وہ زکواۃ اس بچے ہوئے مال کو پاک کردے اور جو کچھ باقی رہ جائے اس میں وراثت جاری کی ہے اگر بندہ کا سارا مال خرچ کرا دینا اللہ تعالیٰ کو مقصود ہوتا تو اسلام میں وراثت کا حکم کیوں ہوتا؟ اگر اللہ تعالیٰ نے وراثت کا حکم نافذ کیا ہے تو اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ آدمی اپنے پاس مال و دولت جمع کرسکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس کی زکواۃ ادا کی جائے۔

آدمی یہ سوچتا ہے کہ اگر میں زکواۃ ادا نہیں کروں گا تو اتنے روپے پیسے میرے بچ جائیں گے مثلاً ایک لاکھ روپے ضرورت سے زائد اس کے پاس ہیں اور یہ سوچتا ہے کہ اگر میں ایک لاکھ کی زکواۃ ادا کروں تو ڈھائی ہزار روپے میرے کم ہو جائیں گے تو اس قسم کی سوچ رکھنے والے بدقسمت مسلمان کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہی ڈھائی ہزار روپے اس کے باقی سرمایہ اور دولت کی حفاظت کا ذریعہ ہیں اور اگر وہ اس مال کی زکواۃ ادا نہیں کرتا تو اس کو اس عذاب کے سہنے کی بہت ہمت پیدا کر لینا چاہئے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا، بخاری نے یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے دولت عطا فرمائی پھر اس نے اس کی زکواۃ ادا نہیں کی تو وہ دولت قیامت کے دن اس آدمی کے سامنے ایسے زہریلے ناگ سانپ کی شکل میں آئے گی جس کے انتہائی زہریلے پن کی وجہ سے اس کے سر کے بال جھڑ گئے ہوں اور اس کی آنکھوں کے اوپر دو سفید نقطے ہوں گے پھر وہ سانپ

اس زکواۃ ادا نہ کرنے والے بخیل کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا، پھر وہ سانپ اس شخص کی دونوں باچھیں پکڑے گا اور کاٹے گا اور کہے گا کہ میں تیری دولت ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، اس فرمانِ مبارک کے بعد نبی کریم ﷺ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی جو سورۂ ال عمران کی آیت ہے۔

وَلاَ یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتَاھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ھُوَ خَیْرًالَّھُمْ بَلْ ھُوَ شَرٌّلَّھُمْ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃُ(اٰل عمران/۱۸۰)

''وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل وکرم سے عطا کیا ہے بخل کرتے ہیں وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ ان کے لئے خیر ہے بلکہ وہ ان کے لئے شر ہے، قیامت کے دن ان کی یہ دولت ان کے گلوں میں طوق بنا کر ڈالی جائے گی''

بزرگانِ محترم! ان لوگوں کو جو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور زکواۃ ادا کرنے سے بخل کرتے ہیں اس سخت ترین عذاب پر توجہ دینا چاہے اور اپنے بخل سے باز آنا چاہئے اور سخاوت وفیاضی سے کام لینا چاہئے۔

حاضرینِ کرام! زکواۃ کی فرضیت، فضیلت، افادیت اور زکواۃ نہ ادا کرنے کی وعیدوں کے سننے کے بعد یقیناً ہمارے دل میں یہ جذبہ پیدا ہو چکا ہے کہ ہم زکواۃ کے ادا کرنے میں غفلت ہرگز نہیں کریں گے، اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ زکواۃ کب فرض ہوتی ہے؟

ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ جس کسی شخص کو کسی طریقہ سے مال حاصل ہو تو اس پر زکواۃ اس وقت تک واجب نہیں ہوتی جب تک کہ اس مال پر سال نہ گزر جائے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ نصاب کے بقدر جو مال بھی ہمارے پاس ہو اور ہم اس مال کے مالک بن جائیں تو مالک بننے کے ایک سال کے بعد ہم پر زکواۃ واجب ہوتی ہے، اب سوال یہ ہے کہ زکواۃ کس پر فرض ہوتی ہے اور کس قدر مال ہونے پر فرض ہوتی ہے، اس سلسلہ میں فقہاء کرام نے احادیث شریفہ کی روشنی میں فرمایا کہ ہر سال اس عاقل اور بالغ مسلمان مرد وعورت پر زکواۃ فرض ہے جو صاحب نصاب ہو اور اس کے پاس موجودہ مال پر پورا ایک سال گزر گیا ہو۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمان پر زکواۃ فرض ہے کافر پرنہیں، کافر پر نہ نماز فرض ہے اور نہ روزہ نہ حج فرض ہے اور نہ ہی زکواۃ اور بالغ مسلمان پر زکواۃ فرض ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ چھوٹے بچے پر زکواۃ فرض نہیں ہے، اگر چہ کہ وہ نصاب کے بقدر مال کا مالک ہے اور اسی طرح زکواۃ مرداورعورت دونوں پر فرض ہے، اگر مرد اتنے مال کا مالک ہے جو نصاب کے بقدر ہو تو مرد پر زکواۃ فرض ہے اور اگر عورت اتنے مال کی مالکہ ہے جو نصاب کے بقدر ہے تو عورت پر زکواۃ فرض ہے اور زکواۃ ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض نہیں جیسا کہ روزہ اور نماز فرض ہیں بلکہ ایسے مسلمان مرد اورعورت پر زکواۃ فرض ہے جو صاحبِ نصاب ہیں، اب ہمیں یہ جان لینا چاہئے کہ صاحبِ نصاب کون ہے اور صاحبِ نصاب کو سمجھنے کے لئے نصاب کسے کہتے ہیں وہ سمجھنا ضروری ہے، شریعت میں نصاب سونے چاندی یا دوسرے مال و اسباب کی اس مقدار کو کہتے ہیں جس مقدار پر زکواۃ واجب ہوتی ہے اور جس کے پاس اتنی مقدار مال و دولت ہو تو اس شخص کو صاحبِ نصاب کہا جاتا ہے، جس شخص کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا ہو اس پر زکواۃ واجب ہے، اب ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ سونے اور چاندی میں سے چالیسواں حصہ نکالے یا اس کی قیمت بطور زکواۃ کسی محتاج کو دے دے۔

حاضرینِ کرام ! صاحبِ نصاب اور نصاب کو جان لینے کے بعد ہمیں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ کس قسم کی چیزوں پر زکواۃ فرض ہوتی ہے، اس لئے کہ ہمارے پاس روپیہ پیسہ بھی ہوتا ہے، تجارت کا سامان بھی ہوتا ہے، جائیداد بھی ہوتی ہے، سواریاں بھی ہوتی ہیں، اوزار اور ہتھیار بھی ہوتے ہیں، استعمال کی چیزیں بھی ہوتی ہیں، زمین کی پیداوار بھی ہوتی ہے، جانور اور چوپائے بھی ہوتے ہیں، لوہا تانبا اور پیتل بھی ہوتا ہے اس سلسلہ میں فقہاء کرام نے احادیث شریفہ سے استدلال کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا ہے کہ چھ قسم کی چیزوں پر زکواۃ واجب ہوتی ہے۔

سب سے پہلی چیز جس پر زکواۃ واجب ہوتی ہے، چاندی اور ان سے بنے ہوئے برتن زیورات وغیرہ اور دوسری قسم کی چیزیں تجارت کا مال یعنی ہر وہ مال جس کی تجارت آدمی کرتا ہے، اس تجارت کے مال پر بھی زکواۃ واجب ہوتی ہے، تیسری قسم روپیہ پیسہ ہے، چاہے وہ ڈالر کی شکل

میں ہو یا پونڈ کی شکل میں، دینارودرہم کی شکل میں ہو یا سکہ اور ٹکہ کی شکل میں ہو، چوتھی قسم زمین کی پیداوار ہے چاہے وہ اناج ہو یا میوہ، پھل پھلاری ہو یا ترکاری، پانچویں قسم ایسے جانور جو تجارت کی غرض سے پالے جائیں یا ان جانوروں کی نسل بڑھانے کے لئے پالے جائیں یا ان سے دودھ حاصل کرنے کی غرض سے رکھے جائیں، چھٹویں قسم معدنیات یعنی زمین سے نکلنے والی چیزیں جیسے لوہا تانبا وغیرہ، یہ چھ قسم کی چیزیں ہیں جن پر زکواۃ ادا کرنا واجب ہے، ان چھ قسم کی چیزوں میں ہر قسم میں کب اور کس وقت زکواۃ دینا چاہئے اس کی تفصیل بھی فقہاء کرام نے بیان کی ہے۔

سونے اور چاندی کے نصاب کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی کے پاس صرف ساڑھے سات تولے سونا ہے یعنی ساڑھے سات تولے کے زیورات یا برتن ہیں تو ایسی صورت میں زکواۃ واجب ہوگی، اگراس سے کم ہو تو زکواۃ واجب نہیں جب کہ صرف سونا ہو اور ساتھ میں چاندی نہ ہو۔

سونے کی زکواۃ ادا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جتنا سونا ہے مارکٹ کے موجودہ بھاؤ کے حساب سے اس کی قیمت طئے کرلی جائے، مثلاً کسی کے پاس دس تولے سونا ہے اور بازار میں ایک تولے سونے کی قیمت چھ ہزار روپئے ہے تو دس تولے سونے کی قیمت ساٹھ ہزار روپئے ہوئی اب ساٹھ ہزار روپیوں کی زکواۃ فی ہزار پچیس روپئے کے حساب سے ادا کریں تو ظاہر ہے کہ ساٹھ ہزار روپیوں کی زکواۃ ڈیڑھ ہزار روپئے ہوئی، اگر صرف سونا ہو اور چاندی بالکل نہ ہو تو جب تک ساڑھے سات تولے سونا نہ ہو، زکواۃ واجب نہیں ہوگی اگر سونے کے ساتھ تھوڑی بھی چاندی کسی کے پاس ہو تو اب چاندی کے لحاظ سے زکواۃ واجب ہوگی یعنی یہ دیکھا جائے گا کہ ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر اگر چاندی کے ساتھ سونا ہے تو اب زکواۃ واجب ہوجائے گی مثلاً اگر کسی کے پاس دو تولے چاندی اور دو تولے سونا ہے تو زکواۃ اس لئے واجب ہے کہ دو تولے سونے کی قیمت میں ساڑھے باون تولے چاندی آجاتی ہے تو قیمت کے اعتبار سے چاندی کا نصاب پورا ہوگیا تو اب اس شخص کو چاہئے کہ وہ جتنی چاندی اور جتنا سونا ہے دونوں کی مارکیٹ کے موجودہ بھاؤ کے حساب سے قیمت لگائے اور فی ہزار پچیس روپئے کے حساب سے زکواۃ ادا کرے، یہ بات یادرہے کہ سونے اور چاندی پر زکواۃ اس وقت واجب ہوگی جب کہ اس کے

مالک بنے ہوئے ایک سال گزر گیا ہو، اگر ابھی ایک سال نہیں گزرا ہے تو زکواۃ واجب نہیں ہوگی لیکن اگر کوئی شخص پیشگی بھی زکواۃ ادا کردے تو زکواۃ ادا ہو جائے گی۔

چونکہ لوگ رمضان المبارک میں عموماً زکواۃ ادا کرتے ہیں اور زیادہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رمضان میں زکواۃ ادا کرتے ہیں اس لئے زکواۃ کا معمول رمضان میں عام ہے ورنہ تو زکواۃ اس وقت فرض ہوتی ہے جب کہ نصاب کے بقدر مال پر ایک سال گزر گیا ہو۔

حاضرینِ کرام! اب تک جو نصاب بیان کیا گیا وہ سونے اور چاندی کا تھا ہمارے پاس ضرورت سے زائد جو روپیہ پیسہ، دینار و درہم یا ڈالر و پونڈ وغیرہ ہوں اور ہمارے پاس یہ نقد رقم رہتے ہوئے ایک سال گزر گیا ہو تو اب ہم پر ضروری ہے کہ ہم اس کی زکواۃ ادا کریں، اگر یہ روپے پیسے اتنی مقدار میں ہیں کہ ان سے ساڑھے باون تولے چاندی خریدی جاسکتی ہے تو اس نقد رقم پر بھی زکواۃ واجب ہے اور اسی وقت واجب ہے جب کہ یہ نقد رقم ہماری بنیادی ضرورتوں سے زائد ہو اور اس پر ایک سال گزر چکا ہو، فی ہزار پچیس روپئے کے حساب سے زکواۃ نکالی جائے مثلاً ہمارے پاس اصل ضرورت سے زائد ایک سال سے ایک لاکھ روپئے رکھے ہوئے ہیں چاہے وہ ہمارے گھر میں ہوں یا بینک میں دونوں صورتوں میں اس کی زکواۃ ڈھائی ہزار روپئے نکالی جائے گی۔

حاضرینِ کرام! یہاں ضرورت سے زائد کا جو جملہ آپ کے سامنے بار بار آرہا ہے تو ضروریات بھی دو طرح کی ہوتی ہیں ایک تو بنیادی ضرورتیں، مثلاً کھانا پینا، پہننا، رہنا سہنا، علاج معالجہ تعلیم و تربیت وغیرہ، ظاہر ہے کہ یہ ہماری زندگی کی اہم ضروریات ہیں جن کے بغیر زندگی گزارنا مشکل ہے اور ضروریات کی دوسری شکل یہ بھی ہے، عیش و آرام، شادی کی فضول رسموں کے اخراجات، ختنہ اور عقیقہ کی فضول تقریبیں، فضول دعوتیں، ضرورت سے زائد شوقیہ سواریاں وغیرہ یہ اصل اور بنیادی ضروریات نہیں ہیں، جو روپیہ پیسہ ہماری اصل بنیادی ضرورتوں سے زائد ہے اس پر زکواۃ فرض ہے اور ضروریات سے مراد فی الوقت جو ضرورت ہے وہ مراد ہے، وہ ضرورت نہیں جو مستقبل میں کسی وقت پیش آئے، اگر آدمی اس قسم کے حیلے تلاش کرے گا تو کبھی اس پر زکواۃ فرض ہی نہیں ہوگی اور رہی بات تجارت کے سامان پر جو زکواۃ فرض ہے اس کا نصاب

یہ ہے کہ آپ کے کاروبار میں جس قدر تجارت کا سامان ہو تو اس سامان کی قیمت لگائی جائے گی اور جتنا سامان سال بھر کی تجارت میں عموماً رہتا ہے، اس کا انداز لگایا جائے گا اور جس قدر بھی سرمایہ ہو اس پر فی ہزار پچیس روپئے کے حساب سے زکواۃ نکالی جائے گی، اگر کسی کے پاس ایسا مکان ہے جس کو اس شخص نے کرایہ پر دیا ہے تو اس شخص پر اس مکان کی پوری قیمت پر زکواۃ نہیں ہے جس قدر کرایہ سالانہ آرہا ہے کرایہ میں آنے والی اس رقم پر زکواۃ ہے، اسی طرح کوئی سواری یا کوئی دوسری چیز کرایہ پر رکھی ہے تو جس قدر کرایہ آتا ہے اس پر زکواۃ ہے، جانوروں کی زکواۃ، اور زمین کی پیداوار کی زکواۃ اور اسی طرح معدنیات لوہے تانبے کی پیداوار کی زکواۃ کی تفصیلات بھی فقہاء کرام نے بیان کی ہیں جن حضرات کو ان مسائل کے جاننے کی ضرورت ہو وہ علماء کرام سے رجوع ہوں اور ان کا نصاب معلوم کرلیں اور زکواۃ ادا کرنے کی کوشش کریں۔

حاضرینِ کرام! اب ایک اہم مسئلہ یہ رہ گیا ہے کہ زکواۃ کی رقم کن لوگوں کو دینا چاہئے اور کن لوگوں کو نہیں دینا چاہئے؟ کواۃ کی رقم جن لوگوں کو دینا چاہئے ان کی تفصیل سورۂ توبہ کی آیت نمبر (٦٠) میں بیان کی گئی اور آٹھ قسم کے مصارف اس آیت میں بیان کئے گئے ہیں کہ زکواۃ ان آٹھ قسم کے لوگوں کو دی جائے۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلۡفُقَرَاءِ وَالۡمَسَاكِيۡنَ وَالۡعَمِلِيۡنَ عَلَيۡهَا وَالۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوۡبُهُمۡ وَفِيۡ الرِّقَابِ وَالۡغَارِمِيۡنَ وَفِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَابۡنَ السَّبِيۡلَ O

''زکواۃ بس حق ہے، مفلسوں کا اور محتاجوں کا اور زکواۃ وصولی کا کام کرنے والوں کا اور مولفۃ القلوب کا اور غلاموں کو آزادی دلانے اور ان لوگوں کی مدد میں جو قرض وغیرہ کی مصیبت میں گرفتار ہیں اور اسی طرح مجاہدوں اور مسافروں کی مدد میں......

اس آیت میں آٹھ قسم کے لوگوں کی نشاندہی کی گئی ہے جن پر زکواۃ کی رقم خرچ کی جائے گی، سب سے پہلا مصرف زکوۃ کا فقراء ہیں فقراء سے مراد عام غریب اور مفلس لوگ، عربی زبان میں فقیر کا لفظ غنی کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے، اس لحاظ سے وہ تمام غریب لوگ اس میں آجاتے ہیں جو غنی نہیں ہیں یعنی جن کے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ ان پر زکواۃ واجب ہو، حضور ﷺ نے اسی لئے ارشاد فرمایا کہ:

تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَاءِ هِمْ وَتُرَدُّ اِلٰى فُقَرَاءِ هِمْ O

''کہ زکواۃ کی رقم مالداروں سے لی جائے گی اور فقراء یعنی غریبوں میں دی جائے گی''

- اس کا مطلب یہ ہوا کہ غنی آدمی یعنی جو صاحبِ نصاب ہو اس شخص کو دے گا جو صاحبِ نصاب نہ ہو۔
- زکواۃ کا دوسرا مصرف مساکین ہیں، یعنی ایسے ضرورتمند اور حاجتمند جن کے پاس اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے کچھ بھی نہ ہو اور وہ خالی ہاتھ ہوں، معلوم یہ ہوا کہ مسکین بھی زکواۃ کے مستحق ہیں۔
- زکواۃ کا تیسرا مصرف عاملین ہیں یعنی ایسے لوگ جو زکواۃ وصولی کے لئے متعین ہوتے ہیں اگر زکواۃ وصول کرنے والے عامل حضرات مالدار بھی ہوں جب بھی ان کی محنت اور ان کے وقت کا معاوضہ زکواۃ سے دیا جاسکتا ہے، حضور ﷺ کے زمانہ میں یہی دستور تھا۔
- زکواۃ کا چوتھا مصرف مولفۃ القلوب ہیں یعنی ایسے لوگ جن کی دلجوئی دینی اور ملی مصلحتوں کے لئے ضروری ہو اگر وہ لوگ دولت مند ہوں جب بھی اس مقصد کے لئے زکواۃ کی رقم ان پر خرچ کی جاسکتی ہے۔
- زکواۃ کا پانچواں مصرف غلاموں اور باندیوں کی آزادی ہے کہ ان پر بھی زکواۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے۔
- زکواۃ کا چھٹواں مصرف غارمین ہیں یعنی ایسے لوگ جن پر ایسا کوئی مالی بوجھ آپڑا ہو جس بوجھ کے اٹھانے کی ان میں طاقت وقوت نہ ہو جیسے ان کی مالی حیثیت سے زیادہ ان پر قرض کا بوجھ ہو تو ایسی صورت میں ان کے قرض کی ادائیگی کے لئے ان پر زکواۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس غریب نے وہ قرض اپنی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل میں خرچ کے لئے لیا ہو تو زکواۃ کی رقم لینا اس کیلئے درست ہے، اگر وہ عیاشی میں خرچ کرنے کے لئے یا شراب پینے کے لئے یا اور کسی غلط کام میں خرچ کرنے کے لئے قرض لیا ہو تو ایسے فاسق آدمی کی مدد زکواۃ کی رقم سے نہیں کی جائے گی۔
- زکواۃ کا ساتواں مصرف فی سبیل اللہ ہے یعنی اللہ کے راستہ میں زکواۃ کی رقم خرچ

کی جائے، اکثر علماء کرام اور ائمہ عظام نے فی سبیل اللہ سے مراد دین کی نصرت اور حفاظت اور کلمۂ حق کی بلندی اور دینِ اسلام کی اشاعت لیا ہے، جیسا کہ مدارس میں طلبۂ علمِ دین حاصل کرتے ہیں وہ غریب بھی ہوتے ہیں اور دینِ اسلام کی بقاء اور تحفظ کا وہ ذریعہ بھی ہیں اس لئے ان پر زکواۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے۔

❖ زکواۃ کا آٹھواں مصرف ابن السبیل ہے اس سے مراد وہ مسافر سفر کی حالت میں حاجتمند اور ضرورتمند ہوگیا ہو کسی وجہ سے پریشان ہے تو اس مسافر کی مدد بھی زکواۃ کی رقم سے کی جاسکتی ہے، اگرچہ کہ یہ مسافر اپنے وطن میں مالدار ہے اور صاحبِ نصاب ہے اس کے باوجود ایسے شخص پر زکواۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے۔

بزرگانِ محترم! زکواۃ جن لوگوں کو دی جاسکتی ہے اس کی تفصیل آپ کے سامنے بیان کی گئی، اب ایک اور پہلو رہ جاتا ہے وہ یہ ہے کہ زکواۃ کی رقم کس قسم کے افراد کو نہیں دینا چاہئے، اس سلسلہ میں بھی فقہاء کرام نے احادیث شریفہ کی روشنی میں رہنمائی کی ہے، زکواۃ کی رقم سید لوگ جو اپنے آپ کو حسنی حسینی یا علوی کہتے ہیں ان کے حسب نسب کے احترام کی وجہ سے حکم یہ ہے کہ سیدوں کو زکواۃ کی رقم نہ دیا جائے لیکن بعض علماء کرام نے سادات کو زکواۃ دینے میں نرم لہجہ اختیار کیا ہے اور اس بات کی گنجائش دی گئی ہے کہ سادات کو زکواۃ دی جاسکتی ہے۔

زکواۃ کی رقم اس شخص کو نہیں دی جائے گی جو خود صاحبِ نصاب ہو، زکواۃ کی رقم اپنے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، پردادا پردادی، پرنانا پرنانی اور اس سے اوپر کے لوگوں کو نہیں دی جائے گی، اسی طرح بیٹے بیٹی کو، پوتے پوتی کو، نواسہ نواسی کو، پرنواسہ پرنواسی کو نہیں دی جائے گی۔

زکواۃ کی رقم شوہر بیوی کو نہیں دے سکتا اور بیوی شوہر کو نہیں دے سکتی، اسی طرح زکواۃ کی رقم غیر مسلم کو نہیں دی جائے گی اور مسجد کی تعمیر میں بھی زکواۃ کی رقم نہیں دی جائے گی اور مردے کے کفن دفن اور اس کے قرض کی ادائیگی میں بھی زکواۃ کی رقم نہیں دی جائے گی۔

بزرگانِ محترم! زکواۃ سے متعلق اہم جزئیات اور پہلوؤں کو آپ کے سامنے تفصیل کے ساتھ رکھا گیا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو زکواۃ ادا کرنے کے قابل بنائے اور جب ہم قابل ہوجائیں تو زکواۃ

ادا کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین .

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُلِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡن وَالصَّلَواةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِالۡمُرۡسَلِيۡنَ مُحَمَّدٍ وَآلِهٖ وَصَحۡبِهٖ اَجۡمَعِيۡن . اَمَّا بَعۡدُ . فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

اَيَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاکَ نَسۡتَعِيۡنُ O (سورة الفاتحه)

وَاِذَ اسَالَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِيۡبٌ اُجِيۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلۡيَسۡتَجِيۡبُوۡا لِیۡ وَلۡيُؤۡمِنُوۡا بِیۡ لَعَلَّهُمۡ يَرۡشُدُوۡن(البقرة/١٨٦)

اُدۡعُوۡا رَبَّكُمۡ تَضَرُّعًا وَّخُفۡيَةً اِنَّهٗ لَايُحِبُّ الۡمُعۡتَدِيۡن (الاعراف/٥٥)

وَلِلّٰهِ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى فَادۡعُوۡهُ بِهَا O (الاعراف/١٨٠)

لَهٗ دَعۡوَةُ الۡحَقِّ وَالَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ لَايَسۡتَجِيۡبُوۡنَ لَهُمۡ بِشَیۡءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيۡهِ اِلَى الۡمَآءِ لِيَبۡلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَآءُ الۡكٰفِرِيۡنَ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ O (الرعد/١٤)

اِنَّ رَبِّیۡ لَسَمِيۡعُ الدُّعَاءِ O (ابراهيم/٣٩)

اَمَّنۡ يُّجِيۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكۡشِفُ السُّوۡءَ (النمل/٦٢)

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادۡعُوۡنِیۡ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ O

يَسۡئَلُهٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ كُلَّ يَوۡمٍ هُوَ فِیۡ شَاۡنٍ (الرحمٰن/٢٩)

حاضرینِ کرام! ہم اللہ تعالیٰ کی لاکھوں کروڑوں مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں ہمارا مخلوق ہونا خود ہمارے کمزور، عاجز، بے بس محتاج اور بندہ ہونے کی علامت ہے اور ہمارا مخلوق ہونا خود بتلاتا ہے کہ ہم خالق نہیں ہیں اور ہمارا ایک خالق و مالک موجود ہے اور ہمارے خالق کا خالق و مالک ہونا خود اس بات کی علامت ہے کہ وہ قادر، مختار، غالب، قوی، توانا اور زبردست طاقتور ہے اور جب یہ دونوں باتیں ثابت ہوگئیں کہ اللہ تعالیٰ خالق ہیں اور قادر مطلق بھی ہیں اور ہم مخلوق ہیں اور کمزور بھی ہیں تو کمزور کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے مسائل میں ایسے طاقتور سے رجوع ہو جس کے قریب کبھی کمزوری نہ آئے ایسے زندۂ جاوید ذات کی طرف مائل ہو جس کو کبھی موت نہ آئے، ایسے بیدار رب کی طرف متوجہ ہو جس کو کبھی نیند نہ آئے، ایسے غالب پروردگار کی طرف رجوع ہو جو کبھی مغلوب نہ ہو، ایک ایسے علیم وخبیر کی طرف رُخ کرے جو سارے انسانوں کے دلوں کی باتوں کو جانتا ہے، اس سمیع وبصیر کی طرف ہاتھ پھیلائیں جو ہر آہستہ کہنے والے کی بات کو سنتا ہے اور ہر اندھیرے میں پکارنے والے کی کیفیت کو جانتا ہے۔

اسی پروردگار سے آسمان وزمین میں رہنے والی ساری مخلوقات مانگتی ہیں، ''**یسئله من فی السمٰوٰت والارض** اسی اللہ سے اپنی اپنی حاجتیں اور ضرورتیں سب آسمان اور زمین والے مانگتے ہیں'' اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ زمین وآسمان کی ساری مخلوقات اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں اور اسی سے اپنی حاجتیں مانگتی ہیں، زمین پر رہنے والے رزق، صحت، عافیت، سلامتی، آرام، راحت اور مال ودولت، آل واولاد، پھر آخرت کے اعتبار سے مغفرت رحمت اور جنت مانگتے ہیں اور آسمان پر رہنے والی مخلوقات اللہ کی رحمت وعنایت اللہ تعالیٰ سے مانگتی ہیں، مختلف علاقوں میں رہنے والی مخلوقات مختلف زبانوں میں رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ سے اپنی اپنی ضرورتیں ہر وقت مانگتی رہتی ہیں۔

بزرگانِ محترم! آپ یہ بتایئے کہ زمین وآسمان کی ان تمام مخلوقات کے لاکھوں کروڑوں افراد اپنی اپنی بے شمار حاجتیں ہر لمحہ، ہر گھڑی اور ہر آن مانگ رہی ہیں، ان تمام کی حاجتوں کو بیک وقت سوائے رب ذوالجلال قادر مطلق اور مختار کل کے اور کون سن سکتا ہے؟ اور کون ان تمام

حاجتوں اور ضرورتوں کو پورا کرسکتا ہے؟ صرف وہی پروردگار کرسکتا ہے جس کے ہاتھ میں سارے خزانے موجود ہیں۔

لہ مقالید السمٰوٰت والارض O (الشوریٰ/۱۲)

’’اسی کے ہاتھ میں زمین وآسمان کے خزانے ہیں‘‘

جب ساری مخلوقات اسی کی محتاج ہیں اور اسی سے مانگتی ہیں اور اسی کی تسبیح کرتی ہیں، ’’**وان من شیئی الا یسبح بحمدہ** ہر چیز اسی کی تسبیح وتحمید کرتی ہے اور ہر ایک مخلوق کو اللہ کی تسبیح اور اس کی بندگی کا طریقہ معلوم ہے‘‘، ’’**کل قد علم صلاتہ و تسبیحہ** ہر ایک کو اپنی اپنی دعائیں اور تسبیح معلوم ہیں‘‘ جب سب اسی کی طرف رُخ کرتے ہیں تو ہم بھی اسی کی عبادت کرتے ہیں اسی کے سامنے جھکتے ہیں، اسی کا سجدہ کرتے ہیں اور اسی سے مانگتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب ہم نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو ہر نماز کی ہر رکعت میں یہ جملہ بار بار دہراتے ہیں، **ایاک نعبد و ایاک نستعین** اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں‘‘ ہم نے خود اپنے پروردگار سے کہہ دیا ہے کہ ہم آپ ہی سے مانگتے ہیں اور پیارے پیغمبر نے بھی ہمیں یہی تعلیم دی کہ:

اذا سالت فاسال اللہ . ’’جب سوال کروتو اللہ سے سوال کرو‘‘

واذا استعنت فاستعن باللہ . ’’جب مدد طلب کروتو اللہ سے مدد طلب کرو‘‘

بزرگانِ محترم! اب ہمارے لئے صرف ایک ہی دربار ہے جہاں ہم اپنی پیشانی رکھ سکیں، جہاں ہم اپنی بپتا سنائیں، جہاں ہم اپنی عاجزی وانکساری کا اظہار کرسکیں، جہاں ہم اپنی تمام حاجتوں اور ضرورتوں کی بھیک مانگ سکیں، اس لئے کہ زندگی کی جو سانسیں ہم لے رہے ہیں وہ بھی اسی کی دی ہوئی ہیں، جسم کی جو طاقت وتوانائی ہے وہ بھی اسی کی عطا کی ہوئی ہے، صحت وعافیت اور تندرستی جو ہم اپنے جسم میں محسوس کررہے ہیں وہ بھی اسی کی بخشی ہوئی ہے، جو مال ودولت، آرام وراحت، روپیہ وپیسہ، ہمارے لئے میسر ہے وہ سب اسی رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔

ہم بھی اسی کے ہیں اور جو کچھ ہمارے پاس ہے اسی کا ہے، ہمیں عزت وشہرت جو ملی ہے وہ بھی اسی کی ہے، ہمیں علم وہنر جو ملا ہے وہ بھی اسی کا ہے، جو کچھ اب تک ملا ہے وہ بھی اسی کا ہے جو کچھ مل رہا ہے وہ بھی اسی کا ہے، اور جو کچھ ملے گا وہ بھی اسی سے ملنے والا ہے، ہماری پناہ گاہ وہی اللہ ہے، ہمارا ماویٰ وملجا اور منبع ومرکز وہی رب ذوالجلال ﷻ ہے، ہم کو خوشی بھی ملی ہے تو اسی کے کرم سے ہم کو غم بھی ملا ہے تو اسی کے کرم سے، ہم کو نفع بھی ملتا ہے تو اسی کی مہربانی سے اور اگر ہم نقصان سے دوچار ہوتے ہیں تو اسی کے اِرادہ سے، ہم کو اطمینان اور چین نصیب ہوتا ہے تو اسی کی یاد سے اور ہم اگر بے چین ہوتے ہیں تو اسی کے اِرادے سے......ہم بچے تھے جب بھی اس نے ہماری نگہبانی اور حفاظت کی، ہم جوان ہیں جب بھی وہی ہماری حفاظت کر رہا ہے اور جب بوڑھے ہو جائیں گے تو وہی ہماری حفاظت کرے گا۔

بزرگانِ محترم! آپ اس حقیقت پر غور وفکر کیجئے اور اس نتیجہ پر پہنچ جائیے، دنیا میں جتنے پیغمبر آئے ان کو اسی رب کے اِرادہ سے پیغمبری ملی، دنیا میں جتنے بادشاہ ہوئے اسی کے بنائے ہوئے مقدر سے وہ بادشاہ بنے، دنیا میں جتنے مالدار اور صاحبِ ثروت لکھ پتی اور کروڑ پتی ملینر اور بلینر ہوئے وہ سب اسی کے بنانے سے سب کچھ بن گئے۔

اسی لئے سارے انبیاء کرام علیھم السلام اسی کی طرف رجوع ہوئے سب نے اسی رب ذوالجلال سے مانگا، جو بھی مانگا جہاں بھی مانگا جیسے بھی مانگا اسی ایک اللہ سے مانگا، حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو اسی کی طرف رجوع ہوئے اور کہا:

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخسرین O (الاعراف/۲۳)

''اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا اگر آپ ہماری بخشش نہیں فرمائیں گے اور ہم پر رحم نہیں فرمائیں گے تو ہم خسارہ میں پڑ جائیں گے''

جب حضرت نوح علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کا بیٹا طوفان کی زد میں آرہا ہے اور ڈوبنے کے قریب ہے تو بیٹے کو بہت کچھ کہا کہ وہ کشتی میں سوار ہو جائے، پھر حضرت نوح علیہ السلام اپنے رب کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے رب کو پکارا......

ونادی نوح ربہ فقال رب ان ابنی من اھلی وان وعدک الحق وانت احکم الحاکمین O (الھود/۴۵)

اس وقت کو یاد کرو جب کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا کہ اے میرے رب! میرا یہ بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور آپ کا وعدہ بالکل سچا ہے اور آپ احکم الحاکمین ہیں، حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو ہر وقت پکارا جب قوم نے بات نہیں مانی تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارا اس لئے کہ وہی ایک ذات ہے جس کو ہر وقت پکارا جا سکتا ہے، حقیقت میں وہی ایک ہے جو سب کی پکار کو سنتا ہے۔

لہ دعوۃ الحق . ''سچا پکارنا تو رب ہی کو پکارنا ہے''

حضرت زکریا علیہ السلام کو اپنے بڑھاپے میں اپنے لاولد ہونے کا احساس ہوا تو حضرت زکریا علیہ السلام نے نہ کسی ولی کو پکارا اور نہ کسی مجاور کو پکارا، پکارا تو صرب رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کو پکارا......

ھنالک دعا زکریا ربہ قال رب ھب لی من لدنک ذریۃ طیبۃ انک سمیع الدعاء O (آل عمران/۳۸)

''حضرت زکریا علیہ السلام نے اس موقع پر اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا، اے میرے رب! مجھ کو خاص اپنے پاس سے کوئی اچھی اولاد عطا فرمایئے، بیشک آپ دعاؤں کے بہت سننے والے ہیں''

غور فرمایئے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کیا فرما رہے ہیں کہ:

انک سمیع الدعاء O (آل عمران/۳۸) ''دعاء تو صرف آپ ہی سنتے ہیں''

اور حضرت زکریا علیہ السلام کو اپنے پروردگار سے مانگنے اور اللہ تعالیٰ سے مانگ کر لینے کا اس قدر کامیاب تجربہ ہے کہ رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ سے یوں کہہ رہے ہیں:

قال رب انی وھن العظم منی واشتعل الراس شیبا ولم اکن بدعائک رب شقیا O

''اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور سر میں بالوں کی سفیدی پھیل گئی ہے،

اور اے میرے پروردگار! میں آپ سے مانگنے میں کبھی نا کام نہیں رہا ہوں‘‘

بزرگانِ محترم! مانگنے والا ہو تو ایسا ہو، مانگنے والا اپنی طاقت کو بھول جائے اپنے کمالات کو بھول جائے، اس کو صرف اپنے رب کے سامنے مانگتے ہوئے اپنی کمزوری اور بے بسی یاد رہے اور رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ پر بھروسہ اور اعتماد اور دعاء کے قبول ہونے کا اس قدر یقین کامل ہو کہ اس دعاء کے قبول نہ ہونے کا خدشہ بھی باقی نہ رہے، حضرت زکریا علیہ السلام یہ کہہ رہے ہیں کہ میں تو کبھی اے میرے رب! آپ سے مانگ کرنا کام نہیں رہا، جب بھی میں نے مانگا ہے آپ نے مجھے دیا ہے

حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی نا قابلِ برداشت اور نا قابلِ بیان بیماری کی شکایت دنیا کے کسی انسان سے نہیں کی، کسی بابا، کسی عامل، کسی ولی، کسی مجاور کے سامنے اپنی پریشانی بیان نہیں کی صرف اور صرف اپنے پروردگار کو پکارا......

وایوب اذ نادیٰ ربہ انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین O (الانبیاء/۸۳)

اور یاد کرو حضرت ایوب علیہ السلام کو جبکہ انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا، اے میرے پروردگار! مجھ کو تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام قبطی کے قتل کے بعد فرعون اور فرعونیوں سے خوف کھا کر مدین تشریف لے گئے ہیں اور نئے شہر میں قدم رکھ کر اپنے ہی پروردگار سے مدد مانگ رہے ہیں......

فقال رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر O (القصص/۲۴)

’’اے میرے پروردگار! جو نعمت آپ مجھ کو بھیج دیں میں اس نعمت کا محتاج ہوں‘‘

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین پہنچ کر اپنا کشکول لوگوں کے سامنے نہیں پھیلایا بلکہ اپنا ہاتھ اس رب العالمین کے سامنے پھیلایا جو ہر اس شخص کی مدد کرتا ہے جو اپنا ہاتھ اس کے سامنے پھیلاتا ہے اور وہ مانگنے سے پہلے بھی دیتا ہے اور مانگنے کے بعد بھی......

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور شیر خوار بیٹے اسماعیل کو جب وادی غیر ذی زرع میں اللہ کے حکم سے تنہا چھوڑا اور مکۂ مکرمہ سے ملک شام کی طرف لوٹنے لگے تو اللہ ہی کو پکار کر دعاء فرمائی۔

واذ قال ابراهیم رب اجعل هٰذا البلد اٰمنا واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام O(ابراهیم/۳۵)

''اس وقت کو یاد کرو جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا، اے میرے پروردگار! آپ اس شہر کو امن کا شہر بنا دیجئے اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچا دیجئے''

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلواۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون O(ابراہیم/۳۷)

''اے میرے رب! میں نے آپ کے محترم گھر کے پاس میرے اہل وعیال کو ٹھہرایا ہے جو سرزمین بے آب وگیاہ ہے، میں نے انہیں یہاں اس لئے ٹھہرایا ہے تاکہ یہ نماز کو قائم رکھیں، اے اللہ! لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں میوے اور پھل عطا فرما تاکہ وہ شکر ادا کریں''

غور فرمایئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس چٹیل میدان میں جہاں کانٹے دار جھاڑیاں اور ببول کے درخت تھے وہاں کون یاد آرہے ہیں؟ وہی رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ یاد آرہے ہیں جن کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی چہیتی بیوی اور پیارے بیٹے کو اس چٹیل میدان میں چھوڑ دیا اور اس رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان تمام دعاؤں کو قبول کر لیا، اور مدد ونصرت کے دروازے کھول دیئے، زمزم کا ایک ایسا کنواں جاری فرمایا جو ابتداء میں ایک ماں اور ایک بچہ کے لئے تھا، مگر کروڑوں بلکہ اربوں انسانوں نے اس کنویں سے آج تک پیاس بجھائی ہے اور یہ پانی لوگوں کی زبانوں کو تر کرتا رہے گا اور لوگوں کی صحت وسلامتی کا ذریعہ بنتا رہے گا۔ یہ وہ پانی ہے جو بھوکے کے لئے غذا، پیاسے کے لئے پانی اور بیمار کے لئے دوا کا درجہ رکھتا ہے۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی زندگی کی ہر ضرورت کو اسی کے سامنے پیش کیا ہے اور اسی سے مدد مانگی ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ نے ان نبیوں اور رسولوں کی مدد و نصرت کی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پانے کے بعد اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع ہو کر دعاء مانگی......

رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضه وادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین O (النمل/ ۱۹)

''اے میرے پروردگار! مجھ کو اس کام کی توفیقِ دائمی عطا کیجئے کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکرادا کرتا رہوں جو نعمتیں آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں اور اس بات کی توفیق بھی دیجئے کہ میں نیک کام کیا کروں جس نیک کام سے آپ خوش ہوں اور مجھ کو اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرمائیے''

اور جب حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کی قوم کے سرداروں نے دھمکی دی کہ ہم آپ کو اپنی بستی سے نکال دیں گے اگر خیر چاہتے ہو تو ہماری ملت میں واپس آ جاؤ تو حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم سے مدد نہیں مانگی، مدد اس رب ذوالجلال سے مانگی جس کے ہاتھ میں عزت و ذلت نفع اور نقصان کامیابی اور ناکامی، خوشحالی اور تنگدستی ہے اور صاف طور پر کہہ دیا کہ:

وما یکون لنا ان نعود فیها الا ان یشاء اللّٰه ربنا وسع ربنا کل شیئی علی اللّٰه توکلنا O (الاعراف: ۸۹)

''لوگو! ہم سے یہ ممکن نہیں کہ ہم اس ملت میں لوٹ آئیں مگر یہ کہ خود ہمارا پروردگار ہی چاہے۔ ہمارا رب ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے، ہم نے اپنے رب پر بھروسہ کیا پھر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اسی سے مدد مانگی''

ربنا افتح بیننا وبین قومنا وانت خیر الفاتحین O

''اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیجئے، آپ

بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں‘‘

حضرت یوسف علیہ السلام زندگی کے مختلف مراحل اور مختلف آزمائشوں اور امتحانوں سے گزرنے کے بعد جب مصر کی سلطنت پر فائز ہوتے ہیں تو اپنے اس رب کو نہیں بھولتے جس رب نے ان کی ہر موقع پر مدد کی اور ان کو اندھیرے کنویں سے نجات دلا کر، جیل کی تنہائیوں اور مشقتوں سے نکال کر غلامی کی مصیبت سے بچا کر مصر کا وزیر بنا دیا تو اپنے پروردگار ہی کو حضرت یوسف علیہ السلام نے پکارا......

رب قد اٰتیتنی من الملک وعلمتنی من تاویل الاحادیث فاطر السمٰوٰت والارض انت ولی فی الدنیا والآخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصلحین O (یوسف/۱۰۱)

’’اے میرے پروردگار! مجھ کو آپ نے سلطنت کا بڑا حصہ عطا فرمایا اور مجھ کو خوابوں کی تعبیر کا علم عطا کیا، اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! آپ میرے کاموں کو بنانے والے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، مجھ کو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھا لیجئے اور مجھ کو خالص نیک بندوں میں شامل فرما لیجئے‘‘

بزرگانِ محترم! حضرت یوسف علیہ السلام نے وزارت وسلطنت کی بلندی پر پہنچ کر غرور وگھمنڈ نہیں کیا بلکہ پروردگار کی طرف متوجہ ہوئے اسی کو کارساز قرار دیا، حضرت یوسف علیہ السلام نے کسی مزار پر پہنچ کر یہ نہیں کہا کہ آپ ہی میری مرادیں پوری کرنے والے اور مشکل کشا ہیں بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے صرف اور صرف اپنے پروردگار کو ولی اور کارساز قرار دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم یہ مطالبہ کرتی ہے کہ زمین سے اُگنے والے رزق کے بجائے آسمان سے اُترنے والا رزق ہمیں چاہئے ،قوم کا مطالبہ ہوتا ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسی سے مانگتے ہیں۔

ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء O (المائدہ/۱۱۴)

''اے ہمارے پروردگار! آپ آسمان سے ہم پر ایک دسترخوان اُتار دیجئے''

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے انبیاء سابقہ گزرے ہیں سب نے ہی اس ایک رب کو پکارا، اسی سے مانگا اور اسی کے سامنے اپنی حاجتیں رکھی ہیں اور جن خوش نصیب اور سعادتمند افراد کو ان نبیوں اور رسولوں کی صحبت نصیب ہوئی اور ان پر ایمان لانا نصیب ہوا یا ان رسولوں اور نبیوں کا پیغام نصیب ہوا ان سب خوش نصیبوں نے صرف اور صرف ایک اللہ کو پکارا اور اسی سے دعاء کی۔ جن جادوگروں کو فرعون نے اپنی حمایت کے لئے جمع کیا تھا اور اپنی جادوگری کے فن کا مظاہرہ کیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک لاٹھی نے ان کی ساری جادوگری پر پانی پھیر دیا تھا اور اس وقت سارے جادوگر پکار اُٹھے تھے کہ......

اٰمنا برب موسیٰ و ھارون O (طٰہٰ/ ۷۰)

''ہم حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لے آئے''

اور فرعون نے ان جادوگروں کو دھمکی دی تھی کہ میں تمہارے ہاتھ پیر کاٹ کر سولی پر لٹکاوں گا تو ان جادوگروں نے فرعون کی قدم بوسی نہیں کی اور فرعونیوں سے منت سماجت یا جان بخشی کی درخواست نہیں کی بلکہ وہ سارے جادوگر ایک اللہ کی طرف رجوع ہوئے اور یہ کہنے لگے۔

ربنا افرغ علینا صبراً وتوفنا مسلمین O

اے ہمارے پروردگار! ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما اور ہمیں اسلام کی حالت میں موت عطا فرما

بزرگانِ محترم! جن جادوگروں نے ابھی ایمان قبول کیا ہے ان کا حال یہ ہے کہ ان کے نزدیک صرف رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت اور اسی کی ذات پر یقین ہے اور اسی سے صبر اور ایمان کی موت مانگ رہے ہیں، آج ہماری حالت یہ ہے کہ برسوں سے ہم مومن و مسلمان ہیں مگر ہمارا دل اس رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کی طرف مائل نہیں ہوتا جس کے ہاتھ میں ہر قسم کی قوت وطاقت ہے اور دنیا میں بہت سے ایسے پیغمبر آئے ہیں جن کے ساتھ بہت سے اللہ والے رہے جنہوں نے باطل کا مقابلہ کیا اور کبھی ان اللہ والوں نے ہمت نہیں ہاری اور ثابت قدمی سے اپنے دین پر قائم رہے اور ان کو جو کچھ مصیبت پہنچی ان اللہ والوں نے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں اور اسی ایک رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ

کو پکارا سورۂ آل عمران کی آیت نمبر (۱۴۷) میں ایسے ہی اللہ والوں کے بارے میں کہا گیا:

وکاین من نبی قتل معه ربیون کثیر فما وهنوا لما اصابهم فی سبیل اللّٰه وما ضعفوا وما استکانوا واللّٰه یحب الصبرینo وما کان قولهم الا ان قالوا ربنا اغفرلنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکفرین O(اٰل عمران/ ۱۴۶.۱۴۷)

''اور بہت نبی ہو چکے ہیں ایسے جن کے ساتھ بہت سے اللہ والے لڑے ہیں، نہ انہوں نے ہمت ہاری ان مصیبتوں کی وجہ سے جوان پر اللہ کے راستہ میں واقع ہوئیں اور نہ ان کے دل کا زور گھٹا اور نہ وہ دشمن کے سامنے دبے اور اللہ تعالیٰ کو ایسے ثابت قدم لوگوں سے محبت ہے، ان کی زبان سے بھی تو اس کے سوا اور کچھ نہیں نکلا کہ انہوں نے عرض کیا، اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہوں کو اور ہمارے کاموں میں حد سے نکل جانے کو معاف کردیجئے اور ہم کو ثابت قدم رکھیئے اور ہم کو کافر لوگوں پر غلبہ عطا کیجئے''

ان آیتوں سے ہم سبق حاصل کرسکتے ہیں کہ نبیوں کے ساتھ رہنے والوں نے کس طرح اپنی زندگی کی ہر گھڑی میں اپنے رب ذوالجلال ﷻ ہی کو پکارا اور اسی سے مدد مانگی۔

اصحابِ کہف جن کے نام سے سورۂ کہف نازل کی گئی جن میں اصحاب کہف کے واقعہ کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا، اپنے وقت کے بادشاہ کے باطل دین سے ہٹ کر اور کٹ کر جب اصحاب کہف نے حق پر مبنی دین پر قائم رہنے کے لئے غار میں پناہ لی تو اصحاب کہف نے صرف اور صرف ایک رب ذوالجلال ﷻ کو پکارا اور اسی سے ہدایت اور رحمت کی بھیک مانگی۔

سورۂ کہف کی آیت نمبر (۱۰) میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کی اس دعاء کو قیامت تک کے لئے محفوظ کردیا تاکہ ہم ان کی دعاء سے سبق حاصل کریں۔

اذ اوی الفتیة الی الکهف فقالوا ربنا اتنا من لدنک رحمة وهیئی لنا من امرنا رشداً O

اس وقت کو یاد کرو جب کہ ان نوجوانوں نے اس غار میں جا کر پناہ لی پھر کہنے لگے، اے ہمارے پروردگار! ہم کو اپنے پاس سے رحمت کا سامان عطا فرمایئے اور ہمارے لئے اس کام میں ہدایت کا سامان مہیا فرمایئے اور آخری نبی، سید المرسلین، رحمۃ للعالمین ﷺ نے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح اپنی ہر ضرورت اسی رب سے مانگی اور اسی کے سامنے اپنی حاجتیں اور مرادیں رکھیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بار بار مختلف ضرورتوں اور حاجتوں کے مانگنے کا حکم بھی دیا، چنانچہ سورۂ مومنون کی آیت نمبر (۹۸) میں ہے، آپ ﷺ کو حکم دیا گیا:

وقل رب اعوذبک من همزات الشیطین واعوذبک رب ان یحضرون O

''اے میرے رب! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان کے وسوسوں سے اور اے میرے رب! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس آئیں''

اور سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر (۸۰) میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ یہ دعاء فرمائیں۔

وقل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطٰناً نصیراً O

''اے میرے رب! مجھ کو خوبی کے ساتھ پہنچایئے اور مجھ کو خوبی کے ساتھ لے جایئے اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ دیجئے جس کے ساتھ آپ کی نصرت اور مدد ہو''

اور آپ ﷺ کو شیطانی وسوسوں سے پناہ مانگنے کا بھی حکم دیا گیا۔

واما ینز غنک من الشیطٰن نزغ فاستعذ باللّٰہ انه هو السمیع العلیم O

''اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کچھ وسوسے آنے لگیں تو آپ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ لیا کیجئے، بے شک وہ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امن میں بھی اللہ ہی سے مانگا، جنگ کے ماحول میں بھی اللہ ہی سے مدد مانگی، فقر وفاقہ آیا تو جب بھی اسی کی طرف رجوع ہوئے اور خوشحالی آئی تو اسی کا شکر ادا کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعائیں پروردگار سے مانگی ہیں وہ حدیث کی کتابوں کا بے مثال ذخیرہ ہیں، ایک بندہ کو اگر واقعی اپنے پروردگار سے کچھ مانگنا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی ان دعاوؤں سے استفادہ کرے جو معتبر ومستند کتابوں میں محفوظ ہیں۔

بزرگانِ محترم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صحابۂ کرامؓ کی تربیت فرمائی ان صحابۂ کرام نے بھی صرف ایک اللہ سے ہر موقع پر مدد مانگی۔

مکۂ مکرمہ میں ایسے کمزور مسلمان بھی رہ گئے تھے جو جسمانی کمزوری اور غربت کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکے تھے اور بعد میں کافروں نے بھی ان کو ہجرت سے روک دیا تھا اور طرح طرح کی اذیتیں ان مسلمانوں کو دی گئیں تا کہ یہ کمزور وبے بس مسلمان اسلام سے پھر جائیں ان کمزور وبے بس صحابۂ کرامؓ میں حضرت ابن عباسؓ اور ان کی والدہ محترمہ سلمہ بن ہشام، ولید بن ولید، ابوجندل بن سہل وغیرہ تھے یہ حضرات صحابہ اپنے ایمان کی پختگی کی وجہ سے کافروں کے ظلم سہتے رہے اور اسلام پر مضبوطی سے جمے رہے اور اللہ تعالیٰ سے ان مصیبتوں سے نجات کی دعائیں کرتے رہے، ان دعاوؤں کو سورۂ نساء کی آیت نمبر (۷۵) میں محفوظ کر دیا گیا ان صحابۂ کرامؓ نے اللہ تعالیٰ کو پکار کر کہا:

ربنا اخرجنا من هٰذه القرية الظالم اهلها واجعل لنا من لدنک وليا واجعل لنا من لدنک نصيراً O

''اے ہمارے پروردگار! ہم کو اس بستی سے باہر نکال دیجئے جس کے رہنے والے ایسے سخت ظالم ہیں اور ہمارے لئے غیب سے کسی دوست کو کھڑا کر دیجئے اور ہمارے لئے غیب سے کسی حامی کو بھیجئے''

بزرگانِ محترم! ان دعاوؤں سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ہم مسلمانوں کے لئے صرف ایک ہی دربار ہے جس دربار میں ہم اپنی حالتِ زار بیان کر سکیں، اپنی کمزوری اور بے بسی کا اظہار کر سکیں، ہم مرنے سے پہلے بھی اسی کے محتاج ہیں اور مرنے کے وقت بھی اسی کے محتاج ہیں اور مرنے کے بعد بھی ہم اسی کے محتاج ہیں، فاسق وفاجر بھی اسی کا محتاج ہے، جنتی اور دوزخی بھی اسی کا محتاج ہے، نیک وبد

بھی اسی کا محتاج ہے اور جب قیامت قائم ہوگی تو سب اسی سے مانگیں گے اور اسی کو پکاریں گے۔

یہی وجہ ہے کہ جب اہل اعراف کی نگاہیں دوزخ والوں کی طرف کی جائیں گے تو اہل اعراف اپنے پروردگار کو پکار کر کہیں گے:

ربنا لا تجعلنا مع القوم الظلمین O

''اے ہمارے پروردگار! ہم کو ظالموں کے ساتھ شامل نہ فرمائیے''

اور دوزخی جب دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے تو پچھتاتے ہوئے کہیں گے کہ کاش ہم اللہ اور رسول کی اطاعت کر لئے ہوتے اور پھر دنیا میں جب باطل پرستوں کی اطاعت کی ہوگی اور ان کے نقش قدم پر چل کر آئے ہوں گے ان کے بارے میں پروردگار سے کہیں گے:

ربنا انا اطعنا سادتنا و کبراء نا فاضلونا السبیلا (الاحزاب/٦٧)

''اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تو انہوں نے ہم کو راہِ حق سے بھٹکا دیا''

پھر اسی رب ذوالجلال ﷻ کو پکار کر کہیں گے۔

ربنا اتھم ضعفین من العذاب والعنھم لعنا کبیراً (الاحزاب/٦٨)

''اے ہمارے پروردگار! ان سرداروں کو دوہرا عذاب دیجئے اور ان پر بھاری لعنت فرمائیے''

اور جب اہل جنت جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں گے اور اسی کو پکاریں گے

وقالوا الحمدللّٰہ الذی اذھب عنا الحزن ان ربنا لغفور شکور O

''تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہم سے رنج وغم دور کر دیا بے شک ہمارا پروردگار بخشنے والا قدردان ہے''

بزرگانِ محترم! انبیاء نے بھی اسی رب ذوالجلال ﷻ کو پکارا، اصحاب کہف نے اسی کو پکارا نبیوں کے ساتھ رہنے والے اللہ والوں نے بھی اسی کو پکارا، شہداء نے بھی اسی کو پکارا، صالحین نے بھی اسی رب کو پکارا، محسنین نے بھی اسی کو پکارا، متقیوں نے بھی اسی کو پکارا، صدیقین نے بھی اسی

کو پکارا اور مرنے کے بعد جنتی بھی اسی کو پکاریں گے دوزخی بھی اسی کو پکاریں گے، اہل اعراف بھی اسی کو پکاریں گے۔ہمیں چاہئے کہ ہم بھی اسی رب ذوالجلال ﷻ کو پکاریں۔

بزرگانِ محترم! اللہ تعالیٰ ہم سے اس قدر قریب ہیں کہ اتنا قریب کوئی اور نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ **و نحن اقرب الیه من حبل الورید** ہم انسان کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں اور جب اللہ تعالیٰ اس قدر قریب ہیں تو وہ ہماری پکار اور طلب کو جانتے بھی ہیں، سنتے بھی ہیں اور اس پکار اور طلب کو پورا بھی کرتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا:

واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان O (البقرہ/۱۸۷)

''اے پیارے پیغمبر! جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میں ان کے قریب ہی ہوں دعاء کرنے والے کی دعاء کو قبول کرتا ہوں جب وہ دعاء کرتا ہے''

فلیستجیبو الی ولیؤ منوابی لعلھم یرشدون O (البقرہ/۱۸٦)

''پس میرے بندوں کو چاہیے کہ وہ میرے احکام کو قبول کریں اور مجھ پر یقین رکھیں تاکہ وہ ہدایت حاصل کرلیں''

اس آیت پر غور کریں کہ خود اللہ تعالیٰ اس بات کا وعدہ کر رہے ہیں کہ میں دعاء کرنے والے کی دعاء کو قبول کرتا ہوں، لیکن شرط لگائی گئی ہے کہ میرے بندوں کو چاہیے کہ وہ میرے حکموں پر چلیں اور مجھ پر یقین رکھیں، آج ہماری زندگی کا مسئلہ یہی ہے کہ ہم تو رب ذوالجلال ﷻ کے حکموں پر عمل نہیں کرتے لیکن ہم ضرور یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعاء کو قبول کرلے، حالانکہ ہم چھوٹے اور بہت چھوٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے بلکہ سب سے بڑے ہیں اور چھوٹے کی ذمہ داری ہے کہ وہ بڑے کی بات مانے اور ہماری حالت یہ ہے کہ ہم بڑے بلکہ سب سے بڑے پروردگار کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں لیکن ہم اپنے پروردگار کو منوانا چاہتے ہیں کہ وہ ہماری بات مان لے، اگر واقعی ہم یہ چاہتے ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعاء قبول کرلیں تو ہمیں بھی اس رب ذوالجلال ﷻ کے حکموں کی پابندی کرنی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے ہم کوحکم دیا ہے کہ ’’ **ادعونی استجب لکم (المؤمن / ١٦)** تم مجھ سے مانگو میں تمہاری دعاء قبول کرتا ہوں‘‘ اللہ تعالیٰ اس قدر سخی اور فیاض ہیں کہ اپنے بندوں کوخود کہتے ہیں کہ تم مجھ سے مانگو اور دنیا میں جو لوگ مالدار اور صاحبِ ثروت ہیں وہ کبھی اس بات کی ہمت نہیں کرتے کہ وہ لوگوں سے یہ کہیں کہ تم ہم سے مانگو بلکہ آج حالت یہ ہے کہ جب مانگنے والا مانگتا ہے ہم تو ناراض ہوجاتے ہیں،کوئی پریشان حال گڑگڑائے اور اپنی حالت بیان کرے تو بتایئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوااس کی پریشانی کوکون دور کرسکتا ہےاوراس کی مشکلات کوکون آسان کرسکتا ہے؟

امن یجیب المضطر اذا دعاهُ ویکشف السوء (النمل/ ٦٢)

’’کون ہے جو پریشان حال کا جواب دے جب وہ پکارے اوراس کی پریشانی کودور کردے‘‘

وہ صرف ایک ہی ذات ہے جو رب العالمین بھی ہے،مختارکل بھی ہے،قادر مطلق بھی ہے،سمیع و بصیر بھی،مجیب الدعوات بھی ہے،قاضی الحاجات بھی،ستارالعیوب بھی ہے،غفارالذنوب بھی،رحیم و کریم بھی ہے،رزاق وحلیم بھی،جب بھی پریشان حال بندوں نے رب ذوالجلال ﷻ کو پکارا رب ذوالجلال نے ان کی پکارسن لی اوران کی بے مثال غیبی مدد فرمائی،چنانچہ سورۂ انفال کی آیت نمبر(٩) میں اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کےاس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے جبکہ بے سروسامان مسلمانوں کے تین سوتیرہ افراد کے مقابلہ میں ایک ہزارنوجوانوں کا مسلح لشکرسامنے ہےاور نبی کریم ﷺ ایسے وقت اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہیں اوراپنے ہاتھ اٹھائے اللہ تعالیٰ سے مددطلب کررہے ہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اس موقع پردعاء میں یوں کہہ رہے تھے۔

یا اللہ! مجھ سے جو وعدہ آپ نے فرمایا ہےاس کو جلد پورا فرمادیجئے ، یا اللہ! اگر یہ تھوڑی سی مسلمانوں کی جماعت فنا ہوگئی تو پھرزمین میں کوئی تیری عبادت کرنے والا باقی نہ رہے گا،حضور ﷺ برابراسی طرح اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر مدد مانگ رہے ہیں یہاں تک کہ آپ کے شانوں سے چادرمبارک ہٹ جاتی ہے حضرت ابوبکرصدیق ؓ آگے بڑھتے ہیں اور چادراوڑھاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ زیادہ فکر نہ کریں اللہ تعالیٰ آپ کی دعاء ضرور قبول فرمائیں گے اوراپنا وعدہ پورا فرمائیں گے،اس واقعہ کوان الفاظ میں بیان کیا گیا:

اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملئکة مردفین وما جعله اللّٰہ الا بشریٰ لکم ولتطمئن به قلوبکم وما النصر الامن عنداللّٰہ . ان اللہ عزیز حکیم O

اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری فریاد سن لی اور وعدہ فرمایا کہ ایک ہزار فرشتوں سے تمہارے مدد کروں گا جو سلسلہ وار چلے آئیں گے اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد صرف اس لئے کی ہے کہ تم کو غلبہ پانے کی بشارت ہو اور تاکہ تمہارے دلوں کو قرار آجائے اور نصرت تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو زبردست حکمت والے ہیں۔

حاضرینِ کرام! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ سے مدد طلب کی ہے جس رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ سے دنیا کے تمام پیغمبروں نے مدد طلب کی اور سچ ہے کہ جو کوئی سچے دل سے پریشانی کے عالم میں رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کو پکارتا ہے تو رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ اس کے لئے مدد ونصرت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔

حاضرینِ کرام! جب فرعون کا ظلم بنی اسرائیل پر حد سے زیادہ ہو گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کی توجہ رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کی طرف فرمائی اور کہا۔

استعینوا باللّٰہ واصبروا . ”اللہ سے مدد طلب کرو اور صبر سے کام لو“

معلوم یہ ہوا کہ مصیبتوں کی گھڑیاں جب آئیں، آفتیں اور بلائیں ہم کو گھیر لیں، مشکلات سے ہم جب دوچار ہو جائیں تو ہمیں ایک طرف ان بلاوں، مصیبتوں اور پریشانیوں پر صبر کرنا چاہئے اور دوسری طرف اسی رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر مدد طلب کرنی چاہئے جس کے ہاتھ میں مشکلوں کو آسان کرنے کی طاقت ہے اور بلاوں اور آفتوں کو دور کرنے کی قوت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان تمام آیتوں اور واقعات سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس پر پورا پورا بھروسہ کرتے ہوئے اسی سے مدد ونصرت طلب کرنے اور خوشحالی وتنگدستی، خوشی، غم، صحت وبیماری، نفع ونقصان، کامیابی وناکامی، عزت وذلت، ہر حال میں اسی کی طرف

رجوع ہونے کی ہم سب کوتوفیق عطا فرمائے۔آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین .

■ ■ ■

قیامت کے دن اللہ کے سایہ میں

ٹھیک دوپہر کے وقت ہو،گرما کا موسم ہو،سورج کی تمازت جسم کو بے قرارا کررہی ہو،گرمی کی وجہ سے آدمی پسینہ میں شرابور ہو،چٹیل میدان ہو،آگے پیچھے دائیں بائیں نہ کوئی درخت ہواور نہ کوئی عمارت جس کے سایہ سے آرام مل جائے پیاس بجھانے کے لئے پانی بھی نہ ہو،ایسے وقت اگرآسمان پراچانک بادل آجائے اورآدمی بادل کے سایہ میں آجائے ،بتایئے اس شخص کوکس قدر راحت ملے گی وہ کس قدراس بادل سے خوش ہوگا۔

حاضرین کرام!یہ ایک مثال ہےاس ماحول اورحالت کوسمجھانے کے لئے جواس دنیا میں نہیں بلکہ عالم آخرت میں پیش آنے والے ہیں۔

ایک ایسا دن ہرایک کے سامنے آنے والا ہے جس دن کو بھاری دن بھی کہا گیا جزاء کا دن بھی،جس دن کی ہولنا کی کوقرآن مجید نے بھی بار بار بتلایااورزبان رسالت نے بھی اس دن سے اُمت کوآگاہ کیا۔

یہ وہی دن ہے جس دن کو یوم القیمہ کہا جاتا ہےیعنی’’قیامت کا دن‘‘اس دن وہی حالت بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ گمبھیر حالت ہوگی جس کی ایک جھلک میں نے شروع میں بیان کی۔

قیامت کے دن سارے انسان اللہ تعالیٰ کے روبروجمع ہوں گے،اس دن نفسانفسی کا عالم ہوگا،پسینہ میں شرابورانسانوں کی بے حساب جماعت حیران و پریشان ہوگی ، ہرایک کواپنی فکر ہوگی،کوئی کسی کی بپتا سننے کے لئے تیارنہ ہوگا۔بھائی بھائی سے باپ بیٹے سے،بیوی شوہر سے،

ماں بیٹی سے الغرض ہرایک دوسرے سے بھاگیں گے۔

یوم یفر المرء من اخیه وامیه وابیه وصاحبته وبنیه

اس دن ہرایک چاہے گا کہ کوئی پناہ گاہ مل جائے کوئی ایسی جگہ مل جائے جہاں سایہ ہو، ہر شخص سایہ کا متلاشی ہوگا تاکہ قیامت کے دن کی تپش سے نجات پالے، لیکن اس دن کسی فرد یا جماعت کے اختیار میں نہ ہوگا کہ وہ انسانوں کے لئے سایہ فراہم کرے، کسی سیاسی جماعت واقتدار کے اختیار میں نہ ہوگا کہ وہ اپنے علاقہ کے افراد کے لئے ایسا کوئی نظم کرے۔اس دن سوائے ایک سایہ کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا جس سایہ کی نسبت رب ذوالجلال مالک یوم الدین کی طرف ہوگی۔

حاضرین کرام! اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسی سایہ کی پانے کی ترکیب کیا ہوگی؟ کیا کوئی اس سایہ کو پانے کا حل نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے، ہاں! ضرور بتلایا ہے لیکن ہمیں اس تدبیر وترکیب کو پانے سے پہلے اس بات کی سچی تڑپ دل میں پیدا کرنی ہوگی کہ ہم ضرور اس تدبیر کو اختیار کریں گے جس کے ذریعہ ہمیں قیامت کے دن کا وہ خصوصی سایہ نصیب ہوجائے۔

ایک مسلمان کے دل کے تمام آرزوئیں اگر دنیا **وما فیها** ہی سے متعلق ہوں اور آخرت کی نجات وسلامتی سے متعلق کوئی آرزو اس کے دل میں نہ پائی جائے تو پھر عام انسانوں کے دلوں اور ایک مسلمان کے دل میں کیا فرق رہ جائے گا۔اس لئے اسباب کی اس دنیا میں ایک مسلمان کا دینی فریضہ ہے کہ وہ احادیث کی روشنی میں اس شرعی سبب کو اختیار کرے اور اس تدبیر کو اختیار کرلے جس کے ذریعہ اس کو قیامت کے دن کا خصوصی سایہ مل جائے۔

محترم حاضرین! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان مبارک من وعن سماعت فرمایئے جس میں نبی کریم ﷺ نے اس سایہ کے پانے کی تدبیر بتلائی ہے اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ وہ کس قسم کے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ یہ عظیم سایہ عطا فرمائیں گے۔

سبعة یظلهم الله فی ظله یوم لاظل الاظله

سات قسم کے آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں رکھیں گے اور یہ وہ دن ہوگا جس

دن اس سایہ کے سوا دوسرا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

سب سے پہلا خوش نصیب شخص جس کو نبی کریم ﷺ نے سرفہرست رکھا وہ امام عادل ...... انصار کرنے والا بادشاہ، امیر، ذمہ دار اس کا مطلب یہ ہے کہ جس بادشاہ نے اپنی رعایا کے درمیان عدل وانصاف کا برتاؤ کیا اور ظلم وبربریت سے باز رہا اس انصاف پسند بادشاہ کے لئے بادشاہِ حقیقی کی جانب سے قیامت کے دن خصوصی سایہ عطا کیا جائے گا اور وہ بادشاہ اس سایہ میں ہوگا، اب اس میں ہر وہ ذمہ دار، نگران، امیر، قائد، رہنما داخل ہیں جن کے کاندھوں پر افرادِ امت کی رہبری ورہنمائی کی تھی، اگر انہوں نے اپنے متعلقہ افراد کے ساتھ عدل وانصاف کا چراغ جلایا ہوگا تو وہ قیامت کے دن اس کی نورایت کو محسوس کریں گے اور رعایا پر عدل وانصاف کے ذریعہ راحت پہنچانے والوں کے رب ذوالجلال ﷻ اپنے سایہ کے ذریعہ آرام وراحت پہنچائیں گے۔

بزرگانِ محترم! شاید آپ یہ سوچ رہے ہوں کہ ہم تو امام عادل کی فہرست میں داخل نہیں ہیں ہم تو عام لوگ ہیں تو جواب یہ ہے کہ صرف ایک ہی قسم کے لوگ اس سایہ کے حقدار نہیں ہوں گے کہ آپ اور ہم مایوس ہوجائیں، چھ قسم کے آدمی اور باقی ہیں جو اس خصوصی سایہ میں قیامت کے دن ہوں گے، ہمیں تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرنا چاہئے کہ اے اللہ! ان سات قسم کے لوگوں میں سے کسی نہ کسی فہرست میں ہمارا بھی نام لکھ دیجئے، اللہ تعالیٰ سے دعاء بھی کیجئے اور دعاء کے ساتھ دوا بھی کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو قیمتی زنگی دے رکھی ہے اس زندگی میں ان افراد میں اپنے آپ کو شامل کرنے کی عملاً کوشش کیجئے، انشاء اللہ ایک وقت آئے گا کہ ہم اپنے آپ کو رب ذوالجلال ﷻ کی عنایتوں اور مہربانیوں سے اس کے سایہ کو پائیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، **شاب نشا فی عبادۃ اللّٰہ** دوسرا خوش نصیب جس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے خصوصی سایہ میں رکھیں گے وہ نوجوان ہوگا جس کی جوانی کے قیمتی لمحات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزرے، یہ نوجوان اپنی نوجوانی کے پیارے اور قیمتی لمحات کو آوارہ گردی، فلم بینی، سیر وتفریح، عشق ومستی، عیاشی وفحاشی میں گزار سکتا تھا مگر اس عقلمند نوجوان نے اپنی زندگی کا رخ اللہ کی عبادت کی طرف کیا، اس نے مسجد کو آباد کیا، اس نے اللہ کی پاکی، کبریائی اور

بڑائی بیان کی اس کی حمد وثنا میں اس کا وقت گزرتا رہا، اس نے اللہ کی عبادت کو حرزِ جان بنالیا اور عبادت کرتا رہا اللہ تعالیٰ کو اس نوجوان کی یہ عبادت اتنی محبوب و پسندیدہ لگتی ہے کہ نبی رحمت ﷺ اس نوجوان کو بشارت دے رہے ہیں کہ تو نے آرام وراحت کو بالائے طاق رکھ عبادت الٰہی کی مشقت ومحنت کو اپنا وظیفے بنالیا جب تو ہمارے پاس میدان محشر میں آئے گا تو قیامت کا میدان تیرا استقبال کرے گا اور ہم تیرے لئے اپنا خصوصی سایہ عطا کریں گے۔

سبعة يظلهم الله فی ظله يوم لاظل الاظله

سات آدمی ایسے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں رکھیں گے جس دن سوائے اس ایک سایہ کو اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

حاضرین کرام! ان سات قسم کے آدمیوں میں دو قسم کے آدمیوں کا تذکرہ ہو چکا ہے۔تیسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن خصوصی سایہ عطا فرمائیں، **ورجل قلبه معلق فی المساجد**

اللہ کا وہ نیک بخت صالح اور پرہیزگار بندہ جس کا دل مسجدوں سے لٹکا ہوا ہوتا ہے کہ اس کا بدن گھر میں ہوتا ہے اور اس کا دل ودماغ مسجد میں لٹکا ہوا ہوتا ہے، وہ بازار میں خرید وفروخت کے ماحول میں ہوتا ہے مگر اس کا دل مسجدوں سے لٹکا ہوا ہوتا ہے، اس شخص کو باجماعت مسجد میں نماز ادا کرنے کی فکر سوار رہتی ہے وہ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر نکلتا ہے تو سوچتا ہے کہ مجھے ظہر کی نماز کے لئے آنا ہے وہ گھڑی کی طرف نظریں جمائے ہوتا ہے کہ کہیں ظہر کی نماز نہ چلی جائے اس طرح اس کا دل مسجد سے صالح، متقی اور پرہیزگار نمازی بندے کو کل قیامت کے دن اس اعزاز سے نوازیں گے کہ اپنا خصوصی سایہ اس کو مرحمت فرمائیں اور ان سات قسم کے آدمیوں میں اس شخص کا بھی شمار ہوگا جس کا تعلق مسجدوں سے زندگی بھر مضبوط مستحکم رہا۔

بزرگانِ محترم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان بشارتوں کے بعد ہر مسلمان کے دل میں یہ آرزو جاگ جانی چاہئے اور دل کی گہرائی سے دعاء نکلنی چاہئے کہ اے اللہ! آپ مجھے بھی وہ سایہ عطا فرما دیجئے اور ان لوگوں میں مجھے بھی بنا دیجئے۔

یہ تین قسم کے افراد تھے چوتھے وہ دو آدمی جو ایک دوسرے سے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی

رضا وخوشنودی کی خاطر محبت اور دوستی رکھتے ہیں جب ملتے ہیں تو اسی بنیاد پر ملتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوجائے اور جب جدا ہوتے ہیں تو ان کی نیت یہی ہوتی ہے۔

رجلان تحابا فی اللّٰہ اجتماء علیه و تفرقا علیه

وہ دو آدمی جو اللہ کی خاطر آپس میں محبت رکھتے ہیں اس بنیاد پر ان کی جدائیگی بھی ہوتی ہے اور اس بنیاد پر محبت بھی......

حاضرین کرام! آج محبتوں کا فقدان ہے محبت کے بجائے اظہار محبت پر لوگوں نے قناعت کرلی ہے، محبت کے اظہار کو محبت کا نام دے کر لوگ ایک دوسرے کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ آج لوگ ایک دوسرے سے محبت کا اظہار کرتے ہیں اور وہ اپنی ذاتی غرض کی تکمیل کے لئے چراغ لے کر ڈھونڈتے ان مخلص لوگوں کو جن کی دوستی کا مقصد رضائے الٰہی ہو۔ آج کے نوجوانوں کے لئے اس حدیث میں سبق ہی سبق ہے کہ وہ اس بات کا جائزہ لیں کہ جن جن ہم عمر افراد سے ان کی دوستیاں ہی کیا ان دوستیوں میں یہ عنصر بھی شامل ہے یا نہیں کہ انہوں نے کبھی یہ نیت کی ہو کہ ہماری یہ دوستی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے ہے کہ ہم ایک دوسرے سے ملتے بھی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور اگر جدا بھی ہوتے ہیں تو اسی کی خوشنودی کے لئے؟ اگر انہوں نے اپنا پاکیزہ عنصر اپنی دوستیوں میں اب تک شامل نہیں کیا ہے تو وہ آج سے اپنی دوستی کی تجدید کریں اور اپنی نیتوں کا رُخ پھیر کر ایک انقلاب لے آئیں اور اس کا صلہ کل قیامت کے دن پائیں کہ اللہ تعالیٰ ایسی پاکیزہ دوستی پر اپنا خصوصی سایہ عطا فرمائیں گے۔

بزرگانِ محترم! میں نے اب تک چار قسم کے آدمیوں کے تذکرہ کیا ہے جن کو یہ اعزاز نصیب ہوگا کہ جس ہولناک دن کوئی سایہ نہیں ہوگا انہیں رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کا سایہ نصیب ہوگا۔

پانچواں وہ اللہ کا بندہ ہے جس کا دل اسقدر پاکیزہ اور جس کا نفس اس قدر اس کے قابو میں کہ برائی کے اسباب نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں اور برائی کی طرف بڑھنے میں کوئی ظاہری رکاوٹ بھی وہاں نہیں ہوتی، مگر اس کے دل میں رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کا خوف طاری ہوتا ہے اور وہ برائی سے اپنا رُخ پھیر لیتا ہے، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں فرمایا کہ

رجل دعته امرأة ذات منصب و جمال فقلانی اخاف اللّٰہ

ایک ایسا آدمی جس کو ایک حسین وجمیل عورت نے دعوتِ عیش دی مگر اللہ کے اس بندے نے صاف کہہ دیا میں اس دعوت پر لبیک نہیں کہہ سکتا، میں اس ذات سے ڈرنے والا ہوں جو رب العالمین ہے، انی اخاف اللہ اللہ تعالیٰ کو ایسا صالح، پاکباز، متقی، پرہیزگار بندہ اس قدر پسند اور محبوب ہے کہ اس کو کل قیامت کے دن اپنا سایہ عطاء فرمائیں گے۔

آج کے وہ نوجوان جن کی نگاہوں کے سامنے صرف فحاشی وعیاشی ہے جن کو صرف نفس پرستی کا جنون سوار ہے اور خدا پرستی کے جذبہ سے جن کے دل عاری وخالی ہیں وہ غفلت کی وادیوں سے نکل باہر آئیں اور ایمان واسلام کے اس نور میں داخل ہوں اور آخرت کی فکر اپنے دلوں میں پیدا کریں اور خوف خدا کو حرزِ جان بنائیں اور برائی کے اسباب آنے کے بعد برائی کے سیلاب میں بہہ جانے کے بجائے اس برائی سے گریز و پرہیز کرنے کی صلاحیت پیدا کریں تاکہ آج کی اس احتیاط سے کل قیامت جو صرف انہی کو ملے گا جس کو اللہ تعالیٰ دینا چاہیں گے اور ان اعمال واوصاف کی وجہ سے دیں گے جن کو نبی رحمت ﷺ نے اس حدیث میں بیان فرمایا ہے۔

بزرگانِ محترم! یہ پانچ قسم کے لوگ تھے اور چھٹویں قسم میں وہ شخص داخل جو اپنا مال صدقہ و خیرات کرتا ہے مگر اس قدر پوشیدہ انداز میں کہ وہ سیدھے ہاتھ سے خرچ کرتا ہے مگر بائیں ہاتھ کو خبر نہیں ہوتی، فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ:

رجل تصدق بصدقة فاخفاها حتى لاتعلم شماله ما تنفق يمينه

وہ آدمی جس نے صدقہ کیا پس اس قدر چھپا کہ صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو تک معلوم نہ ہوا کہ اس کے سیدھے ہاتھ نے کیا خرچ اور کتنا خرچ کیا، آج لوگ خرچ کرتے ہیں مگر کوئی ایسا جملہ کس دیتے ہیں جس سے تکلیف واذیت ہوتی ہے۔ آج لوگ خرچ کرتے ہیں لیکن ریاکاری کے ساتھ خرچ کرتے ہیں اور اپنے صدقہ کو بے کار اور ضائع کر دیتے ہیں، آج لوگ خرچ کرتے ہیں لیکن خرچ کرنے کے بعد احسان جتاتے ہیں، حالانکہ قرآن مجید نے کہہ دیا ہے کہ:

لا تبطلوا صدقتکم بالمن والاذیٰ کالذی ینفق ماله رائاء الناس

قرآن مجید نے علانیہ اور خفیہ دونوں طرح خرچ کرنے کی اجازت دی ہے اخلاص کیلئے پوشیدہ دینا ہی شرط نہیں ہے بعض پوشیدہ دینے والے بھی ریاکاری ہو سکتے ہیں اور بعض علانیہ دینے والے بھی مخلص ہو سکتے ہیں، اخلاص کا تعلق دل سے ہے اللہ تعالیٰ اپنے ایسے بندوں کو جو اس کی راہ میں صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ دیتے ہیں اور اس قدر پوشیدہ دیتے ہیں کہ سیدھے ہاتھ کی سخاوت کا علم بائیں ہاتھ کو نہیں ہوتا تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن اپنا خصوصی سایہ عطا فرمائیں گے۔

حاضرین کرام! یہ چھ قسم کے آدمی تھے جن کے بارے میں یہ بتلایا گیا کہ انہیں کل قیامت کے دن خصوصی سایہ عطا کیا جائے گا اور ساتواں اور آخری شخص وہ ہے جس کو یہ اعزاز نصیب ہوگا۔

رجل ذکر اللّٰہ خالیا ففاصنت عیناہ

اللہ تعالیٰ کا وہ مخلص و پرہیزگار زاہد و عابد بندہ جو اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کرتا ہے، اس کی خلوت وتنہائی کی اس کو برائی وعیاشی وفحاشی کی طرف آمادہ نہیں کرتی بلکہ جب بھی اس کو تنہا کی چند ساعتیں نصیب ہوتی ہیں تو وہ اپنے پروردگار کو یاد کرنے لگتا ہے اور اللہ کی یاد بھی صرف زبان کی نوک سے نہیں ہوتی کہ دل دنیا کی سیر کر رہا ہو اور زبان الحمدللہ اور سبحان اللہ کا ورد کر رہی ہو بلکہ وہ دل کی گہرائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی کبریائی و پاکیزگی کا تصور لیے اس کو یاد کرتا ہے اور اس کی یاد اس کو مجبور کرتی ہے کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ جائیں، "**خفاضت عیناہ**" پس اس حقیقی ذکر کے نتیجہ میں اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو یہ مخلص و پاکباز بندہ اس قدر محبوب ہے کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے بلکہ اس کو اپنا خصوصی سایہ میں جگہ عطا فرمائیں گے یہ ربانی اعزاز ہوگا جو اس بندہ کو دیا جائے گا جس کی زندگی کی تنہائیاں ذکر الٰہی میں صرف ہوتی تھیں۔

بزرگانِ محترم! ایک مرتبہ ان سات قسم کے آدمیوں کی تکرار کر لیجئے اور اس بات کا جائزہ لیجئے کہ کیا ہمارا شمار ان سات میں سے کسی ایک میں ہے یقیناً اس مجلس میں ان میں سے ایک یا دو

وصف کیا بلکہ پورے پورے اوصاف رکھنے والے بھی ہوں گے، مبارک ہیں ایسے اشخاص...... ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ ہم کم ازکم ان سات قسم میں سے کسی ایک قسم میں تو داخل ہوجائیں تاکہ کل قیامت کے دن کے خصوصی سایہ سے محروم نہ رہیں۔

- **سبعة يظلهم اللّٰه فی ظله يوم لاظل الاظله**

امام عادل انصاف کرنے والا بادشاہ یا امیر

- **شاب نشا فی عبادة اللّٰه** وہ نوجوان جس کی جوانی کی قیمتی عمر اللہ کی عبادت میں گزر گئے
- **ورجله قليه معلق فی المساجد** وہ بندہ جس کا دل مسجدوں سے لٹکا ہوا ہو
- **ورجلان تحابا فی الله اجتها عليه و تفرقا عليه**

وہ دو آدمی جو آپس میں اللہ کی خاطر محبت رکھتے ہوں اسی محبت الٰہی پر جمع بھی ہوتے ہیں اور اسی پر جدا بھی

- **ورجل دعته امرأة ذات منصب و جمال فقال انی اخاف اللّٰه**

وہ آدمی جس کو حسین وجمیل عورت نے دعوتِ عیش دی مگر اس نے صاف کہہ دیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں

- **ورجل تصدق بصدقة فاخفاها حتی لاتعلم شماله ماتنفق يمينه**

وہ آدمی جس نے صدقہ کیا اتنا چھپا کر صدقہ کیا کہ بائیں ہاتھ کو تک علم نہ ہوا کہ سیدھے ہاتھ نے کیا خرچ کیا

- **ورجل ذكر اللّٰه خاليا ففاضت عيناه**

اور وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے

اللہ تعالیٰ ہمیں ان خوش نصیب افراد میں شامل فرمادے۔ آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

■ ■ ■

عورت......انسانی اور مذہبی اعتبار سے

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں ایک اہم ترین مخلوق انسان ہے، انسان کا تصور جس کسی کے دل میں آتا ہے وہاں مرد اور عورت دونوں تصور میں آتے ہیں، ایسا ہرگز نہیں ہے کہ انسان صرف مرد یا صرف عورت کا نام ہے بلکہ آدم وحوا یعنی مرد وعورت دونوں کا نام انسان ہے، افزائش نسل کا ذریعہ صرف مرد یا صرف عورت نہیں بلکہ دونوں کے دونوں دنیا کے تمام انسانوں کے وجود کا ظاہری سبب ہیں، دنیا کے نظام کے چلنے میں عورت کی بھی اتنی ہی اہمیت ہے جتنی کہ مرد کی ہے۔ اسی لئے دینِ اسلام (جو کہ فطری مذہب ہے) نے مردوں اور عورتوں کے انسانی اور مذہبی اعتبار سے مساوی حقوق دیئے ہیں چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۲۲۸) میں فرمایا:

ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجۃ O

''عورتوں کے لئے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں'' البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے، اور وہ فضیلت اس اعتبار سے ہے کہ مردوں کو عورتوں پر قوام بنایا گیا۔

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللّٰہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا من

اموالھم (۳۴:النساء)

''مردعورتوں پرقوام ہیں اس بناپر کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہےاس بناپر کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں''

فوقیت کی اس فضیلت کا مطلب یہ ہے کہ مرد کو عورت کا سرپرست بنایا گیا ہے کہ جس طرح اجتماعی زندگی میں ہر جماعت کا ایک امیر،نگران سرپرست اور قائد ہوتا ہےاسی طرح گھریلو نظام میں مرد کو سرپرست بنایا گیا ہے، لفظِ قوام کا مطلب تشدد، ظلم ، زبردستی ، مار پیٹ، حق تلفی ، دباؤ اور سختی نہیں ہے بلکہ قوام کا مطلب ایسی فوقیت اور حکمرانی جس میں عدل و انصاف بھی ہو، شفقت و محبت بھی ہو، رحم و کرم بھی ہو، حق ادائیگی و حق پسندی بھی ہو، انسانی جذبات و احساسات بھی ہوں، اسی کی طرف مردوں کو اِشارہ کیا گیا تا کہ وہ حدود سے ہٹ کر ظلم وزبردستی کا پہلو اختیار نہ کریں کہ......

ومن آیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودة ورحمة O (الروم: ۲۱)

''اور اس (اللہ تعالیٰ) کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت و رحمت پیدا کردی''

اس آیت میں مردوں کو اس بات کی تربیت دی جارہی ہے کہ تم کو قوام اس لئے نہیں بنایا گیا کہ تم اپنی عورتوں پر زبردستی کرو، ظلم کرو یا ان سے حقوق کا مطالبہ کرو یا ان کے سرپرستوں سے بھیک مانگتے رہو اور ان پر احسان جتاتے رہو اور ان عورتوں کے ماں باپ کے لئے دردِ سر بن جاؤ بلکہ تمہیں قوام بننا ہے تو یہ سلیقہ سیکھنا ہے کہ یہ تمہاری بیویاں تمہاری ہی جنس سے بنی ہیں اور قدرت نے اپنے کرشمہ سے تمہیں یہ دولت عطاء کی ہے اور اس عورت سے تم کو سکون واطمینان نصیب ہوگا ، یہ محبت و رحمت کا ذریعہ ہے۔

اگر قوام بننا ہے تو دیکھو کہ سب سے بہتر قوام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنی بیوی کے حق میں بہتر ہو اور میں تم لوگوں میں سب

سے زیادہ اپنی بیوی کا خیال رکھنے والا ہوں، (ابن ماجہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے نزدیک بہتر ہو، مجھے ان عورتوں پر بڑا افسوس ہوتا ہے جو تاریخی حقائق سے ناواقف ہوکر اسلام کے خلاف برملا اظہارِ خیال کرتی ہیں اور اسلام پر یہ بہتان تراشی کرتی ہیں کہ اسلام نے عورت کو کسی گوشہ میں ڈھکیل دیا، اسلام نے عورت کو مظلوم بنایا، اسلام نے عورت کو محکوم بنادیا، اسلام نے عورت کو قید خانہ میں ڈال دیا، اسلام نے عورت کو پیچھے ڈھکیل دیا، اس قسم کے جملے اُگلنے والی عورتیں ان حقائق سے ناواقف ہیں کہ اسلام سے پہلے عورت کو کس نچلے درجے تک پہنچادیا گیا تھا، آج بھی حرم شریف کی ایک جانب وہ جگہ خالی پڑی ہوئی ہے، جہاں زمانۂ جاہلیت میں نومولود بچیوں کو زندہ دفن کیا جاتا تھا، خود حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ ہم قبیلۂ قریش کے لوگ اپنی بیویوں کو مغلوب بنا کر رکھتے تھے، لیکن مدینہ آنے کے بعد ہم نے دیکھا کہ انصار کی عورتوں نے اپنے شوہروں کی روش کو اختیار کرنا شروع کردیا، اس سلسلہ میں جب میں نے بیوی سے اختلاف کیا تو اس معاملہ میں اس نے مجھ سے بحث کی میں نے اس کی گفتگو پر ناگواری کا اظہار کیا تو بیوی نے جواب دیا، اس ضمن میں میری گفتگو آپ کو ناگوار کیوں گزری، بخدا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپ ﷺ سے بحث کیا کرتی تھیں، بسا اوقات کوئی بیوی کسی مسئلہ پر آپ ﷺ کے ساتھ صبح سے شام تک گفتگو کیا کرتی تھی۔ (ابن ماجہ)

انسانی اور مذہبی اعتبار سے عورت کو بھی مردوں کی طرح حقوق دیئے گئے ہیں، حضور ﷺ ازواجِ مطہرات سے مشورہ لیا کرتے تھے اور ازواجِ مطہرات آپ ﷺ کو مشورے دیا کرتی تھیں۔

وقت کے خلیفہ کو ان کی خطا سے آگاہ کرنے کا حق بھی ایک عورت کو تھا اور دورِ خلافت میں عورتیں ببانگ دہل کسی بھی صحابی کی کسی خطا و لغزش کی اصلاح کیا کرتی تھیں اور ان کو ان کی غلطی سے آگاہ کیا کرتی تھیں، حضرت عمرؓ نے جب عورتوں کے مہر کے سلسلہ میں لوگوں کو غلو سے کام لیتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے اس غلو سے لوگوں کو روکتے ہوئے کہا کہ کوئی شخص چار سو درہم سے زیادہ مہر نہ دیا کرے تو مسجد نبوی ﷺ میں ایک خاتون نے اس فیصلہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ کا وہ قول یاد نہیں۔

و اٰتیتم احداھن قنطارًا فلا تاخذوا منه شیئًا (۲: النساء)

''اور خواہ تم نے اسے ڈھیر سارا مال ہی کیوں نہ دیا ہو اس میں سے کچھ واپس نہ لینا''

تو حضرت عمرؓ نے کہا اے اللہ! مجھے معاف کرنا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے منبر پر چڑھ کر اپنے اس قول سے رجوع کرنے کا اعلان کیا۔

کیا اس کے باوجود کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اسلام عورت کو گری ہوئی نگاہوں سے دیکھتا ہے، جب اسلامی تہذیب عملاً ایک عورت کو اس بات کا حق دیتی ہے کہ وہ کسی جلیل القدر صحابی کی غلطی یا لغزش سے آگاہ کرے اور وہ جلیل القدر صحابی اس عورت کی توجہ دہانی پر اپنے قول سے رجوع کرنے کی روایت قائم کرتے ہیں تو کیا اس کے باوجود کسی عورت کو یہ حق ہے کہ وہ اسلامی روایات اور اسلامی تہذیب پر کوئی کیچڑ اُچھالے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں مردوں کا لحاظ رکھا وہیں عورتوں کا بھی لحاظ رکھا اور ان کے جذبات واحساسات کو بھی ملحوظ رکھا، فتح مکہ کے موقع پر حضرت اُم ہانیؓ نے رسول ﷺ سے کہا کہ میں نے اپنے سسرال رشتہ داروں میں سے دو افراد کو پناہ دے دی ہے تو آپ ﷺ نے کہا، اے اُم ہانی! جسے تم نے پناہ دے دی ہم نے بھی اسے پناہ دے دی، حضور ﷺ کا یہ عمل خود اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام نے عورت کی عزت وشرافت کا اعتراف کیا ہے اور یہ فطری تقاضا بھی ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں کے حقوق کا بھی لحاظ رکھا جائے، اگر صرف مردوں کے حقوق کا لحاظ رکھا جائے اور عورت کے حقوق کو فراموش کر دیا جائے تو پھر انسانی زندگی ناکامی کی طرف قدم بڑھائے گی، کامیاب زندگی کا دارومدار توازن برقرار رکھنے میں ہے توازن کھونے میں نہیں ہے۔ حقوق کی ادائیگی اور جذبات و احساسات کے لحاظ رکھنے میں مردوں اور عورتوں کے درمیان توازن ضروری ہے۔ اگر ایک صنف کے حقوق کا لحاظ رکھا جائے اور دوسری صنف کے حقوق سے بے اعتنائی برتی جائے تو زندگی اجیرن بن جائے گی، جھگڑے اور فساد کی چنگاریاں بھڑکنے لگیں گی۔

اکثر لوگوں کے ذہنوں میں یہ غلط خیال جکڑ پکڑا ہوا ہے کہ اسلام کی نشر واشاعت میں صرف مردوں نے ہی حصہ لیا ہے اور اس میدان میں عورت کا کوئی کردار نہیں، اسلام کے ابتدائی

مراحل ہی سے عورت نے دینِ اسلام کی بقاء کے لئے بے پناہ محنت کی ہے اور حدودِ اسلامی میں رہتے ہوئے خوب سے خوب تر کام کیا ہے، حضور ﷺ پر پہلی وحی اتری ہے اور نزولِ وحی کے بوجھ کے اثرات چہرۂ اطہر پر ظاہر ہو رہے ہیں اور نبی اس بوجھ کی وجہ سے اپنی بیوی حضرت خدیجہؓ سے یہ کہہ رہے ہیں......زملونی زملونی خدیجہ! مجھ پر چادر اوڑھادو مجھ پر چادر اوڑھادو ایک ایسے وقت جبکہ نبوت عطا کی گئی ہے اور آپ ﷺ کو تسلی دینے کا فریضہ ایک عورت نے انجام دیا ہے اور جب اپنے دین وایمان کو بچانے کے لئے مکہ مکرمہ چھوڑ کر حبشہ ہجرت کرنے کی بات آتی ہے تو تاریخ کے اوراق گواہی دے رہے ہیں کہ جہاں مردوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی عورتوں نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت کی اور جب مدینہ کی طرف ہجرت ہوئی تو مردوں کے ساتھ عورتوں نے بھی ہجرت کا یہ شرف حاصل کیا۔

اور جب بیعتِ عقبہ ہوئی تو اس بیعت میں عورتیں بھی شامل تھیں اور اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کی بیعت سے متعلق نبی کریم ﷺ کو یہ ہدایت دی......اے نبی! جب تمہارے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کے لئے آئیں اور اس بات کا عہد کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، زِنا نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی اور کسی امر معروف میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے حق میں دعاءِ مغفرت کرو یقیناً اللہ تعالیٰ درگزر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

ہجرت میں بھی مردوں کے ساتھ عورتیں شامل تھیں، بیعت میں بھی مردوں کے ساتھ عورتیں شامل تھیں، اتنا ہی نہیں جب اعلاء کلمۃ الحق کے لئے میدانِ جہاد میں کودنے کی بات آئی اور مردوں نے بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھلائے تو عورتیں بھی اس میدان میں آگے آگے رہیں اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جنگ و جہاد میں برابر حصہ لیا۔

یہی وہ پاکباز عورتیں ہیں جنہوں نے ایسے قدسی صفات اشخاص کو جنم دیا اور ان کی ایسی پاکیزہ تربیت کی کہ آگے چلکر انہی کی گود سے کوئی ابن عمر کہلایا تو کوئی ابن عباس، کوئی حسن کہلایا تو کوئی حسین، دورِ رسالت اور دورِ خلافت میں اسلام کی آغوش میں مسلمان عورتوں کے گود میں جن افراد و

اشخاص نے سانسیں لیں وہ علم وعرفان کا سرچشمہ،فہم ودانش کا پیکرا ستقامت وثابت قدمی کے عادی، ہجرت وجہاد کے آرزومنداور جذبۂ شہادت میں غوطہ زن تھے۔

اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت میں جہاں مردوں نے آپ ﷺ پر گلہائے محبت وعظمت نچھاور کیئے عورتوں نے بھی آپ کی محبت،عظمت اور اطاعت میں برابر حصہ لیا، ان عورتوں کے نزدیک آپ ﷺ کی عظمت ومحبت اپنے شوہراپنے بھائی اوراپنے بیٹوں سے زیادہ تھی،اس پاکباز جانباز صحابیہ کو یاد کیجئے جس کو تاریخ حضرت خنساء سے یاد کرتی ہے، یہی وہ عورت ہے جو ایک زمانے تک اپنے بھائی صخر پر آنسو بہاتی ہے، جب اس عورت کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے چاروں بیٹے اللہ کی راہ میں شہید ہو چکے ہیں تو اس نے نہ واویلا مچایا اور نہ ہی ماتم کیا اور سینہ کوبی کی،اس نے ان کلمات سے اپنے ایمان کا اظہار کیا، اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے مجھے اپنے بیٹوں کی شہادت کے شرف سے نوازا......

یہی وہ خنساء صحابیہ ہیں جو میدانِ جہاد میں اسلامی فوج کی طرف بڑی افسردگی اور پریشانی کے عالم میں کچھ دریافت کرتی ہوئی آتی ہیں،لوگ اس جانباز عورت سے کہتے ہیں کہ آپ کے شوہر اس جنگ و جہاد میں شہید ہوگئے وہ عورت کہتی ہے کہ میں یہ نہیں پوچھ رہی ہوں،لوگوں نے کہا کہ تمہارے بیٹے بھی شہید ہوگئے اس عورت نے کہا میں ان کے بارے میں بھی دریافت نہیں کررہی ہوں، پھرلوگوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ خیرت سے ہیں تو اس عورت نے اس وقت کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے،رسول اللہ ﷺ کے بعد ہر مصیبت چھوٹی معلوم ہوتی ہے۔

یہی وہ خواتین ہیں جو خلیفۂ وقت کے سامنے بھی حق کی آواز کو بلند کرنے میں جھجک محسوس نہیں کرتیں، حضرت اُم الدرداءؓ نے خلیفہ عبدالملک بن مروان سے کہا! میں نے تمہارے متعلق سنا ہے کہ تم اپنے نوکر کو لعن طعن کرتے ہوئے آواز دیتے ہو، تو یاد رکھو کہ ہمارے رسول ﷺ نے فرمایا کہ لعنت کرنے والوں کو قیامت کے دن سفارش کرنے اور گواہی دینے کا کوئی حق حاصل نہیں ہوگا۔ان تمام واقعات وحقائق سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ عورت نے مردوں کی طرح اسلام کی نشرو اشاعت میں برابر حصہ لیا ہے اور اسلام نے انسانی اور مذہبی اعتبار سے مردوں کے برابر عورتوں کو بھی

حقوق دیئے ہیں۔

■ ■ ■

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اسلام وہ آفاقی مذہب ہے جس کے نام میں بھی سلامتی ہے اور اس کے تمام احکامات میں بھی سلامتی ہے۔ اس مذہب کے ماننے والے امن وسلامتی کے حامل ہوتے ہیں۔ مسلمان جس مقدس گھر کا طواف کرتے ہیں یہ وہ گھر ہے جس کے بارے میں کہا گیا **و من دخله کان اٰمنًا مسل مان** جس کتاب کو کتابِ ہدایت تسلیم کرتے ہیں وہ کتاب بھی تعلیماتِ امن سے لبریز، مسلمان جس نبی کے نام لیوا ہیں وہ نبی بھی امن کے پیامبر، مسلمان جن اعمالِ صالحہ کے مکلّف ہیں وہ اعمال بھی امن کے دائرہ میں، مسلمان جن اخلاقِ حسنہ پر فائز ہیں وہ اخلاق بھی امن وسلامتی کا مظہر، مسلمان جن پاکیزہ و بے داغ معاملات کے پابند ہیں وہ بھی امن کا گھوارہ ہیں۔

اکیسویں صدی کے اے وہ لوگو! جو اسلامی تعلیمات کو دہشت گردی سے جوڑ رہے ہو اور ان اسلامی تعلیمات کے مراکز کو دہشت گردی کا اڈہ قرار دے رہے ہو، یہود ونصاریٰ کی سازش سے متاثر ہو کر تم اسلامی تعلیمات پر دہشت گردی کے لفظ کو چسپاں کرنے سے پہلے اسلام کی بنیادی تعلیمات پر غور کرو اور مسلمانوں کی از ابتداء تا حال تاریخ کا جائزہ لو اور دلیل کے ساتھ یہ بتلاؤ کہ اسلام کی کن تعلیمات میں تم کو دہشت گردی کا شوشہ ملا ہے۔

اسلامی تعلیمات کے اصل دو ماخذ ہیں، قرآن مجید اور احادیث شریفہ، آؤ! تعصب اور تشدد کو

کسی گوشہ میں پھینک کر وسعتِ ظرفی کا چشمہ لگا کر، دل کے دروازہ کو کھول کر ہمارے سامنے بیٹھو، ہم قرآن مجید کے ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے اس حقیقت سے پردہ ہٹائیں گے کہ قرآن مجید امن کی تعلیمات سے سرشار ہے یا اس میں دہشت گردی کا کوئی داغ ہے؟

جس قرآن حکیم نے **واحسنوا ان اللّٰہ یحب المحسنین** کہہ کر اپنے ماننے والوں کو احسان کرنے کا حکم دیا اور قرآن کے نازل کرنے والے رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ نے احسان کرنے والوں کو اپنا محبوب و پسندیدہ قرار دیا۔

جس قرآن حکیم نے ظلم و بربریت کے پردے کو چاک کرنے اور انصاف کی دیواروں کو کھڑی رکھنے والوں کو اپنا محبوب بنایا، **ان اللّٰہ یحب المقسطین** جس قرآن مجید نے فتنہ وفساد برپا کرنے والوں کو اس حقیقت سے باخبر کر دیا کہ رب حقیقی ان کو محبت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا، **واللّٰہ لا یحب المفسدین** جس قرآن مجید نے دغابازوں کے بارے میں کہا کہ مالکِ حقیقی دغابازوں کو بھی اپنا محبوب نہیں رکھتا، **ان اللہ لا یحب کل خوان کفور**۔

جس قرآن مجید نے غرور و گھمنڈ کی چادر کو تار تار کر دیا اور یہ اعلان کر دیا کہ رب ذوالجلال مغرور و گھمنڈی بدبختوں کو ناپسند کرتا ہے، **انہ لا یحب المستکبرین** جس قرآنِ لاریب نے ساری انسانیت کے ساتھ اچھی گفتگو اور نرم بات کرنے کا حکم دیا **وقولوا للناس حسنا** امن و سلامتی کی ایسی تعلیمات دینے والی بے مثال کتاب اپنے ماننے والوں کو کیا دہشت گردی کا مجرم بنا سکتی ہے؟ کان کھول کر سن لو یہی وہ قرآن حکیم ہے جس نے یہ تعلیم دی۔

واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا O

جس قرآن کی تعلیمات نے دلوں کی دشمنی کو بے پناہ دلی محبت میں تبدیل کیا ہو، کیا اس کا دہشت گردی سے کوئی تعلق ہوسکتا ہے؟ جس قرآن مجید نے اپنے ماننے والوں کو لوگوں سے بے رخی کرنے سے منع کیا، **ولا تصعر خدک للناس** کیا اس قرآن کی تعلیمات میں دہشت کا تصور ممکن ہے؟

جس قرآن حکیم نے روئے زمین پر اپنے ماننے والوں کو اکڑ کر چلنے سے روک دیا ہو، **ولا تمش فی الارض مرحًا** کیا ممکن ہے کہ ایسا قرآن اپنے ماننے والوں کو ظلم و بربریت کی تعلیم دے۔ جس قرآن حکیم نے اپنے ماننے والوں کی آواز پر کنٹرول کیا ہو کہ **واغضض من صوتک** کیا اس کی تعلیمات پر یہ بہتان لگایا جا سکتا ہے کہ یہ اپنے ماننے والوں کو واہی تباہی مچانے کی تعلیم دے گا، جس قرآن حکیم نے ایک دوسرے کا مذاق اڑانے اور تمسخر کرنے سے روکا ہو، **یایھا الذین اٰمنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیرا منھم** کیا اس قرآن کی تعلیمات سے بغض و عناد کی توقع کی جا سکتی ہے؟ جس قرآن حکیم نے ایک دوسرے کو طعنہ دینے تک کی اجازت نہیں دی ہو، **ولا تلمزوا انفسکم** کیا اس کی تعلیمات میں اس کی اجازت ہو سکتی ہے کہ وہ کسی کو ناحق گردن اڑانے کا حکم دے، جس قرآن حکیم نے کسی دوسرے کو برے نام سے پکارنے کی اجازت تک نہ دی ہو، **ولا تنابزوا بالالقاب** کیا اس قرآن کی تعلیمات میں کسی فرد یا قوم کی بربادی کی اجازت ہوگی؟ جس قرآن حکیم نے ایک دوسرے کے عیبوں کو ٹٹولنے سے روکا ہے، **ولا تجسسوا** کیا اپنی تعلیمات میں اس بات کی گنجائش دے سکتا ہے کہ کسی پر ناحق حملہ کر دے، جس قرآن حکیم نے کسی کی غیبت کرنے کو مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تعبیر کیا، **ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتًا فکرھتموہ** ایسی تعلیمات دینے والی یہ قرآن اپنی تعلیمات میں کی خون ریزی کی اجازت دے گا

جس قرآن مجید نے کسی سے متعلق بدگمانی کے سارے دروازوں کو مسدود کر دیا، **یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرًا من الظن** کیا اس کتاب الٰہی کی تعلیمات میں کسی عورت کو ناحق بیوہ بنانے کی اجازت ہوگی؟

جس قرآن حکیم نے کسی پر خواہ مخواہ تہمت لگانے کو صریح گناہ قرار دیا، **فقد احتملوا بھتانا واثما مبینًا** کیا ایسا قرآن کسی کو مظلوم بنانے کی اجازت دے گا؟

جس قرآن حکیم نے یتیم کو ڈانٹنے اور جھڑکنے سے روکا ہو، **فاما الیتیم فلا تقھر** کیا وہ کسی بچہ کو بلا قصور یتیم بنانے کی تعلیم دے گا؟ اسلام دشمن طاقتوں نے قرآن مجید کی ان تعلیمات کی

خوشبو کو آج تک محسوس نہیں کیا ہے، اگر وہ اس خوشبو کو محسوس کر لیتے کبھی اس کی تعلیمات سے انہیں نفرت نہ ہوتی۔

اگر انہیں قرآن مجید کی تعلیمات کا علم ہوتا تو وہ ہرگز اتنی بڑی جرأت نہ کرتے کہ ہمیں دہشت گرد کہیں، قرآن کے ماننے والے ظلم واستبداد کیا کریں گے وہ تو جہالت کی باتیں کرنے والے جاہلوں سے سلام کر کے الگ ہو جاتے ہیں، **واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلمًا** یہ قرآن کے شیدائی تو وہ ہیں کہ بیہودہ مشاغل کے پاس سے گزرتے ہیں تو اس گندگی سے اپنے آپ کو اس طرح بچاتے ہیں جس طرح کوئی اپنی چادر کو کانٹے دار جھاڑی سے بچاتا ہے **واذا مروبالغو مروا کراماً** .

قرآن کی تعلیمات سے آگاہ ہو جاؤ اے یہودیو، اے نصاریٰ، تمہیں معلوم ہوگا کہ قرآن کا شیدائی ہر لمحہ سلامتی کا پیغام دیتا ہے اور اس کی زبان ہمیشہ سلام علیکم سے تر رہتی ہے، مسلمان کا دل ایک ایسا برتن ہے، جس برتن میں امن وسلامتی ہے اور اس برتن کا منہ زبان ہے اور اس کی زبان سے السلام علیکم کی صدائیں بلند ہو کر یہ پیغام دیتی ہیں کہ قرآن کی تعلیمات کی روشنی میں جینے والا ظلم کے اندھیروں میں زندگی بسر نہیں کر سکتا۔

یہ وہ قرآن مجید ہے جس کی تعلیمات یہ ہیں کہ **ادفع بالتی ھی احسن فاذالذی بینک و بینہ عدواۃ کانہ ولی حمیم** یہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دو تم دیکھو گے کہ تمہارا دشمن تمہارے اس پر امن رویہ سے دلسوز دوست بن جائے گا۔

جس قرآن مجید نے برائی کے بدلہ بھلائی کا حکم دیا ہو اس کی تعلیمات میں دہشت گردی کا تصور محال ہے۔

جس قرآن مجید نے کسی دوسرے کا مال ناحق طور پر لینے سے منع کیا ہو وہ قرآن کسی کو ناحق قتل کرنے اور دہشت پھیلانے کی تعلیم کہاں دے گا؟ **ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل** جس قرآن مجید نے شراب جو تمام برائیوں کی ماں ہے، جوا جو ساری انسانیت کا دشمن ہے ان دونوں برائیوں کو شیطانی کام قرار دیا ہو، جس شراب اور جوے بازی کے بعد انسان کے اندر کی انسانیت ختم ہو جاتی ہے، ایسی شراب اور ایسے جوے کو شیطانی عمل ثابت کیا ہو کیا ایسی مقدس کتاب اپنے

ماننے والوں کو تشدد کا درس دے سکتی ہے؟

جس قرآن مجید نے اپنے ماننے والوں کو ناشائستہ حرکتوں، بے حیائی کے کاموں اور ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی سے روکا وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی کیا ایسی کتاب پر امن تعلیمات کے علاوہ بھی کوئی اور سبق دے سکتی ہے؟ جس قرآن مجید نے لڑائی اور جھگڑے سے واضح انداز میں روک دیا ہو، ولا تنازعوا اور اگر جھگڑا ہو جائے تو صلح صفائی کی تعلیم دی ہو، فاصلحوا بینھما کیا ایسی کتاب لاریب کی تعلیمات میں کوئی اندھا دہشت گردی کا کوئی خبیث جملہ پا سکتا ہے؟ جس قرآن مجید نے ناپ تول میں حق مارنے سے روکا ہے اور پورا پورا تولنے کا حکم دیا ہے وزنوا بالقسطاس المستقیم کیا وہ مذہب کسی کی جان مارنے کی اجازت دے گا؟

اسلام کی پر امن تعلیمات میں فساد و بگاڑ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اے وہ لوگو! جو اس بات کا دعویٰ کرتے ہو کہ اسلام کی تعلیمات میں در پردہ دہشت گردی ہے، قرآن مجید کی کوئی ایک آیت ایسی لے آؤ جس سے اس بات کا ثبوت مل جائے کہ اس کی تعلیمات میں خون خرابہ، فساد و بگاڑ، تشدد و تعصب کی تعلیم دی گئی ہو؟

جس قرآن مجید میں کسی پر زبردستی کرنے کو جرم قرار دیا اور دین اسلام میں جبر و زبردستی کے وجود کو ختم کر دیا گیا کہ لا اکراہ فی الدین کیا اتنے پیارے احکامات کے باوجود اس کی تعلیمات میں تمہیں دہشت نظر آتی ہے؟ جس قرآن مجید نے دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے روک دیا، ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ اور اس قدر وسعتِ ظرفی سے کام لیا ہو کیا ایسی تعلیمات میں بھی انہیں دہشت گردی ملتی ہے؟

جس قرآن مجید نے مسلمانوں کے معلم اعظم اور سپہ سالارِ اعظم کو اس بات کا حکم دیا کہ اگر کافر لوگ صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی ان کی طرف جھک جائیے، و ان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکل علی اللہ اس قدر گنجائش کے باوجود کیا کوئی اسلامی تعلیمات پر یہ الزام دے سکتا ہے کہ اس میں دہشت گردی کا عنصر ہے، جس قرآن مجید نے اپنے ماننے والوں کے بارے میں یہ کہا ہو کہ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس یہ وہ ہیں جو غصہ کو پی جاتے ہیں

اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں۔ کیا ایسی تعلیمات میں تشدد کا زہر رہے گا۔

اے وہ لوگو! جو قرآن مجید کی تعلیمات میں دہشت گردی تلاش کر رہے ہو بتاؤ، غصہ کو پی جانا دہشت گردی ہے، لوگوں کو معاف کر دینا اور انتقام نہ لینا بھی دہشت گردی ہے۔

قرآن مجید کے اس ادنیٰ طالب علم نے اسلام کی پرامن تعلیمات کو قرآن مجید کی روشنی میں پیش کیا ہے، اگر کوئی اس میں اور وضاحت چاہتا ہو تو ہمارے شیوخ التفاسیر سے ربط پیدا کرے وہ اور زیادہ اطمینان بخش انداز میں سمجھا دیں گے کہ قرآن مجید نے اور کیا کیا تعلیمات دی ہیں جن میں امن ہی امن ہے۔

آیئے! میں آپ کو تعلیماتِ رسول کی طرف لے چلوں جو تعلیماتِ اسلام کا دوسرا ماخذ ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں بھی امن وسلامتی کا پیغام ہے اور آپ ﷺ کے عمل میں بھی امن میں بھی، آپ ﷺ کی صورت میں بھی امن آپ ﷺ کی سیرت میں بھی امن، آپ ﷺ کی رفتار و گفتار میں بھی امن، آپ ﷺ کی وعظ و تبلیغ میں بھی امن، آپ ﷺ کے سفر و حضر میں بھی امن، آپ ﷺ کے قول و عمل میں بھی امن پھر آپ ﷺ کی تعلیمات بھی پُرامن......

جو نبی یہ چاہتے ہوں کہ ان کا سینہ صاف رہے اور یوں فرماتے ہیں کہ میرے ساتھیوں میں سے کوئی شخص مجھ تک کسی کی کوئی بات نہ پہنچائے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ جب میں تمہارے پاس آوں میرا دل صاف ہو، کیا ایسا دل دہشت گردی کو برداشت کر سکتا ہے؟

جس نبی نے من صمت نجا کہہ کر اپنے ماننے والوں کو کم گوئی اور خاموشی کا درس دیا ہو کیا اس کی تعلیمات میں تشدد کا تصور ہو سکتا ہے؟ جس نبی کو اس کے مخالفین نے خود امین و صادق کے القاب سے نوازا ہو کیا ایسا نبی امن کے خلاف کوئی تعلیم دے سکتا ہے؟ نبی رحمت ﷺ کی تعلیمات کو دیکھئے کہ ان تعلیمات میں عفو و درگزر کس قدر ہے، فرمایا جس کسی کے جسم کو زخمی کیا گیا ہو اور اس کو معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند فرماتا ہے اور اس کے گناہ کو معاف کرتا ہے۔

جس نبی نے یہ فرمایا ہو کہ ان اللہ رفیق یحب الرفق اللہ تعالیٰ نرم خو ہیں اور نرم خوئی کو پسند فرماتے ہیں کیا اب بھی کوئی گنجائش ہے کہ ان کی تعلیمات کو دہشت گردی سے جوڑا جائے۔

جس نبی نے لوگوں پر رحم کرنے کی اس قدر ترغیب دی ہو کہ **لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس** کیا اس اس نبی کی تعلیمات میں کسی کو امن وسلامتی کا پیغام نہیں ملتا۔

جس نبی نے پیاسے کتے کو پانی پلانے والے کے بارے میں مغفرت اور جنت کی خوشخبری دی ہو اس نبی کو انسانیت سے کس قدر پیار ہوگا یہ تو سمجھنے کی بات ہے۔ **فاعتبروا یا ولی الالباب .**

جس نبی نے **انصر اخاک ظالما او مظلوماً** کہہ کر مظلوم کی حمایت کی ہو اور ظالم کو ظلم سے روکنے کی ہدایت دی ہو ایسے نبی کی تعلیمات میں امن وسلامتی کا پیغام نہیں تو اور کیا ملے گا؟

جس نبی نے تنگ دست کو مہلت دینے اور اپنا حق معاف کردینے پر قیامت کے دن خصوصی سایہ کی بشارت دی ہو اس نبی کی تعلیمات میں دہشت گردی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جس نبی نے اپنے چاہنے والے مومنوں اور مسلمانوں کے دلوں کو محبت کا سر چشمہ قرار دیا ہو ان دلوں سے عداوت کی آگ کہاں برسے گی ،فرمایا نبی رحمت ﷺ نے **المومن مالف ولا خیر فمن لا یالف** مومن محبت کا سر چشمہ ہوتا ہے اس میں کوئی بھلائی نہیں جس میں محبت و الفت نہیں۔

جس نبی نے کسی کا ناحق خون بہانے کو ایمان کے منافی عمل قرار دیا اس نبی کی تعلیمات پر یہ بہتان کیوں باندھتے ہو کہ اس میں ظلم واستبداد کی تعلیم ہے۔

جس نبی نے **افشوا السلام بینکم** فرما کر سلامتی کو عام کرنے کا حکم دیا اس نبی کی زبان سے دہشت اور تشدد کی تعلیم کا تصور نہیں ہو سکتا جو نبی ایک ایسے شخص سے خوش ہوتا ہو جو دوسروں کی حاجت روائی کرے کیا وہ نبی کسی کو ناحق قتل کرنے اور تباہی مچانے کی اجازت دے گا، فرمایا **من قضی لاحد من امتی حاجة یرید ان یسرہ بھا فقد سرنی** جس نے میری اُمت کے کسی فرد کی کوئی ضرورت پوری کردے محض اس کو خوش کرنے کے لئے تو گویا اس نے مجھے خوش کیا۔

جس نبی نے مسجد نبوی میں پیشاب کرنے والے شخص کے بارے میں لوگوں سے کہا کہ اسے چھوڑ دو پیشاب کر لینے دو ورنہ اس کو تکلیف ہوگی، اس قدر دوسروں کی تکلیف کا لحاظ رکھنے والے

پیغمبر کیا ضرر رسانی کی تعلیم اپنے ماننے والوں کو دیں گے۔

جس نبی نے دوسروں سے اچھی اور میٹھی بات کرنے کی یوں کہہ کر تعلیم دی ہو کہ الـکـلـمة الـطیبـه صدقة اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے کیا ان کی تعلیمات میں بغض وعداوت کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ وقت کم ہے ورنہ میں واقعات کی روشنی میں بتلاتا کہ آپ ﷺ نے ساری انسانیت کے ساتھ کس قدر سلوک کیا اور کس طرح وفاداری، دیانتداری، راست بازی، مرت ورواداری، متانت وشائستگی، عدل وانصاف، تواضع وانکساری، شگفتگی وخوش مزاجی، دردمندی وفیاضی کا برتاؤ کیا۔

وقت کا تقاضا ہے کہ اب مسلمان قرآن مجید اور نبی رحمت ﷺ کی پرامن تعلیمات کی روشنی میں اپنے قول وعمل سے ساری انسانیت کو بتلائیں کہ واقعی وہ بھی انہی تعلیمات کے پابند ہیں، اگر آج مسلمان قرآن مجید اور احادیث شریفہ میں موجود ہدایات کی روشنی میں اپنی زندگی بسر کرنے لگیں گے اور اس کے لئے جس قسم کی جدوجہد اور قربانی کے تقاضے ہیں، ان تقاضوں کو پورا کریں گے اور ان تعلیمات پر عمل کرنے کے لئے جس قدر مشقت جھیلنی پڑے جھیلتے رہیں گے اور تکالیف برداشت کرتے رہیں گے اور دنیائے انسانیت کے سامنے نبی رحمت ﷺ کی زندگی کے وہ نمونے پیش کریں گے جو آپ ﷺ نے مکہ اور مدینہ کے ماحول میں پیش کئے تو امید ہے کہ اقوام عالم کے نظریات تبدیل ہوں گے اور وہ ہماری حقیقت کو پہچان جائیں گے۔

آج مسلمانوں کی تعداد کروڑوں سے زیادہ ہے۔ تقریباً ایک ارب مسلمان دنیا میں زندگی بسر کررہے ہیں، روئے زمین کی مجموعی آبادی کا چوتھا حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ مسلمان دنیا کے ایک بڑے رقبہ پر آباد ہیں، اگر مسلمان حقیقی معنی میں مسلمان بن جائیں، قرآن مجید نے مسلمانوں کی کامیاب زندگی کے لئے جو حدود وقیود متعین کئے ہیں ان حدود کی پابندی کریں اور جن اصول وضوابط کی نشاندہی کی ہے ان پر عمل پیرا ہوجائیں اور اس کے لئے کمر کس لیں اور ہر قسم کی قربانی کے لئے مستعد اور تیار رہیں اور اپنی زندگی کو کامیاب وکامران بنانے کے لئے نبی رحمت ﷺ کی زندگی کو نمونہ بنالیں، لقد کان کلم فی رسول الله اسوة حنسة تو وہ دن دور نہیں کہ یہود ونصاریٰ کے پھیلائے ہوئے زہر کا اثر ختم ہوجائے گا اور ان کی ناپاک سازشیں ناکام ہوجائیں گی اور دنیا کے

سامنے مسلمانوں کا حقیقی روپ اور ان کی اصلی شکل واضح ہوگی پھر پوری دنیا ایک بار اسلام کی طرف کروٹ لے گی اور نبی کا لایا ہوا دین غالب ہو کر رہے گا۔

ھوا لذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ الکافرون O

■ ■ ■